

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226019

UNIVERSAL
LIBRARY

محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح

جس میں بارہویں صدی ہجری کے مشہور مصلح شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کی سیرت اور دعوت پر حقیقی روشنی ڈالی گئی ہے اور غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی تردید کی گئی ہے اور جس میں مشرق و مغرب کے تمام مآخذ کو پوری طرح گھنگال کر ان پر بے لاگ تنقید کی گئی ہے

تالیف

مسعود عالم ندوی

دارالاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن

انتساب

اپنے استاذ، مربی اور مخدوم
حضرت مولانا سید سلیمان ندوی ^{رحمۃ اللہ علیہ}
کے نام

جن کی پدرانہ شفقت میری زندگی کے اتار چڑھاؤ کی نگہبان
رہی ہے اور جن کی سرپرستی اور قیمتی مشوروں نے مجھ میں لکھنے پڑھنے
کا مذاق پیدا کیا، اور اپنی طالب علمی کے گزشتہ بارہ تیرہ برسوں
میں، جن کی ہدایتوں کا یکسر پابند رہا ہوں۔

اس حقیر طالب علمانہ کوشش کو معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں

خاکِ پستِ سید

مسعودِ عالم ندوی

پیشہ
ہر ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

فہرستِ مضمین

۳۰	ج	عینہ سے اخراج	۳۰	انتساب
۳۳	۱	در عینہ میں (۱۵۷۸ھ)	۳۳	تقریب
۳۴	۷	امیر محمد بن سعود کی معاہدت	۳۴	عرض مؤلف
۳۵	۱۰	ارادت مندوں کا پہلا گروہ	۳۵	پہلا باب :- ذاتی حالات
۳۶	۱۰	ابن عمر کی زود پشمانی	۳۶	جزیرۃ العرب مسلمانوں کے دور عروج میں
۳۷	۱۱	دعوت کی وسعت	۳۷	محمد بن عبد الوہاب
۳۸	۱۲	تبلیغ عام	۳۸	دنیا کے اسلام کی حالت
۳۹	۱۵	ابن دواس اور دوسرے مخالف	۳۹	نجد ابن عبد الوہاب کے پہلے
۴۰	۱۷	وفات	۴۰	خاندان
۴۱	۱۸	ایک بڑی خصوصیت	۴۱	نشو و نما
۴۲	۱۹	دوسری خصوصیت	۴۲	علم کی راہ میں
۴۳	۲۴	اولاد و احاد	۴۳	دعوت و تبلیغ
	۲۶			عمینہ میں شہلا

۵۵	دوسرا باب : سیاسی برتری	۸۳	سعود کا میراج (۱۲۲۱ھ)
۵۵	محمد بن سعود	۸۴	حج اور اصلاحات
۵۶	انتہاج حج	۸۷	بعض دوسری فتوحات
۵۷	عبدالعزیز بن محمد بن سعود	۸۸	راکس النخیه
۵۹	انتہاج کے بعد پہلا حج	۸۹	مصریوں کا حملہ (۱۲۲۶ھ)
۶۰	پہلا نجدی وفد	۹۰	طوسون - محمد علی
۶۲	قطر سالی اور حج کی عام اجازت	۹۱	شریف غالب کا انجام
۶۴	دوسرا نجدی وفد	۹۵	سعود کی وفات (۱۲۲۹ھ)
۶۶	تیسرا نجدی وفد	۹۵	سیرت سعود
۶۸	جنگ کے بعد صلح	۹۸	عبد اللہ بن سعود بن عبد العزیز
۷۰	حج : ۱۲۱۳ھ	۱۰۰	صلح اور فریب
۷۱	حج : ۱۲۱۴ھ	۱۰۲	عبد اللہ کے قاصد مصر میں
۷۱	حج : ۱۲۱۵ھ	۱۰۵	ابراہیم پاشا کی فتوحات
۷۲	کر بلا پر تلے ۱۲۱۶ھ	۱۰۸	منقوط درعیہ
۷۵	صلح کا خاتمہ : ۱۲۱۷ھ	۱۰۹	عبد اللہ بن سعود کا حشر
۷۶	مکہ مکرمہ کا فاتحانہ داخلہ	۱۱۰	باقی لوگوں کا حشر
۷۹	ایر عبد العزیز کی شہادت	۱۱۳	درعیہ کی بربادی
۸۱	سعود بن عبد العزیز	۱۱۴	کٹر برطانیہ کی مبارکباد
۸۲	مکہ مکرمہ کی دوبارہ فتح	۱۱۸	درعیہ کا مرثیہ

ص

۱۳۶	چوتھا باب :- دعوت	۱۲۰	مصری فاتح
۱۳۶	سیاست کی کار فرائی	۱۲۳	محمد علی کی مکاری اور مظالم
۱۳۸	شیخ کا فقہی ملک	۱۲۶	قیصر اباب :- تصانیف
۱۴۱	عقائد	۱۲۸	کتاب التوحید
۱۴۶	توحید اور اس کے لوازم	۱۳۱	کشف الشہات
۱۴۷	غیر اللہ کو پکارنا	۱۳۱	شروط الصلوٰۃ
۱۴۸	احتشاش	۱۳۲	اربع قواعد
۱۴۹	توسل	۱۳۳	اصول الایمان
۱۵۳	استعاذہ	۱۳۳	فضل الاسلام
۱۵۴	احکام غیر اللہ	۱۳۳	کتاب الکبائر
۱۵۵	زیارتہ قبور	۱۳۳	نصیحتہ المسلمین
۱۵۸	دہابیت	۱۳۳	سنۃ مواضع من السیرۃ
	اس لفظ کی تاریخی تحقیق	۱۳۴	تفسیر الفاتحہ
۱۶۳	سب سے پہلا منقری	۱۳۴	مسائل الجاہلیۃ
	دوسرے معاصر اور ان کی گالیاں	۱۳۴	تفسیر الشہادۃ
۱۶۶	غلط بیانیوں کے نمونے	۱۳۴	التفسیر علی بعض سورۃ القرآن
	ادعا نبوت	۱۳۵	کتاب السیرۃ
		۱۳۵	الہدی النبوی

- ۱۶۸ انہدام قنبہ نبوی ۱۸۰
 ۱۶۰ ایک واقف کار انگریز کی شہادت ۱۸۲
 ۱۶۸ چھٹا باب :- ماخذاور لٹریچر ۱۸۵
-

انکار حدیث
 تکفیر و قتال مسلمین
 عام غلط بیانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقیب

(۱)

قدرت کے کارخانے بھی عجیب و غریب ہیں، لکھنے والے نے حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک تجدید و امامت اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کی سرگزشت قلمبند کرنا چاہی اور مرتب ہو گئی، شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی سیرت: اس عجیب و غریب واقعے کی مختصر سرگزشت یہ ہے کہ ۳۵۰ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے دو طالب علموں نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت سید احمد شہید بریلویؒ اور مولانا مصلیٰ شہیدؒ رحمہما اللہ رحمۃ الابرار الصالحین المجاہدین من عبادہ کی چلائی ہوئی تحریک تجدید و امامت کی مکمل تاریخ مرتب کی جائے، ایک نے حضرت سید صاحبؒ کی سیرت اپنے ذمہ لی اور دوسرے نے بالا کوٹ کے مشہد سے اپنا سفر شروع کرنے کا ارادہ کیا۔

دونوں نے اپنا اپنا کام شروع کیا، ان میں جو باہمیت، صاحب اور سرایا اخلاص و جہاد تھا، اُس نے سیرت سید احمد شہید مرتب کر لی (۱۹۳۷ء) میرا اشارہ اپنے مخلص دوست مولانا ابوالحسن سیّد علی حسینی ندوی (استاذ تفسیر و ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء) اور ان کی تصنیف سیرت سید احمد شہید کی طرف ہے جو اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے، اور ایک قلیل مدت میں اس کے دو اڈیشن نکل چکے ہیں۔

دوسرے اہل اہم نے بھی اپنا کام شروع کیا، لیکن قدم قدم پر رکاوٹیں پیش آئیں، نشانِ راہ دھندلا ہو چکا تھا، جاننے والے اور دیکھنے والے ابدی بیند سوچے، تھے۔ سینے والوں پر اب تک ہیبت طاری ہے۔ لیکن قلم کا مسافر اپنی منزل کو نہیں بھولا، تلاش و جستجو کے ابتدائی نمونے مرحوم ”الضیاء“ (شعبان ۱۳۵۳ھ - نومبر و دسمبر ۱۹۳۳ء)؛ الحركة الوهابیة (السیاسة) اور ”الہدای“ پٹنہ (اپریل و مئی ۱۹۳۳ء) و صابریہ ایک دینی و سیاسی تحریک) میں شائع ہوئے اور مخصوص حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

دورانِ بحث و تمحیص میں نجد کی وہابی تحریک (جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے) کا ذکر بار بار نظر سے گذرا اور ایسی غلط بیانیوں اور افتراء پر دواڑے سے دو چار ہوا کہ بارائے ضبط نہ رہا، سب سے بڑی غلط فہمی جس میں دوسرا اور دشمن دونوں مبتلا ہیں یہ ہے کہ ہندوستان کی تحریک وہابیت یعنی حضرت سید صاحب کی تحریک، تجدید و امامت نجد کی وہابی تحریک ہی کی

ایک شاخ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دونوں تحریکوں کا ماخذ ایک مقصد ایک اور دونوں کے چلانے والے کتاب و سنت کے علمبردار اور بحیال سرگرم مجاہد تھے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر بالکل اٹل ہے کہ ایک کا دوسرے سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یعنی ایک نے دوسرے کی تعلیمات سے بالکل فائدہ نہیں اٹھایا۔ دونوں دعوتیں الگ الگ اپنے مخصوص ماحول اور مقتضا کے مطابق پھیلیں اور چھولیں۔ اس لئے اصولی اتحاد (یعنی کتاب و سنت کی طرف لوٹنے کی دعوت) کے باوجود دونوں پر اپنے اپنے مخصوص مقامی اثر کی چھاپ بھی محسوس ہوتی ہے۔ اور جزئیات میں ایک دوسرے سے کافی متضاد بھی رکھتی ہیں۔ (جس کی تفصیل اپنی جگہ پر آئے گی)۔

ہم نے ابھی کہا کہ نجد کی تحریک و دعوت و تجدید کے متعلق ایسی غلط بیانیوں نظر سے گزریں، کہ یا ر اے ضبط نہ رہا، اور اسی بے اختیار میں عاجز نہ رہیں۔ ترتیب کتاب کے دو حصے کر دئے، شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کی سیرت اور دعوت سے متعلق یہ صفحے، اس مجوزہ کتاب کی پہلی جلد کی حیثیت رکھتے ہیں، دوسری جلد ہندوستان کی تحریک تجدید و امامت کی مکمل تاریخ پر مشتمل ہوگی، جس میں حضرت سید صاحب کی شہادت (۱۲۶۱ھ) سے لے کر ۱۸۵۷ء تک کی تمام سرگرمیوں، قربانیوں اور خدمات کا گہرا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ کے فضل سے پوری جماعت کی مکمل تاریخ کا مواد فرہم ہو چکا ہے اور سلسلہ اب تک جاری ہے، امید کرتا ہوں کہ ہندوستانی و صاحبیت (عرف عام کی زبان میں) کی تاریخ اب زیادہ وقت نہ لے گی۔

(۲)

اس سلسلے میں ایک چیز کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے ”نجدی و ہدایت“ یا ہندوستانی و ہدایت“ کی تاریخ مرتب کرنے سے ہماری غرض اس بات کی تبلیغ نہیں کہ حق و صداقت انھیں دونوں جماعتوں میں محدود ہیں یا یہ کہ مختلف ادبی و مذہبی ”اسکولوں“ کی طرح، ان جماعتوں کو ہم ایک خاص مشرب یا اسکول کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ ممکن ہے ان جماعتوں کے بعض سرگرم داعیوں یا پرچوش مفقذوں کا ایسا خیال ہو، لیکن ہم اس ”تخریب“ کو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں حد درجہ مضر سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حق صرف کتاب و سنت کی پیروی میں ہے، ہم رشد و ہدایت کو کسی فقہی مذہبی، یا ملکی جماعت کا اجارہ نہیں سمجھتے، یہ نہ نجد کی زر خرید ہے نہ ہندوستان کی۔ اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات واضح اور نمایاں ہیں جو ان پر ٹھیک ٹھیک چلے گا، وہ ہدایت و نلاح سے شاد و کام ہوگا۔

نجد اور ہندوستان کی ان دونوں جماعتوں کی تاریخ مرتب کرنے اور اُن کے دھندلے نقوش کے اُجاگر کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ باتیں اور تیرھویں صدیوں کے دو مشہور مصلحوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کی سیرت ہمارے آنکھوں کے سامنے آجائے، کہ ہم ان کی زندگیوں سے سبق حاصل کر سکیں، ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان صدیوں میں صرف یہی دو مصلح پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۱ھ - ۱۲۴۶ھ) اور

(۱) یعنی ہم حق کو نہ اندازہ کی تعلیم میں مصروف سمجھتے ہیں نہ دوسرے، ازہر یا اندوہ کے شیوخ اور

طرابلس میں محمد بن علی سنوسی (۱۲۰۲ھ - ۱۲۶۰ھ) بھی اپنی شانِ تجدید و اصلاح کے لحاظ سے انتہائی ممتاز حیثیت کے مالک ہیں، گو کہا جائے گا کہ حضرت سید صاحبؒ کی دعوت، حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی پکار کی آواز بازگشت تھی۔ یہ مان لینے کے بعد بھی حضرت سید صاحبؒ کی انفرادی خصوصیت باقی رہتی ہے، اسی طرح اصلاح و تجدید کے دوسرے رنگ میں سید جمال الدین افغانی (م ۱۳۱۵ھ) اور امیر عبدالقادر جزائری (م ۱۳۱۸ھ) بھی ایک بڑی جماعت کی عقیدت و محبت کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور بجا طور پر۔۔۔

اسی طرح ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ نجد اور ہندوستان کی یہ دونوں جماعتیں معصوم ہیں اور ان سے غلطیاں اور کوتاہیاں نہیں ہوئیں اہل نجد کے بارے میں تو غلو اور شدت کا شکوہ دوستوں کو بھی ہے ہمارا کہنا صرف یہ ہے کہ یہ مخلص جماعتیں تھیں، جو اللہ کے نام پر اٹھیں اور اپنی استطاعت بھر اعلیٰ کلمۃ اللہ میں انہوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آپ اس نظر سے ان کے کاموں کا جائزہ لیجئے، سنی سانی باتوں، دشمنوں اور جاہل مولویوں اور صوفیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر غلط رائے قائم کر لینا طالعِ حق کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ ہم نے اس کتاب میں ”اے زنی“ سے مفقود بھرا حقیاط برتی ہے، امکان چھان ہیں اور زیادہ سے زیادہ مستند مآخذ کی بنیاد پر ہم نے حالات و معتقدات کے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے، اگر کامیابی ہوئی تو یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے

بقیہ صفحہ (۴۱) اکابر کی پیروی میں، ورنہ پیشوائی کو کسی خاندان (خواہ وہ سادات) کا خاندان ہو یا شوخ کا یا شرفِ عجم کا) یا ملک (خواہ وہ مجاہد نجد ہو یا ہندوستان یا افغانستان) کا موروثی حق خیال کرتے ہیں

ورنہ ایک پیچ میرزا علی سلم سے غلطیوں اور فروگزاشوں کا رہ جانا بعینہ نہیں۔

آخر میں، اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ نیت و عمل میں اخلاص اور اس حقہ کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

پٹنہ

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ عَاجِز

مَسْعُودِ عَالَمِ ندوی

تازہ قلم :-

افسوس کہ یہ مسودہ تین سال دارالمصنفین میں پڑا رہا۔ اور کاغذ کی کمیابی کے باعث طباعت کی نوبت نہ آئی، اب محب عزیز مولوی محمد یونس صاحب کی فرمائش پر دارالاشاعت نشاۃ ثانیہ کے حوالہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ کے کہ اب مزید تاخیر نہ ہو۔

مَسْعُودِ عَالَمِ

دارالعروبہ جالندھر
۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۶ھ

عرض مؤلف

سیرت محمد بن عبد الوہاب کی ترتیب کا کام عاجز نے شوال ۱۳۵۹ھ (نومبر ۱۹۴۷ء) ہی میں شروع کر دیا تھا، لیکن ملازمت کی مشغولیت کے باعث زیادہ وقت نہ دے سکتا تھا، تاہم آہستہ آہستہ کام ہوتا گیا اور شوال ۱۳۶۰ھ (نومبر ۱۹۴۸ء) میں کتاب کا خاکہ تیار ہو گیا، مگر کتابوں کی کمی کے باعث مسودہ مکمل کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اور جب کچھ لکھا، تو کچھ اور کتابوں کے ملنے پر کافی تک و اصلاح کی ضرورت پڑی، اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری ہے، پھر بھی انتہائی تلاش و جستجو کے باوجود بعض ضروری اور اہم کتابیں مل سکیں جن کا ذکر ماخذ کے ضمن میں آگیا ہے۔

جن بزرگوں اور دوستوں نے کتابوں کی فراہمی اور اُن کا پتہ دینے میں ہماری مدد کی، ہم اُن کے دل سے شکر گزار ہیں، اس سلسلے میں خاص طور پر جناب ڈاکٹر عظیم الدین صاحب پٹنہ پروفیسر سید حسن عسکری، پٹنہ، مولانا عبد الرحمن کاشغری ندوی، کلکتہ، مولانا یحیٰ محمد داؤد صاحب غزنوی لاہور، ڈاکٹر شیخ محمد عنایت اللہ صاحب لاہور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب، حیدرآباد، شرف الدین واولادہ ممبئی، مولانا عبد المجید صاحب حیرری، بنارس، پروفیسر محمد اکبر ندوی، کلکتہ، یونیورسٹی، جکیم حافظ یوسف حسن خاں صاحب، بہار، شریف (پٹنہ) کا دلی شکریہ

ادا کرنا میرے لئے ایک خوشگوار فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اگر ان بزرگوں اور دوستوں کی مدد نہ ہوتی تو بہتیری کیا اب اور چھاپ باہر
OUT OF
PRINT کتابوں کا جمع کرنا میرے لئے بہت دشوار ہوتا۔

اس موقع پر ایک مجددی عالم شیخ محمد عمران بن محمد بن عمران (ساکن ریاض - نجد) کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے بمبئی میں اس کتاب کی تالیف کا حال سن کر پہلے سلام محبت سے یاد کیا، پھر بنا رس ہوتے ہوئے بیٹنہ تشریف لائے اور دو دن غریب خانہ کو رونق بخشی، وہ اوسط درجہ کے لکھے پڑھے آدمی تھے، لیکن شیخ ابن عبد الوہاب کے ساختہ و پرداختہ نجد کے ایک فرد، وہی اتباع سنت، وہی تقویٰ، وہی جوش عمل جو اس جماعت کا طرہ امتیاز سنتے آئے ہیں کم از کم ہندوستان میں اس درجے کے اشخاص بہت کم دیکھنے میں آئے۔ ان سے ہمیں بہت مدد ملی، متاخرین علماء نجد کے سینن وفات کی یقین انہوں نے اپنے حافظہ سے کی اور پورے یقین کے ساتھ، پھر بھی جہاں کہیں ہم نے ان کی روایت پر اعتماد کیا ہے، حوالہ دے دیا ہے۔

(ب)

کتاب کے مطالعہ کے دوران میں مندرجہ ذیل گزارشیں پیش نظر رہیں تو رقم کے امتنان کا سبب ہو گا۔

(۱) حوالوں میں طوالت سے بچنے کے لئے بسا اوقات صرف مصنف کے نام پر اکتفا کیا گیا ہے، کتابوں کی یقین مآخذ سے ہوسکے گی۔

(ii) ہجری اور عیسوی سن کے تطابق کی مقدار بھرکوش کی گئی ہے لیکن جہاں ٹھیک ٹھیک دن اور ماہ کی تعیین کے ساتھ تاریخ نہیں معلوم ہو سکی ہے، وہاں ہجری سنہ کے مقابلے میں دو عیسوی سنہ دئے گئے ہیں۔

(iii) جہاں کہیں شیخ الاسلام اور شیخ کے لفظ بلا کسی نام کے آئے ہیں، وہاں مراد شیخ محمد بن عبد الوہاب ہیں، اسی طرح آل شیخ سے اُن کی اولاد و احفاد مراد ہیں۔ گو اس جماعت کے لڑکچر میں شیخ الاسلام کا لقب عام طور پر امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(iv) عربی اور انگریزی عبارتوں کے ترجمے اور اقتباس میں حرف بہ حرف لفظی ترجمہ کا التزام نہیں کیا گیا ہے، البتہ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اصل کا مفہوم ترجمہ یا اقتباس میں ٹھیک ٹھیک ادا ہو جائے۔

(v) یورپی اعلام کے تلفظ میں غلطی کا امکان ہے۔ اگر کہیں ایسی چوک یا لغزش نظر آئے، تو راقم کو مطلع فرما دیا جائے، تصحیح کسی قسم کی بھی ہو انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

(۱)

ذاتی حالات

جزیرۃ العرب مسلمانوں | عرب کے ریگستانیوں نے گولیل و نہار کے ہزاروں تنہا
 کے دورِ عسروج میں | دیکھے ہیں، مگر شاید اس تماشے سے بڑھ کر کوئی تماشہ
 نہ ہو گا کہ تاریک ذروں نے ایک چمکنے سورت (وجودِ نبوی) کے پرتو سے روشن
 ہو کر ساری دنیا کی آنکھوں کو اپنی چمک دمک سے روشن کر دیا، اور خود ان کے
 گوشہ گوشہ کو مطلع انوار بنا دیا اور عین اس وقت جب وہ دشتِ جبل اور بحر و بر
 کو منور کر چکے خود ایسے ماند پڑ گئے کہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، یہ کیوں؟
 اس لئے کہ ان قوموں نے جو اس نور سے منور ہوئیں یہ سمجھا کہ ان ریگستانی ذروں کی
 تابانی کے مقابلے میں ان کی چمک اور تابانی نگاہوں کو خیرہ بنا سکیں گی، اس لئے
 ان کا تاریک اور ماند ہی رہنا اچھا ہے۔

(سید سلیمان ندوی، معارف، نوبر ۱۳۲۵ھ)

یہ تو بنو امیہ کے دورِ حکومت ہی میں حجاز کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی، دمشق
 کے شاطروں نے حرمین کو پیر زادوں کی خانقاہ بنا دی، اور پھر آؤ علم خراسانی کی
 تلوار نے عربوں کی سیاسی قسمت ہی کا فیصلہ کر دیا، (۱۳۳۵ھ) اور جو عباسی سلطنت

اس کے بل بوتے پر قائم ہوئی، رفتہ رفتہ عجمی شہنشاہی بن گئی، مقتصد (۲۱۸ھ - ۲۳۳ھ) کے دور میں ترکوں نے زور پکڑا، اور پھر تخت و تاج نے ان کے قدم لئے، نزدیک اور دور سیسیوں، سلطنتیں بنیں اور بگڑیں، پر غریب عرب کا اس تنگ و تاز میں کوئی حصہ نہ تھا۔

مسلمانوں کے عروج کی ان صدیوں میں بغداد اور قرطبہ کی علمی درسگاہیں قائم ہوئیں ازہر (مصر)، زہنونہ (تونس)، اور قرطوبین (فاس) کی مسجدوں سے علم و عمل کے چشمے جاری ہوئے، ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا، سلیمان اعظم (۹۲۱ھ - ۹۶۱ھ) نے دانسٹاکی دیوار ہلا دی، مغلوں نے ہندوستان کو زیر و زبر کیا۔۔۔۔۔ لیکن عرب کا شتر بان اپنے صحرا میں آرام کی نیند سوتا رہا، عثمانی ترکوں نے حجاز پر صدیوں حکمرانی کی، لاکھوں کڑوڑوں کے چڑھاوے دئے، ہتھکے خراج کا شتر حصہ حرمین کی خدمت کے لئے وقف رہا، مجاوروں اور تنولیوں کے لئے منبر الہ و ظیفہ مقرر کئے۔۔۔۔۔ پر عرب کی وادی بغیر ذی ذریعہ میں کہیں علم کا چشمہ جاری نہ ہوا، دفتروں کی زبان ترکی رہی، اللہ اکبر! خلیفہ المسلمین کی حکومت اور مہبطوحی میں غیر قرآنی زبان کا طین و عبرت کا مقام ہے! اس ذلیل دنیا اور بادشاہی نے کیا کیا نہیں کر لیا، ہاں سرکاری زبان ترکی رہی، افسر ترکی رہے، رہے عرب تو سزاروں کی مجاوری اور لگا لگا کر یا پھر ایام جاہلیت کے نمونے پر لوٹ لکھسوٹ ان کا کام رہ گیا تھا۔

محمد بن عبد الوہاب بالاخر جب دنیا پھر تاریکی میں مبتلا ہوئی، مسلمان کتاب و سنت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے، ایک اللہ کی جگہ سیکڑوں معبود بنائے گئے، مصر میں بدو

ورقاعی، عراق و ہند میں عبدالقادر جیلانی، مکہ و طائف میں ابن عباسؓ، یمن میں ابن علوانؓ سے مرادیں مانگی جانے لگیں اور مسلمان ہر شجر و حجر کے آگے جھکنے لگے جب یہ حالت ہو گئی، تو پھر اسی بے آب و گیاہ سرزمین پر پہلے پہل تذکیر و تہذیب کا آفتاب صوفیوں میں ہوا، اور خاکِ عرب کے وہ ذرے جو جہل و شرک کی طغیانی کے باعث ماند پڑ گئے تھے، پھر چمک اُٹھے، اور نجد کے چمنستان سے جو اپنے عرار و خزامی کی عطر بیزی کے لئے مشہور ہے، توحید و کلمہ حق کی ایسی خوشبو پھیلی جس نے تمام عالم کو زعفران زار بنا کر چھوڑا، میری مراد شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) توحید و کلمہ حق کی ذاتِ گرامی سے ہے جنہوں نے اپنی مسلسل اور انتھک کوششوں سے توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا، اور جہاں تک اس مردِ مجاہد کی آواز پہنچ سکتی تھی، اس نے حق و صداقت کا پیغام پہنچایا۔

ابن عبد الوہابؒ کی پیدائش | یوں تو اسلامی دنیا کا فکری زوال آٹھویں صدی کے وقت دنیا اسلام کی حالت | ہجری کے اختتام پر اپنی آخری حد کو پہنچ چکا تھا، اہم تھا و نظر کے دروازے عرصہ ہوا بند ہو چکے تھے، متاخرین کے متون و حواشی اور منہیات علماء کے زیرِ درس تھے، عملی حالت اس سے بھی زیادہ گری ہوئی تھی، لیکن بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں یہ اخطا اس حد کو پہنچ چکا تھا، کہ غیر مسلم بھی عہدِ صحابہ کے حالات سے اس دور کے مسلمانوں کا موازنہ کرتے تو انہیں تعجب

۱۔ تظہیر الاعتقاد عن الامران الاموال محمد بن اسماعیل
میرالصنعانی ۲۔ نجد کے عرار و خزامی زند کا ذکر کلامِ عرب بن بخترتا ہی محمود شکاری لکھی
(۳۴۳ھ) نے اپنی تاریخ نجد (قاہرہ ۱۳۳۳ھ) میں اس سلسلہ کی منظومات کافی نقل کی ہیں (۱۹-۱۰)

دافسوس ہوتا، امریکی اہل قلم اسٹاڈرڈ (جدید دنیا سے اسلام، عربی ترجمہ حاضر العالم الاسلامی ص ۶۰-۲۵۹، ج ۱) کے بیان کے مطابق۔

” مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا، تصوف کے طفلانہ توہمات کی کثرت نے خالص اسلامی توحید کو ڈھک لیا تھا، مسجدیں، دیران اور سنسان پڑی تھیں، جاہل عوام ان سے بھاگتے تھے، اور تعویذ گنڈے اور بالامیں پھنس کر گندے فقیروں اور دیوانے درویشوں سے اعتقاد رکھتے، اور بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے، جن کی پرش بارگاہِ ایزدی کے شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی تھی، کیونکہ ان جاہلوں کا خیال تھا کہ خدا کی برتری کے باعث وہ اس کی طاعت بلا واسطہ ادا نہیں کر سکتے، قرآن کریم کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی تھی، بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی، یہاں تک مقامات مقدسہ (مکہ و مدینہ) بد اعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے، اور حج جس کو رسول اللہ نے فرائض میں داخل کیا تھا، بدعات کی وجہ سے حقیر ہو گیا تھا فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی اگر محمد ص پھر دنیا میں آتے، تو وہ اپنے پیروں کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے۔“

ایک غیر مسلم مبصر کے اس تیار کردہ خاکے میں مسلمانوں کے جو خط و خال نظر آتے ہیں وہ آج بھی بڑی حد تک صحیح ہیں یا نہیں؟ امیٹر سکیب کی رائے میں بڑے سے بڑا دقیق

عالم بھی بارہویں صدی کے مسلمانوں کی اس سے زیادہ صحیح اور واضح تصویر نہیں
کھینچ سکتا تھا۔

طول کلام اگر بار نہ ہو، تو اپنی بد نصیبی کی مزید داستان ایک دوسرے
مغربی مبصر کی زبانی بھی سن لیجئے۔

”اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں کا جوش سرد تھا، نام نہاد خلیفہ کی
ساکھ گر چکی تھی، اور مقبوضہ کے جنوب میں اطاعت تسلیم بھی نہیں کی جاتی تھی
یمن ایک صدی پہلے یہ جو اپنی گردن سے اتار چکا تھا، مکہ کے اشراف
عیسائیوں کی نسبت اپنے سردار کے مقابلہ میں زیادہ سرگرمی دکھانے کو
تیار تھے، یکجہتی جو آج دکھائی دیتی ہے، اس وقت اُس کا احساس
کم تھا، اور روحانی مرکز مکہ مادی عیش و آرام کا شکار ہو چکا تھا، اور تقویٰ
و زہد کے علاوہ وہاں ہر چیز کے لئے رواداری موجود تھی، حالانکہ ہندوستان
میں عیسائیوں کی فتح تنگاموں کے سامنے تھی۔ اور یورپ میں بھی غیر مسلم
طوائف ترکوں کا پانسنہ پلٹ رہی تھیں، لیکن عرب میں ان واقعات کا بہت
کم احساس تھا، اور یہ عام غمیظ و غضب جس کا مظاہرہ آج فرانس، برطانیہ
اور روس کے خلاف کیا جا رہا ہے، اس وقت بالکل مفقود تھا، جہاں غصہ
نہیں وہاں جوش نہیں، چہ جائیکہ تبلیغی کوششیں ہوں، (خلاصہ یہ کہ) اس
وقت اسلام کا رخ تنزل کی طرف تھا، اور یہ تجدید جس کی اہرانیسویں صدی

۱۔ حاضر العالم الاسلامی جلد ۱ ص ۲۶۰ (حاشیہ) ۲۔ ۱۹۰۴ء میں یہ کتاب تالیف
ہوئی۔

عیسوی میں افریقہ اور چین تک پہنچ کر رہی، اس وقت اس کی پیشین بینی
نہیں کی جاسکتی تھی۔

(نجد ابن عبد الوہاب سے پہلے) بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں اسلامی دنیا اور مقامات
مقدسہ کا جو حال تھا، اس کا ہلکا سا اندازہ اوپر کے بیانات سے ہوا ہوگا، لیکن
جزیرۃ العرب کے قلب (نجد) کی حالت اور کبھی خراب تھی، کم سے کم جو کہا جاسکتا
وہ یہ کہ اہل نجد اخلاقی انحطاط میں حد سے گزر چکے تھے، اور ان کی سوسائٹی میں
بھلائی، برائی کا کوئی معیار نہیں قائم رہا تھا، مشرکانہ عقیدے صدیوں کے تسلسل
سے اس طرح دلوں میں گھر کر چکے تھے، کہ ایک بڑا طبقہ انہی خرافات کو دین صحیح کا منہ
جانتا تھا، اور غلط یا صحیح وہ اپنے آباؤ اجداد کی روش سے مٹنے کے لئے تیار نہیں تھے
جبیلہ (وادی حنیفہ) میں زید بن خطاب کی قبر کی پرستش ہوتی تھی، درعبہ
میں بھی بعض صحابہ کے نام سے قبریں منسوب اور قبیلہ عجم کی جاہلانہ عقیدت کے مرکز
بنے ہوئے تھے، وادی غمیرہ میں ضرار بن ازور کا قبیلہ بدعتوں کی نمائش کا دہن رہا
تھا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بلیدۃ الفدا میں ایک پرانے درخت کے کٹا ہوا
مرد اور عورتیں جو سلوک کرتی تھیں، ان کے بیان سے زبانِ قلم قاصر ہے، خلاصہ
یہ کہ ماہویں عورتیں اولاد کی تمنا میں اس درخت سے ہمکنار ہوتیں، نیز درعبہ کے
پاس ایک غار تھا، جہاں حد درجہ شرمناک برائیاں ہوتی تھیں۔

Hoqarh Penetration of Arabia

۱۵

۱۵ نجد کی بدعات کا ذکر تمام تاریخوں میں آتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(الف) روضۃ الافکار والاہتمام لمرئاد حال الامام وفتاد غزوات ذوی الاسلام

(یہ سب کچھ دین اور مذہب کے نام پر ہوتا تھا، اور جو دو چار اشخاص فقہ و حد سے بہرہ ور تھے اپنے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہمت نہیں پاتے تھے، آخر علماء نجد دنیا کے علماء سے الگ تو تھے نہیں!)

سیاسی حالت اور خراب تھی، خانہ جنگی اور بد حالی عام تھی، شمالی نجد (جبل شمر) قبیلہ لے اور حسان بنو خالد کا زور تھا، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عینہ کی امارت حاکم بنو خالد کا اقتدار مانتی تھی، درعیہ میں قبیلہ عنترہ کے قدم جم رہے تھے، درعیہ سے قریب منقوصہ میں دواس کی الگ امارت قائم ہو گئی تھی، نجد کا چھوٹا سا علاقہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا، (فلبی ص ۶۷)

(لقبہ صفحہ ۱۵) شیخ حسین ابن غنام (شاگرد و معاصر شیخ الاسلام م ۱۲۲۵ھ) (ص ۱۶۷)

(دب) عنوان المجد فی تاریخ نجد ص ۶ تالیف عثمان بن بشر النجدی (م ۱۱۷۷ھ)
(یہ دو کتابیں تاریخ نجد پر ام اور اصل کا حکم رکھتی ہیں)

(ج) الہدایۃ السنیۃ والختۃ الوہابیۃ النجدیۃ مرتبہ سلیمان بن سحمان (ص ۶۷)

نیر تبرئۃ الشیخین الامامین (سلیمان بن سحمان ص ۱۶ ص ۱۶)

(ح) (Arabia) از فلبی (دی ماڈرن ورلڈ سیریز ۱۹۳۱ء) ص ۵۷ فلبی

اور ابن سحمان کا ماخذ بھی ابن غنام ہی کی کتاب ہے۔

۱۷ عرب کے مختلف حصوں اور خاص کر نجد کا جغرافیہ ذرا شکل سے سمجھ میں آتا ہے، ہمارے ہاں جیسی صوبہ اور ضلع اور مرتب تقسیم ان کے ہاں نہیں ہے اور نہ موجودہ دور سے پہلے ملک میں کوئی قابل ذکر سیاسی وحدت تھی، مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ نجد کے تین بڑے بڑے حصے ہیں۔

(۱) شمال مغربی حصہ جس کا نام شمر ہے، اس کے مشہور شہر حائل اور القصیر ہیں۔

خاندان | اس پر آشوب دور اور ناموافق ماحول میں محمد بن عبدالوہاب نے آنکھیں کھولیں، عینہ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، (۱۱۱۵ھ) ان کے جد امجد سلیمان علی بن مشرف (م ۱۰۷۹ھ) اپنے زمانہ کے مشہور عالم اور علمائے نجد کے مرجع وادی تھے، مناسک میں ان کی کتاب مشہور ہے، اور السحب الوہابہ کے (۱۰۳) کے بیان کے مطابق مناسک کے باب میں عام طور پر جنابہ اسی پر اعتماد کرتے ہیں، (دیکھو: عنوان ص ۶۲) ان کے چچا ابراہیم بن سلیمان بھی ممتاز عالم تھے، ابراہیم کے بیٹے عبدالرحمن (م ۱۲۰۶ھ) بھی فقیہ و ادیب تھے (عنوان ص ۹) شیخ کے والد عبدالوہاب ابن سلیمان (م ۱۲۵۲ھ) بھی فقہ میں دخل رکھتے تھے، اور ایک

بقیہ صفحہ ۱۶ = (۲) شمالی مشرقی حصہ جس کا نام القسیم ہے اس کے مشہور مقامات غیرہ اور بریدہ ہیں (۳) جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر ریاض ہے جو آج سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے عارض کو حیل یا مہ بھی کہتے ہیں، اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے، اور اس کے گرد و نواح کی زمین وادی حنیفہ اور ہامہ کہلاتی ہے، شیخ الاسلام کی جاکید انش عینہ اور دعوت کامرکز درعیہ دونوں اسی وادی واقع ہیں جو نجد کے قلب کی حیثیت رکھتے ہیں، یہاں کے لئے ملاحظہ ہو: انسائیکلو پیڈیا آف اسلام: لفظ Arabia جلد ۱ ص ۳۷ اور Jedd (جلد ۳ ص ۶۳۷)

سہ قلبی کی قابل قدر کتاب Arabia میں عام طور پر مقامات کا تلفظ صحیح ہے لیکن عینہ کو وہ Araina لکھتا ہے، جو صحیح نہیں بلکہ Uvaina ہونا چاہئے، عام طور پر یورپین مصنف Ayaina یا Avenah لکھتے ہیں (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۴ ص ۷۸: ڈکشنری آف اسلام ۶۵۹) حالانکہ دونوں غلط ہیں،

عرصہ تک عینہ اور حریملا میں عہدہ قضا پر مامور رہے (دیکھو اس سبب الوالد علی خراج
الحنا بلہ (۱۷۱-۱۷۲) سلیمان بن عبد الوہاب (م ۱۲۰ھ) اور ان کے فرزند عبد العزیز
(م ۱۲۶۳ھ) بھی ممتاز علمی حیثیت کے مالک تھے، ۲۳۲ھ میں مصری غارگری کے
وقت وہ حریملا میں موجود تھے، مجبوس کئے گئے اور طرح طرح کی سختیوں سے دو چار
ہوئے ان کا کتاب خانہ نذر آتش کیا گیا، اور مال و اسباب لوٹ لیا گیا، (عنوان
جلد ۱ ص ۲۳۶)

نشو و نما | محمد بن عبد الوہاب آغاز طفولیت ہی سے ذہانت اور قوتِ حافظہ میں ممتاز
تھے، دس برس کی عمر سے پہلے قرآن مجید کے حفظ سے فارغ ہو گئے، اپنے والد سے
فقہ حنبلی کی کتابیں پڑھیں اور بچپن ہی میں حدیث و تفسیر کی کتابیں کثرت سے مطالعہ
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷)، عینہ (بضم عین) عین (چشمہ) کی تصغیر سے، پہلے اس مقام پر کوئی
چشمہ تھا، اب اسے شیخ الاسلام کی نسبت سے بلد الشیخ بھی کہتے ہیں۔ ۵۲ شیخ کی ولادت
۱۱۱۵ھ میں ہوئی اس میں کوئی شک نہیں (ابن غنیم: ج ۳ ص ۳۰: عنوان المجلی جلد ۱ ص ۱۳۸)
بعد کے لکھنے والوں میں احمد بن زینی و حلان (الدرر السنیۃ ص ۴۲: خلاصۃ الکلام ص ۲۲۹)
نے ۱۱۱۵ھ اور امیر شکیب (حاضر جلد ۲ ص ۱۶۱) نے ۱۱۱۶ھ تاریخ ولادت بتلائی ہے
جو غلط ہے اسی طرح HUGHES (ڈاکٹری آف اسلام ص ۶۵۹) ولفرڈ بلنٹ
(۱) پلگریج ٹونج (ضمیمہ) ص ۲۵۱ زویر ARABIA THE CRADLE OF
۱۵۷۸-۸۶ وغیرہم نے تاریخ ولادت ۱۱۶۹ھ لکھی ہے، جو یکسر غلط ہے ہوگا (تھ ص ۳)
نے بھی سال ولادت غلط (۱۶۹۶ھ) دیا ہے اور انھیں مآخذوں کی پیروی میں
اپنے بھی ٹھوکر کھاتے ہیں، قاضی عبدالغفار صاحب نے آثار جمال الدین (ص ۳۳۶) میں دو

کیس ان کے والد عبد الوہاب ہونہار لڑکے کی ذہانت اور استعداد سے متعجب ہوتے،
 ان کا بیان ہے کہ محمدؐ کی تدریس کے دوران میں وہ خود بھی اپنے ہونہار بچے کی
 ذہانت اور وسعتِ معلومات سے مستفید ہوئے، شیخ عبد الوہاب اپنے بیٹے کے
 علم سے اس قدر متاثر تھے، کہ نو عمری کے باوجود انھیں امامت کے لئے آگے بڑھانے
 کم سنی ہی میں شادی ہوئی، اور فریضہ حج سے مشرف ہوئے، مدینہ منورہ میں دو
 ماہ قیام کے بعد عینہ واپس ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تحصیلِ علم میں مصروف
 ہو گئے، یادداشتیں اور علمی کتا ہیں نقل کرتے، اتنی محویت ہوتی کہ ایک ایک نشست
 میں بیس بیس صفحے لکھ جاتے، (ابن غمام ص ۳)

علم کی راہ میں | ابن عبد الوہاب قدرت کی طرف سے غیر معمولی حساس دل لے کر آئے
 (بقیہ حاشیہ ص ۱۸) تا یہیں (۱۶۹۱ھ اور ۱۷۰۱ھ) دی ہیں اور دونوں غلط ہیں، بروکلین
 (ذیل: ۵۳۶۲) نے جائے ولادت الحوط بتائی ہے، جو عینہ سے قریب ہی واقع ہے۔

۵ (الف) شیخ کا پورا نسب نامہ یہ ہے:-

محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن مشرف الخ

(ب) السحب الواہل علی ضرائح الحنابلہ (مخطوطہ مشرقی کتب خانہ پٹنہ) میں اس خاندان کے

مندرجہ ذیل افراد کے حالات ملتے ہیں،

۱۔ سلیمان بن علی بن مشرف (ص ۱۰۳)

۲۔ ابراہیم بن سلیمان بن علی (ص ۱۰۷)

۳۔ عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن سلیمان بن عبد الوہاب بن عبد الغزیز بن سلیمان (ص ۱۲۳)

۴۔ عبد الوہاب بن عبد اللہ بن عبد الوہاب بن مشرف (ص ۱۲۵)

تھے، اپنے ارد گرد نجد کے شہروں اور بستیوں کی حالت دیکھ دیکھ کر کبیرہ خاطر ہوتے، عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا، خود اہل علم کی حالت ناگفتہ بہ تھی، محمد اپنے والد عبدالوہاب سے جو نجد کے علما میں ممتاز تھے جو کچھ حاصل کر سکتے تھے، اس میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی، لیکن ہونے والے مصلح اور مجدد کی پیاس دو چلو پانی سے کس طرح بجھ سکتی تھی؛ حج سے مشرف ہو چکے تھے، حجاز کی مرکزیت دل میں گھر کر چکی تھی، طلب علم کا خیال آتے ہی حجاز کا ارادہ ہوا، پر جوش نوجوان کی عمر کوئی بیس برس کی ہو گی، کہ لیلائے علم کے شوق میں اُس نے وشت نور دی کی ٹھانی، اور حجاز کا رخ کیا (۱۳۵ھ تقریباً)

دوبارہ حج بیت اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت سے مشرف ہو کر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تحصیل علم میں منہمک ہو گئے، خاص طور پر نجد کے مقام مجعد کے ایک مشہور عالم عبداللہ بن ابراہیم بن سیف (جو جواری رسول میں جا کر بس گئے تھے) کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔

شیخ عبداللہ بن ابراہیم نجدی (مدنی) کی جلالتِ قدر اور اخلاص کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے، جو خود شیخ محمد بن عبدالوہاب کی زبانی منقول ہے شیخ کہتے ہیں:-

”میں ایک دن ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ انھوں (عبداللہ بن ابراہیم)

عبداللہ بن ابراہیم بن سیف اپنے وقت کے مشہور فقیہ تھے، شام جا کر مشہور جناب عالم شیخ ابوالوہاب جناب (م ۱۲۷ھ) سے استفادہ کیا، ان کے بیٹے ابراہیم بن عبداللہ بن ابراہیم (م ۱۱۸ھ) بھی شہرہ عالم تھے ان کی کتاب العذب المفصل فی شرح الفیۃ الفرائض مشہور (السحاب المذہبۃ)

نے فرمایا، تمہیں وہ ہتیار دکھاؤں، جو میں نے اہلِ مجوس کے لئے تیار کیا ہے؟ میں نے کہا ”ضرور“ تو مجھے وہ ایک کمرے میں لے گئے، جہاں کتابوں کا انبار تھا ۱۰ اور بولے ہم نے ان لوگوں کے لئے یہی ہتیار فراہم کئے ہیں، (عنوان ص ۷)

شیخ عبد اللہ بن ابراہیم ہی کے توسط سے شیخ محمد حیات سندھی سے تعارف حاصل ہوا جو اس وقت مدینۃ الرسول میں حدیث و سنت کے مسلم استاد تھے، ابن عبد الوہابؒ ان کے مخصوص شاگردوں کے حلقہ میں داخل ہو گئے اور عرصہ تک خدمت میں حاضر رہے، اسی سلسلہ میں شام کے نامور عالم شیخ علی داغستانی (م ۱۱۹۹ھ) سے بھی روایت کا ذکر کیا جاتا ہے، جو قرین قیاس معلوم نہیں، نا، (الزہراء، رجب ۱۴۵۷ھ) اسی طرح مدینہ منورہ کے مشہور محدث محمد بن سلیمانؒ ۱۵ محمد حیات سندھی (م ۱۱۶۳ھ) سلک الدرر جلد ۴ ص ۳۴؛ ۱۶۵ھ عنوان المجد جلد ۱ ص ۲۵ بروکس (ذیل جلد ۲ ص ۵۲۲) نے سنہ وفات کی تعیین نہیں کی ہے، صرف ۱۱۵۷ھ کے بعد پر اکتفا کیا ہے، مولوی اسلم صابو جیوری (تاریخ نجد ص ۳۱، ح ۱) نے تاریخ وفات ۱۱۳۵ھ لکھی، جو صحیح نہیں۔

۱۲ شیخ علی داغستانی اپنے عہد کے علمائے دمشق میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک قیام پذیر رہے، شیخ محمد حیات سندھی سے روایت حدیث کی اور سیوہ ان سے مستفید ہوئے ۱۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ تحصیل علم کو آئے اور ایک مدت وہاں قیام پذیر رہے، ۱۱۵۷ھ میں لوٹ گئے (سلک الدرر ج ۳ ص ۲۱۵) شیخ کے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں ان کی عمر بہت کم رہی ہوگی اس لئے اُن سے شیخ کا مستفید ہونا

کردی مدنی (م ۱۱۹ھ) سے بھی استفادہ کا ذکر بعض تاریخوں میں آتا ہے لیکن مستند
اور معاصر تاریخوں کی خاموشی کے علاوہ سنین اور واقعات بھی اسکے خلاف شہادت
دیتے ہیں،

استاذ محترم مولانا سیلیمان ندوی مدظلہ (سلاطینِ سنجی کا مذہب، معارف
نومبر ۲۴ء) نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۶ھ) اور شیخ الاسلام دونوں کا
منبع فیض ایک (مسجد نبوی) بتایا ہے، صلی چشمہ (کتاب سنت) کے انتخاب کے
تساوی و سگاہ (مسجد نبوی) کے ایک ہونے میں بھی شبہ نہیں لیکن اسناد کی شرکت کا
پتہ نہیں چلتا۔

امیب تبوتونی (الرحلة الحجازیہ ص ۷۷) مکہ مکرمہ میں بھی تحصیل علم کا ذکر
کرتا ہے لیکن کسی مستند روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی،

(بقیہ حاشیہ ص ۲) قرنِ قیاس نہیں معاصرین میں محب الدین خطیب (الزہراء: رجب
۱۱۵ھ) اور محمد حادق (اثر الدعوة الوہابیۃ فی الاصلاح الدینی: ص ۷۷) نے اس کا ذکر کیا ہے
۱۱۵ھ محمد بن سلیمان کردی مدنی (م ۱۱۹ھ)؛ ابنِ غنّام اور ابنِ بشر نے محمد بن سلیمان کردی
کی شاگردی کا ذکر نہیں صرف احمد زینی دحلان (الدر السنیۃ ص ۷۲، ۷۳) نے شیخ کردی کی شاگردی
کا ذکر کیا ہے اور بڑے زور و شور سے؛ دحلان کی اس کتاب خلاصۃ الکام فی امراء البلد الحرام
میں اس درجہ غلط بیانیوں بلکہ فتراپدازیوں ہیں کہ اس غیر ضرور روایت پر بھی یقین کرنے کو بھی نہیں چاہتا
مزید یہ کہ سنین کی شہادت بالکل خلاف ہے، محمد بن سلیمان کردی ۱۱۹ھ میں سرٹھ سال کی عمر پر
فوت ہوئے (سلك الدردر جلد ۴ ص ۲-۱۱۱) تو گویا ان کی ولادت ۱۱۳ھ کے لگ بھگ
ہوئی ہوگی، اس طرح پر شیخ کے زمانہ تحصیل میں یہ بھی بالکل نوعمر ہوں گے اور ان سے شیخ کا مستفید
ہونا ناممکن ہے۔

دعوت تبلیغ | ابن عبد الوہاب کچن ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف
مائل تھے ابھی وہ عینیبہ میں فقہ و حدیث کی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے، کہ بدشا
ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے، اور جہاں کوئی عمل اصول دین کے خلاف پاتے فوراً
نہی عن المنکر کے فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرتے۔

مدینہ منورہ میں محمد حیات سندھی اور علی بن ابراہیم بن سیف نجدی سے استفادہ
کے بعد حدیث پر نظر ہوئی، اور پھر چاروں طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو انھیں دنیا گمراہ
کی سیاہ چادر میں لپیٹی ہوئی نظر آئی، جہاں تک پہنچتا ہے، شیخ نے سب سے پہلے
اسی زمانہ میں استفادہ کے خلاف آواز بلند کی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر طہر
کے پاس جاہلوں کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر ان سے ضبط نہ ہو سکا، ایک مرتبہ وہ حجرہ
نبوی کے پاس کھڑے تھے، اور سامنے بدعات کا بازار گرم تھا اتنے میں ان کے
استاذ محمد حیات سندھی آگے، شیخ نے پوچھا: ان لوگوں کے متعلق آپ کیا کہتے
ہیں؟ استاذ نے جواب دیا: اِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَّبِعٌ مَا هُمْ فِيْهِ وَبَاطِلٌ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

بصرہ میں یہ جذبہ اور تیز ہو گیا، نہی عن المنکر بلا خوف کرتے جس کے پاداش

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳) کہ شیخ الاسلام کو بصرہ سے آگے جانے کا موقع نہ ملا، بغداد، شام یا مصر

کے سفر کا کوئی ثبوت نہیں RICHARD CODE بھی THE ARAB'S PLACE

IN THE SUN (۱۶) دمشق، بغداد، اور ایران کے سفر کا ذکر کرتا ہے، جانے ان غلط

قیاس آرائیوں کی بنیاد کیا ہے؟

(۱) عنوان المجدد ص ۷۔

میں انھیں طرح طرح کی تکلیفیں جمیلنا پڑیں، اور آخر انھیں بصرہ چھوڑنا پڑا، یہی نہیں بلکہ ان سے تعلق اور ہمدردی کے جرم میں شیخ محمد مجموعی کو بھی ستایا گیا، بدبختوں نے انھیں ٹھیک دوپہر کے وقت نکالا تھا، بیچارے اسی حال میں زبیرؑ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے ہی میں پیاس کے مارے حلق میں کانٹے پڑ گئے، آخر ایک با خدا انسان ابو حمید انامی نے (جو کرایہ کے گدھے رکھتا تھا) دست گیری کی اور پیاس بجھائی، نیز اپنے گدھے پر سوار کر کے زبیرؑ پہنچا دیا، (عنوان ص ۷)

یہ سب دعوت کی ابتدائی منزلیں تھیں، اور تمہیدی کام تھے، جہیلا واپسی کے بعد انھوں نے بدعات کے استیصال اور توحید و اخلاق کے عام کرنے کا متمم ارادہ کر لیا، دعوت کی بنیاد توحید کی پاکیزگی پر رکھی، اور عبادت کسی قسم کی ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص کرنے پر زور دیا، کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا بول بالا، ان کا شعار تھا، صدیوں کے بگڑے ہوئے اخلاق کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں، وہ بدوؤں سے چوری رہ زنی، مکاری لوٹ مار کی بُری عادتیں چھڑا کر ان میں راست بازی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا چاہتے تھے، جاہلوں کے غلط عقیدوں کی اصلاح انھیں معبودانِ باطل، قبہ و قبر سے ہٹا کر معبودِ حقیقی کی درگاہ میں لا کھڑا کرنا ان کا مقصود تھا، پر یہ ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہ تھی، اس کے لئے ایمانِ خالص اور سچی عزیمت کی ضرورت تھی، اس راہ میں شیخ کو جن مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا اور جس خندہ پیشانی کے ساتھ انھوں نے اس راہ

سے زُبرِ بصرہ سے قریب ایک قصبہ ہے حضرت زبیر بن عوامؓ کے نام پر آباد ہے اس کے باشندے اس وقت بھی اتباعِ سنت میں ممتاز ہیں۔

کی تکلیفوں کا استقبال کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اوصاف سے پوری طرح متصف تھے۔

توحید کی دعوت دی، غیر اللہ کے آگے سہم کرنے، قبروں و لیوں سے مدد مانگنے نیکو کار بندوں کو معبود ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی، قبروں کی زیارت میں مسنون طریقہ کے خلاف جو بدعتیں رائج ہو گئی تھیں ان کے مٹانے کو عملی قدم اٹھایا..... بس پھر کیا تھا، مخالفت کا سیلاب منڈ آیا، اعزہ اقربا در پیہ آزار ہو گئے، خود باپ کو بھی یہ آداسپند نہ آئی، (عموان مٹ) شیخ نے باپ کے ادب اور اساذی عزت کا پورا لحاظ رکھا، پر جو قدم آگے بڑھ چکا تھا، وہ پیچھے نہ ہٹا، ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی، پر صبر و عزیمت کا کوہ و قار اپنی جگہ سے نہ ٹل سکا، تمام رکاوٹوں کے باوجود انھوں نے اپنی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، اور عارض کے تمام قصبات حریملا عینیبہ، درعیہ، ریاض وغیرہ میں ان کی شہرت پھیل گئی، اور تعلیمات کی اشاعت ہو گئی۔ تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا لیکن والد ماجد کی سہ و مہری کے باعث رفتار سست تھی، ۱۱۵ھ میں والد کا انتقال ہوا، تو پھر دعوت و تبلیغ میں گرمی پیدا ہو گئی، علی الاعلان اتباع سنت اور ترک بدعات کا وعظ کہنے لگے، حریملا کے کچھ لوگ متاثر ہوئے، اور تحریک کے پرجوش معاون بن گئے۔ شیخ کے درس میں حاضر ہونے لگے، اور ان کے مواعظ سے مستفید ہوئے، شیخ کی مشہور تالیف کتاب التوحید اسی دوران میں تالیف ہوئی، (روضۃ الافکار ص ۳۶)

عینیبہ میں ۱۱۵ھ | دعوت و تبلیغ کی ابتدائی منزلیں طے کرنے پر شیخ کو احساس ہوا کہ

۱۔ محمد صادق (ص ۵) نے شیخ عبدالوہاب کو غیر جانبدار بنایا ہے۔

اس افراتفری میں کہ ہر ناجیہ کا حاکم الگ ہے، کامیابی دشوار ہے، خود حریملا۔۔۔
خاندان (قبیلہ) ہمدانی کے لئے دست بگر بیان تھے۔^{۹۲}

ان حالات میں کوئی موثر قدم اٹھانا مشکل تھا، انھوں نے پورے نجد کو ایک امیر اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کا ارادہ کر لیا، وہ سمجھتے تھے کہ کسی امیر (حاکم صباغ) نفوذ و قوت کی ہمدانی حال کے بغیر دعوت کو دور و نزدیک جلد از جلد پھیلانا آسان نہیں، ان خیالات کے پیش نظر انھوں نے عثمان بن حمد بن عمر امیر عینیدہ سے خط و کتابت کی (الزہراء: رجب ۱۲۵۷ھ) اور امیر کو قبولِ حق پر آمادہ پا کر خود بھی عینیدہ منتقل ہو گئے امیر نے اچھی طرح آؤ بھگت کی اور شیخ کو سر آنکھوں پر بٹھایا، جو ہرہ بنت عبداللہ بن عمر سے شیخ کی شادی ہوئی، جس سے ظاہری طور پر تعلقات زیادہ مستحکم ہو گئے شیخ کے سامنے ایک متین مقصد تھا، ذاتی اور خاندانی تعلقات حصول مقصد کا ذریعہ ہو سکتے تھے خود مقصد نہیں تھے، انھوں نے امیر عینیدہ کے سامنے دعوتِ پیش کی توحید کا مفہوم واضح کیا اور اس جلیل القدر مہم میں امداد و تعاون کی درخواست کی، شیخ کے یہ الفاظ یادگار اور قابلِ نقل ہیں، (عنوان ۹)

۱۷ عثمانی حکومت کے دور میں انتظامی آسانی کے خیال سے ملک کی تقسیم ان چار حصوں میں کی جاتی تھی۔

ولایت (صوبہ) لواء (کشتری) قضاء (ضلع) ناجیہ (تخصیص یا سب ڈویژن)

عارض کا شمار ناجیہ میں تھا، آلوسی نے ناجیہ العارض لکھا ہے، (صوبہ اور ضلع

کی ایسی اصطلاحیں ہم نے مقابلہ کے لئے دے دی ہیں)

۱۸ عنوان المجد (۹) میں بعض غلاموں کی شرارت کا ذکر ہے جو شیخ کے قتل کا ارادہ رکھتے

تھے حاشیہ اگلے صفحہ پر

انی ارجوان انت قمت اگر تم لا الہ الا اللہ کی امداد کو آمادہ
بنصرک لا الہ الا اللہ ان ہو جاؤ تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ
یظہرک اللہ تعالیٰ و تمھیں غالب یگا اور بخدا اور اہل بخدا
تملک بخدا اعرابھا کی باگ تمھارے ہاتھوں میں ہوگی،

عثمان کو پیشکش صدق دل سے کی گئی تھی، پراسوس کہ وہ اس پر قائم نہ رہا، جس کا
خمیازہ اُسے جھگڑنا پڑا، اور آخری نعمت عینیینہ سے درعیہ کو منتقل ہو گئی، بہر حال عثمان بن
بن عمر نے امداد کا وعدہ کیا، اور اس کی معاونت کے سہارے شیخ نے امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر کی کھلم کھلا دعوت دینا شروع کی، اور رفتہ رفتہ اہل عینیینہ کے دل قبول حق کی
طرف مائل ہونے لگے،

شیخ نے اس اثنا میں بدعات کے بعض اڈوں کے ختم کرنے کا بیڑ اٹھایا، جس میں
انھیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی، اس علاقہ میں بعض درختوں کی توقیر کی جاتی تھی، انھیں
بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، زید بن خطاب (جو یوم یامہ میں شہید ہوئے تھے) کے نام سے
مقام حبیلہ میں ایک قبر تھی، اور اس پر قبہ، اس کا بھی خاتمہ کیا، جو اس وقت کے لحاظ
سے کوئی آسان کام نہیں تھا، ابن بشر (جلد ۹) اس قبہ کے انہدام کا واقعہ اس طرح
بیان کرتا ہے۔

”شیخ نے عثمان سے کہا، آؤ، اب اس قبہ کو منہدم کر دیں جس کی بنیاد باطل
پر رکھی گئی ہے، اور جس کی وجہ سے لوگ راہ ہدایت سے جھٹک گئے ہیں،
عثمان نے کہا: آپ ہی اسے ہدم کر دیں، شیخ نے فرمایا کہ ہمیں اہل حبیلہ سے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۷) تھے، دوسری کتابوں میں جہاں کہیں بھی اس کا ذکر ہے غالباً ماخذ یہی ہے۔

خطرہ ہے کہیں وہ ہمارے درپے آزار نہ ہو جائیں، آپ کی موجودگی کے بغیر میں ہدم نہیں کر سکتا، اس پر عثمان چھ سو آدمیوں کے ساتھ چلا، قریب پہنچنے پر اہل جلیلہ نے بزور روکنے کا ارادہ کیا، لیکن جب انھوں نے عثمان کی طرف سے بھی پوری تیاری دیکھی، تو ہٹ گئے، ابن بشر کا بیان ہے کہ عثمان نے شیخ سے کہا ”کہ ہم قبہ کو چھو نہیں سکتے، اس پر شیخ نے ہتھوڑا (فاس) لیا اور اپنے ہاتھ سے قبہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا، اور کامیاب واپسی ہوئی، اس رات کو اطراف و نواح کے جاہل بے حسنی کے ساتھ انتظار کر رہے تھے، کہ دیکھیں اس ”ناروا اقدم“ کے بدولت شیخ پر کیا مصیبت آتی ہے، لیکن جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے، جب صبح ہوئی تو لوگ بہت مایوس ہوئے اور اہل حق کی ہمت بندھی نیز کمزور دن کے ایمان میں تازگی آئی“

یہ صرف ایک واقعہ کی تفصیل تھی، وہاں قدم قدم پر یہی دشواریاں تھیں جاہلوں سے لے کر علما اور مشائخ تک سب کے سب بدعات کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے تھے یہ ابن عبد الوہاب کی آواز اور کوشش تھی جس نے صدیوں کے بعد پہلے پہل حق کا بول بالا کیا اور صحیح اسلامی تعلیم سے خلق خدا روشناس ہوئی۔

شیخ نے امیر عثمان بن عمر کو ناز باجماعت کے احیاء کی بھی تاکید کی اور متغلبین کے لئے سنرائیں تجویز ہوئیں حکام طرح طرح کے ٹیکس وصول کرتے تھے، شیخ نے تمام ٹیکس اڑا دئے اور صرف زکوٰۃ کا اجرا کیا، شیخ نے قیام عینیبہ کے دوران میں ابن عمر کے ہاتھ سے یہ دو کام اچھے کر لئے لیکن ان کے دشمن اس میں بھی حرف نکالتے تھے

شیخ نے عیینہ ہی میں اپنے تبلیغی رسالوں کا سلسلہ شروع کیا، جو مرتے وقت تک جاری رہا، درعیہ میں ان کے ماننے والے کچھ پیدا ہو گئے تھے، انہی کے نام اپنے عیینہ سے ہدایت نامے جاری کئے تھے (روضۃ الاذکار جلد ۱ ص ۲)

عیینہ سے اخراج | عیینہ میں کامیابی قدم لینے کو تھی، اور اصلاح کی مہم مکمل ہوتی جا رہی تھی کہ قدرت نے ایک شریبہ کیا جس میں ہزاروں برکتیں پنہاں تھیں۔
”ہونے والی بات“ ایک عورت شادی شدہ گناہ کی مرتکب ہوئی

اور اُس نے شیخ کے سامنے گناہ کا اعتراف بھی کر دیا، بار بار جرح کرنے پر بھی وہ اپنے اقرار سے نہ پھری، مجبوراً شیخ نے سنگ ساری کا حکم دیا، عثمان بن عمر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ یہ فرض انجام دیا، سب سے پہلا شخص جس کا ہاتھ پتھر کی طرف بڑھا، وہ عثمانؓ تھا۔

اس غیر متوقع حادثہ نے اطراف و جوانب میں تہلکہ پیدا کر دیا، خصوصیت کے ساتھ اُن حلقوں میں جو برائیوں کے خوگر تھے، اور زیادہ کھلبلی مچی، بات لگانے والے سلیمان بن محمد عزیز الحمیدی (حاکم احسا و قطیف) کے دربار میں پہنچے، اور اس شیخ کی مخالفت پر آمادہ کیا، یہ شخص نہایت رنگیلا اور آوارہ مزاج تھا، رجم کے واقعہ سے اس کا برہم ہونا بالکل متوقع تھا، کہنے والوں نے اس سے کہا کہ یہ شخص ابن عبدالوہاب تمھاری آزدیوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتا ہے، بات لگتی ہوئی تھی اس کے دل میں جم گئی، اُس نے فوراً عثمان بن عمر امیر عیینہ کو نہندید آمیز انداز میں لکھا۔

۱۵ روضۃ الاذکار جلد ۲ ص ۲۰۲ عنوان الحمید جلد ۱ ص ۱؛ قلبی نے بھی ابن غنام کے بیان کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ کیا ہے، (Arabia, ص ۱)؛ محمد حنفی (ص ۵۵) نے بھی تفصیل کی ہے۔

”یہ مطوع جو تختہ رے ہاں مقیم ہے، اس نے ایسے ایسے کام کئے ہیں، اُسے قتل کرو، ورنہ تمہیں ہمارے ہاں سے جو کچھ ملتا ہے، وہ سب روک دیا جائے گا“

چونکہ وہ رقم کافی تھی، یعنی مال و متاع کے علاوہ بارہ سو دینار سالانہ، اس وجہ سے وہ ایسا متروک و ہوا کہ دنیا کی طمع توحید کی حمایت پر غالب آنے لگی، ابھی اس کا سینہ دعوتِ توحید کا محرم نہیں بننا تھا، نہ اُسے یہ معلوم تھا، کہ حق کا ساتھ دینے والوں پر غیب سے کیا کیا انعامات ہوتے ہیں؟ اسی جیس جیس میں اس نے شیخ کو سلیمان حاکم احساء کے پیام کی اطلاع دی، شیخ نے اُسے تسلی دینا چاہی اور پورے یقین کے ساتھ اُسے سمجھانے کی کوشش کی، ابنِ بشر (ض) کی زبانی شیخ کے یہ الفاظ سننے کے لائق ہیں:

اِنَّ هَذَا الَّذِي اَنَا قَتَمْتُ فِيْهِ جَوْاسَ چيز کو لے کر کھڑا ہوا ہوں

۱۔ اہل نجد کی زبان میں مولوی اور فقیہ کو مطوع کہتے ہیں، جمع مطاوعہ استعمال ہوتی ہے موحدين کی نئی منظم برادری اخوان میں بھی مبلغوں کی جماعت مطاوعہ کہلاتی ہے۔

۲۔ سلیمان الحیدری نے جن الفاظ میں عثمان کو دھکی دی ہے (فان لم تفعل قطعنا خراجك الذی عندنا فی الاحساء) ان سے صاف پتہ نہیں چلنا کہ یہ فرکے طرف سے ہندید ہے یا ماتحت کی طرف سے بغاوت کی دھکی قلبی (صل) کی راہیں سلیمان عینیہ کی امارت کا متبوع اور سردار (SUZERAIN) معلوم ہوتا ہے بعد کی تفصیل میں بھی بار بار امرنا سلیمان آیا ہے، اس سے بھی قلبی کی راہ کی تائید ہوتی ہے محمد حامد نقی (ص ۵۵) نے صراحت سے لکھا ہے کہ بن ممر سلیمان کی طرف سے عینیہ کا عامل تھا بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

به ودعوتُ الیه کلمۃ اور اس کی دعوت دی ہے وہ کلمۃ
 لا الہ الا اللہ وارکان لا الہ الا اللہ ارکان اسلام اور بالمعتر
 الاسلام و الامم بالمعروف یعنی عن المذکر (کی دعوت) ہے اگر تم
 والنہی عن المنکر فان اس کو مضبوط کیا لو اور اس کی مدد کرو
 انت تمسکت به ونصرته تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دشمنوں
 فان اللہ سبحانہ یظہرک پر غالب کرے گا۔ سلیمان کی وجہ
 علی اعدائک فلا ینزعک سے تمہیں پریشان ہونے
 لسلیمان ولا یفزعک اور گھبرانے کی ضرورت

نہیں ؟

..... الخ

شیخ نے ہر طرح کوشش کی، پر جب زوالِ دنیا کا خوف قلب پر طاری ہو گیا
 تو پھر کوئی فہمائش کام نہیں کرتی، شیخ کی موثر اور پُر امید نصیحت سے پہلی مرتبہ تو وہ
 مر گیا، لیکن پھر اس سے نہ رہا گیا، اور شیخ کے پاس دوبارہ کہلا بھیجا۔

”سلیمان نے ہمیں آپ کے قتل کا حکم دیا ہے اور ہم ہیں اس کے حکم سے

سترابی کی جرات نہیں اور نہ یہ ہماری مروت ہوگی، کہ آپ کو اپنے گھر میں

تیرتیغ کریں اس لئے آپ آزاویں، ہمارا علاقہ چھوڑ دیں۔“ (عنوان ۱۱)

یہ پیام دیا، اور اپنے ایک سپاہی فرید الظفیری کی ہمراہی میں عُینہ کے حدود سے

باہر کر دیا اس اخراج کی داستان بھی عبرت انگیز اور پُر درد ہے، ”ریگستانِ عرب کی

’ (بقیہ حاشیہ ۳) ”نہیں ان کا ماخذ کیا ہے؟“ سلم ص ۳۵ (تاریخ نجد ص ۳۵) بارہ ہزار

دینار لکھا ہے جو غالباً صحیح نہیں اصل ماخذ عنوان المجد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ص ۱۸۰ عشر ثانیۃ الاحمر ہے“

سخت دھوپ، شیخ آگے آگے پیادہ پا، ہاتھ میں صرف ایک پنکھا اور پیچھے پیچھے فرید گھوڑ پر سوار، بن بشر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بن عمر نے درپردہ شیخ کے قتل کا بھی حکم دیا تھا شیخ آگے آگے سن یثیق اللہ يجعل لہ مخرجاً ویرضی قد من حیث لا یحتمد سب کا ورد کرتے ہوئے چلے جاتے تھے، سپاہی نے راستہ میں بات نہیں کی جب اس نے قتل کا ارادہ کیا، تو خود اس کے بیان کے مطابق کسی غیبی طاقت نے اس کا ہاتھ روک لیا، اور اس پر رعب طاری ہو گیا، اور اسی عالم میں وہ لٹے پاؤں عینہ کی طرف واپس ہو گیا، قصہ کا اس پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ سچ مچ اسے اپنی جان خطر میں نظر آنے لگی درعیہ میں ۱۵۸ [بن عمر کے حدود سے نکل کر شیخ نے درعیہ کا رخ کیا، اور عصر کے وقت ہاٹ پیچھے پہلے وہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن سلیم العربی کے گھر اترے، اور پھر اپنے ایک شاگرد احمد بن سلیم کے ہاں منتقل ہو گئے، خبر پانے ہی امیر درعیہ محمد بن عود اپنے بھائیوں، مشاری اور ثنیان کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا، اور سب مل کر شیخ کو امداد اور فرماں برداری کا یقین دلایا،

(روضۃ الافکار جلد ۲ ص ۷۷)

یہ مختصر روداد ابن غنم سے منقول ہے، فہمی نے بھی اسی پر لکھا کیا ہے (خلا)، بن بشر اس اہم واقعہ کو جسے شیخ کی تبلیغی زندگی میں خاص اہمیت حاصل ہے، ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا بن غنم کے بعد ہم ابن بشر کی روایت بھی ذیل میں درج کرتے ہیں۔

”شیخ درعیہ عصر کے وقت پہنچے، جہاں وہ ایک خوش بخت انسان محمد بن سلیم العربی کے گھر اترے، بچا رہ عربی خلاق سے مجبور ہو کر کچھ نہ بولا، پر امیر کے خوف سے اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے، شیخ نے نصیحت کی اور کہیں یسیجعل اللہ لنا ولک فرجاً وخرجاً“

[ابن سلیم کے گھر ٹھہرے، تو وہ دعوتِ توحید کا مرکز بن گیا لوگ چھپ چھپ کر

آنے لگے اہل علم خاص طور پر مستفید ہوتے، لیکن یہ صورت قابلِ طمیان نہ تھی شیخ نے امیر سے سلسلہ جہان کرنا چاہی، اور امیر کے بھائیوں مشاری، اوزنیاں کے گفتگو کی، انھوں نے پہلے امیر کی بیوی موصیٰ بنتِ نبی و حطان سے جو نہایت ذی فہم اور متذین خاتون تھی شیخ کے علم و فضل کی تعریف کی اور اسے امیر سے سلسلہ جہان پر آمادہ کیا، قدرت کو یونہی کرنا تھا موصیٰ کے دل پر خود بخود شیخ کے علم و فضل کا سکھ جم گیا اس نے امیر سے عرض کی :-

”اللہ نے نعمت تمھارا ہاں بھیج دی ہے، اٹھو اور اس کی مدد کرو تمھاری دنیا و آخرت دونوں منور جائے گی۔“

امیر محمد بن حود جو شیخ کی دعوت سے پہلے بھی حسنِ اخلاق میں مشہور تھا اپنی بیوی کی گفتگو سے متاثر ہوا اور اس کے دل میں شیخ کی محبت گھر کر گئی، سب کے اصرار سے اُس نے ملنے میں پہل کی اور اخلاق و عقیدت سے پذیرائی کی، شیخ نے جواب میں اپنی دعوت کے اہم حصوں کو علم اللہ اللہ کا فہم، امر بالمعروف نہی عن المنکر (جما) پر مختصری تقریر کی، اور اہل نجد کی برائیوں سے آگاہ کیا اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔

امیر متاثر ہوا اور بے ساختہ بول اُٹھا :-

”اے شیخ! یہ تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول صلعم کا دین ہے میں آپ کی مدد و اعانت

حقاً فیضِ جید سے جہاں کے لئے تیار ہوں لیکن میری دو شرطیں ہیں :-

- ۱۔ اگر ہم نے آپ کی مدد کی اور اللہ نے ہمیں فتح دی تو آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں
 - ۲۔ اہلِ دعوہ سے فصل کے وقت میں کچھ مقررہ محصول لیتا ہوں مجھے اس سے نہ روکیں
- شیخ نے جواب دیا :-

”پہلی شرط بہرِ سبب منظور ہے ہاتھ لاؤ: اللہ وبالہم و بالہم وبالہم

(میرفون مختار انون و میری تباہی تختاری تباہی) رہی دوسری شرط سوانح اللہ

تھیں قوتِ اَوْ غنیمتوں میں اتنا کچھ مل جاتا کہ اس خراج کا خیال بھول میں نہیں آسکا۔

امیر نے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عہد کیا کہ تاریخِ مہنت کے بنائے ہوئے طریقوں پر چلنے کی آمادگی ظاہر کی، یہ ۱۱۵۵ھ کا ذکر ہے، ایک بار عین کتبہ کہ جوق جوق لوگ استفادہ اور تجدیدِ ایمان اعمال کے لئے آنے لگے عینہ کے پرانے فیض یافتہ اور منشی جن کے دلوں میں شیخ کی دعوت گھر کر چکی تھی درجہ آگئے ان آنے والوں میں خود عثمان بن عمر رئیس غنیمہ کے بعض عزیز بھی تھے۔

اگرچہ مندرک پہلا گروہ | یوں تو عینہ ہی کے دورانِ قیام میں شیخ کی طرف لوگ کھینچے لگے تھے لیکن ایک عرصہ تک عاؤزناہ میں گھرے رہنے کے بعد عاؤزناہ پر خلقت قبول حق میں چلکیا ہٹ محسوس کرتی تھی درجہ کے قیام اور امیر محمد بن سعود کی نیک نامی نے دعوت کی کامیابی کے لئے اچھا زمین تیار کر دی، جن خوش قسمت لوگوں نے آغازِ کاری میں شیخ کی خوش کے ساتھ دعوت پر لبیک کہا اور اس سلسلہ میں خود بھی ابتلاء و محن سے دوچار ہوئے ان میں بعض نام ابن غلام کی عنایت سے ہم تک پہنچ گئے ہیں۔

انسانی اور باوجود اہمیت لوگوں میں محمد بن سعود کے تین بھائیوں ۱۲۰۲ھ شاری قتیان اور فرحان کے نام چلے آئے ہیں، ابنِ ثلم بن احمد بن سلیم اور عیسیٰ بن قاسم زیادہ ممتاز تھے، ورنہ راسخ ۱۱۵۵ھ ابن غلام ان سے افغان کا مختصر ذکر کرتا ہے اور ۱۱۵۵ھ کے حدود میں کہنے لگا ۱۱۵۵ھ لا مود فی حلد و دینہ سبع و خمسین بعد المائۃ و الالف من الهجرة (جلد ۲ ص ۱۷) اوپر کی تفصیل ابن شری عنوان الحمد سے ماخوذ ہیں (جلد ۱ ص ۱۲) وہ شیخ ترک عینہ اور قاسم درجہ کی تاریخ ۱۱۵۵ھ بتاتا ہے (ص ۱۵) لیکن الزہری میں اسی عنوان الحمد کے حوالہ (ص ۱۲) سے انتقال درجہ کی تاریخ ۱۱۵۵ھ بتائی گئی ہے، ہمارے پاس عنوان الحمد کا نام مکمل اوڈیشن ہے (مطبوعہ مکہ مکرمہ) لیکن یہ پہلے ایضاً اوڈیشن (مطبوعہ بغداد ۱۳۲۸ھ) میں ایسا ہی چھپ گیا ہو۔ محمد حنفی نے بھی شیخ کے درجہ متعلق ہونے کی تاریخ ۱۱۵۵ھ بتائی ہے،

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

داثر کے اعتبار سے محمد الخزیمی عبداللہ بن وغیث، سلیمان الوشدیری حمدا بن حسین اور محمد بن حسین کے نام آج تک زبان زد ہیں۔ (ص ۱۲۱) کے بیان کے مطابق :-

”یہ وہاں تک پہلے بہادر کا کون تھے، ان کے نام آج تک عت سے لئے جاتے ہیں ان

کی اولاد سلطان کے دربار میں اعزاز کی مستحق سمجھی جاتی ہے“

ابن معمر کی زود پشیمانی | دعوت کی روز افزوں عمومیت اور مقبولیت کی خبر پاکر ابن معمر سے نہ رہا گیا کہ اپنے پہلے طرز عمل پر بڑی پشیمانی ہوئی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی ساتھ ساتھ عینہ واپس چلنے کی درخواست بھی کی شیخ نے جواب میں صاف کہا :-

”اب یہ کثیر بن سود کے اختیار میں حیران کی اجازت ہو تو میں تیار ہوں ورنہ انھیں

چھوڑ کر اب کسی دوسرے کی رفاقت منظور نہیں“

یہ واضح جواب پاکر ابن معمر نے خود میر بان محمد بن سود سے اجازت طلب کی لیکن وہ ان نعمت

کو اپنے گھر سے کسی دام پر الگ کرنے کو تیار نہ تھے (عنوان ص ۱۳)

دورِ عمل | شیخ کی تشریف آوری سے پہلے درعیہ یک چھوٹا سا قصبہ تھا، جہاں جہالت کی گرم

بازاری تھی، شیخ نے سب سے پہلے وعظ و درس کے حلقے قائم کئے اور خود صبح سے شام تک آنے والے

کو کتاب سنت کی تعلیم دینے اور اپنی دعوت و دعوت توحید و اخلاص فی عبادۃ اللہ کی اہم اور ضروری

چیزیں من نشان کرانے کی کوشش کرتے شیخ کی جاذب شخصیت اور دعوت کی سچائی نے فوری اثر

(بقیہ صفحہ ۳۵) ۱۲۵ ہوں تو اس دعوت اور پھر آگے چل کر جہاد و قتال کے سلسلے میں امر محمد بن سعود اور ان کے پورے گھرانے نے نمایاں کام کئے یقین نہیں یہاں بحث صرف شیخ کی دعوت

سے ہے اور اس سلسلے میں ثنیان بن سعود (م ۱۱۸۰ھ) اور مشاری بن سعود (م ۱۱۸۵ھ) زیادہ ممتاز ہیں مشاری نے بھائی کی بڑی امداد کی اور ان کے بیٹے حسن بن مشاری نے زاریوں میں شمشیر ابد

کے خوب خوب جوہر دکھائے ثنیان بن سعود زائد و عقیف النفس تھے گو وہ مینائی سے محروم تھے لیکن ان کی بصیرت بھی ہوتی تھی اصل میں محمد بن سعود ہی شمشیر سے شیخ کی امداد پر کمر بستہ ہوئے (روضۃ الافکار جلد ۱ ص ۹)

۱۰۵ عنوان البحر جلد ۲ ص ۱۰۵

دکھایا، بحال غلط فہم سے یہ فائدہ پہنچا کہ دونوں سے مَا الْفَيْدَا عَلَيْهِ اَبَاءُ ذَاكَ تَا دُونَ
ہونے لگا اور سہم و رواج کے خرافات کو وہ صرف قرآن حدیث کی روشنی میں دیکھنے لگے۔

ان مجاہد کی کشتش دور دور سے تشنگانِ علم کو درعیہ لے آئی جہاں رزق کی تنگی کے باعث
علمِ عمل کے پیاسے راتوں کو کسی حرفت کے ذریعہ قوتِ لایموت حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور ان
کا وقت اللہ کی کتاب اس کے برگزیدہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بتائی ہوئی باتوں کے سننے کے
وقف ہوتا شاگردوں اور ارادت مندوں کی زیادتی اور ان کی مینرانی کے باعث شیخ برابر
مفروض جتنے بہانے عوت کی مغفولیت دن پر دن بڑھتی گئی اور آنے والوں کا اتنا بندھا رہتا ^{اعنوان}

دعوت کی وسعت | اہل درعیہ تو شیخ کے قدم رکھتے ہی عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے لیکن وہ اس
قانع نہ تھے نجد کے مختلف حصوں اور ان کے سرداروں کو ترغیب دیتے اور اپنی دعوت کا گاہ کرتے
گوفح الفتن بھی ہوئیں اور افترا پردازوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی گئی پھر بھی حق کی آواز بلند ہوتی
گئی اور آہستہ آہستہ اس کے ثمرات بھی ظاہر ہونے لگے، قیام درعیہ کے دوسرے ہی سال
(۱۲۵۵ھ یا ۱۲۵۶ھ عنوان ملا) امیر غنیہ نے کربعیت کی اور حدوث شرعیہ کے نفاذ کا عہد کیا
تھوڑے ہی دنوں کے بعد اہل حریم نے بھی سعیت کی ادھر امیر محمد بن سعود کی معاونت کا یہ عالم
تھا کہ خمس اور زکوٰۃ کی تمام قسبیں شیخ کے ہاتھ میں دی جائیں اور وہ انھیں بے دریغ اللہ کی
راہ میں خرچ کرتے، امیر بن سعود اور ان کے نائبین عبدالعزیز بن محمد بن سعود جو ۱۱۹۹ھ میں اپنے والد
کی وفات کے بعد منصبِ امارت پر فائز ہوئے شیخ کی اجازت کے بغیر ادنیٰ تصرف روا نہیں کھتے بائیں
شیخ کی اہمیت کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے پاس ایک خیمہ بھی نہیں کھتے اور کچھ آتائے اللہ کی راہ میں خرچ
ابن شبرا بیان (۱۲۵۷ھ) کہ غم اس زکوٰۃ سے جو کچھ آنا وہ فوراً تقسیم کر دیتے ان کی اس اخلاقی

کامیابی یہ تھا کہ وہ برابر مفروض ہتے صرف فتح ریاض ۱۲۵۸ھ کے وقت ان پر چالیس ہزار قرض تھا
۱۲۵۸ھ ریاض پر مکمل قبضہ پر معاشانی ۱۲۵۸ھ کے اواخر میں یا اس کے بعد ہوا (جولائی ۱۲۵۸ھ)
روضۃ الانکار جلد ۲ ص ۹۵، ۹۶؛ عنوان الحمد جلد ۱ ص ۲۵۷؛ غلبہ ص ۲۵۷۔

اس باب میں منفرد خیال کرتے تھے جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے :-

لقد سرتنی ما جاءني من طريقة وكنت اري هذي الطريقة الى وحدتي

شیخ کو اتمیرنی کے قصیدے اور تائید سے بڑی تقویت ہوئی بعض سالوں میں انھوں نے اس کی

طرف اشارہ کیا ہے (ابن غنم جلد ۲ ص ۲۷۱ مکمل تصدیق کے لئے ملاحظہ ہو، ابن غنم جلد ۱ ص ۵۶۸)

شیخ کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب (م ۲۰۰ھ عنوان ج ۱ ص ۱۶۱) جو اپنے باپ کی

جگہ حریلا میں قاضی تھے اول اول ان کے مخالف ہوئے اور ان کی نزدیک رسالے لکھے جو غلط بیانیوں

سے پر تھے (۲۰۰ھ) ابن غنم کی زبان میں انھوں نے "سداً وغیرہ" مخالفت کی تھی جلد ۲ ص ۲۷۱

شیخ نے ان کی نزدیک رسالے بھی لکھے (ابن غنم جلد ۲ ص ۲۷۱) لیکن آخر میں انھیں توفیق

ہوئی اور اپنے بھائی کے پاس نائب ہو کر آئے (ابن غنم جلد ۲ ص ۲۷۱)

"رجع الی اخیه بالدرعیة ثانیاً سنة ۱۱۹۰ فاحسن الیه الشیخ واکرم مشوا"

۱۱۹۰ھ میں نائب ہو کر اپنے بھائی کے پاس درعیہ آئے تو شیخ حسن سلوک سے پیش کی اور ان کی اوجھل کی

سلیمان بن عبد الوہاب رسالہ الصوال عقلاً لا للہیة فی الدرع علی الوہابیة کے نام

چھپا ہوا ملتا ہے مخالف اس رسالہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن سلیمان کی توبہ اور رجوع کا نام بھی زیادہ نہیں لیتے۔

سلیمان بن عبد الوہاب کی مخالفت ۲۰۰ھ میں بہت تیز ہو گئی تھی اسی سال شیخ نے اطراف

اکتاف سے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنی دعوت واضح اور کھلی تقریر کی (ابن غنم ص ۲۳۲)

دعوت کی بنا اور اس کی موافقت و مخالفت کا ذکر اگلے تفصیل آئے گا یہاں صرف دعوت کی عظمت

دکھانا نفعی تشنگان علم تو درعیہ جوق جوق آتے ہی تھے شیخ کے تبلیغی رسائل میں اور بدایت میں بھی اطراف اکتاف میں

ابن دواس اور دوسرے مخالف درعیہ کی اقامت کے تیس سال ۱۵۹ھ و ۱۶۰ھ میں دو اس حکم ریاض کی زیارتوں

(بقیہ حاشہ ص ۲۷۱) عنوان المجد جلد ۱ ص ۵۳۶-۵۳۷ سلم صاحب نے سنہ وفات ۱۵۹ھ (یا ۱۶۰ھ) (یا ۱۶۱ھ) لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ نیز ملاحظہ ہو عنوان المجد جلد ۱ ص ۲۷۱)

شیخ اور امیر محمد بن سعود کو اپنی طرف متوجہ کیا، ریاض اور منقوصہ کے موحدین کو صرف اتباع شیخ کے جرم میں اس نے گونا گوں نیا دہیوں کا شکار بنایا مجبوراً شیخ نے بھی اپنے پیروں کو مقابلہ اور مقابلہ کا حکم دیا پھر کیا تھا امیر محمد بن سعود ان کے بھائیوں بیٹوں نے معاذین کی خوب خبر لی اور جنگ قتال کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

صرف ۱۱۵۹ھ میں دو اس حکم ریاض سے پچیس تیس سال چھڑ چھاڑ کا سلسلہ قائم رہا۔
 ۱۱۸۷ھ تک دونوں قوتیں برسرِ پیکار رہیں آخر ۱۱۸۷ھ میں عبدالعزیز محمد سعود کے تازہ حملہ کی خبر پر ابن دو اس ہر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور قلعہ (ریاض) پر امیر عبدالعزیز کا مکمل قبضہ ہو گیا۔
 ملاحظہ ہو فہرست ۱۵۔ ابن غنم اور ابن بشر کی ترتیب میں کے اقبلا سے ہر اس نیکی واقعات نہیں مل سکتے اسی دوران میں اس کی دوسری طاقتیں بھی حملہ آور ہوئیں عثمان بن عمر حاکم عینیہ نے

بار بار دھوکہ دیا اہل نجد اور شیخ کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر مخالفوں نے اوجھے متیار استعمال کرنا شروع کیے سلیمان بن محمد بن سحیم نے شیخ پر بہتان باندھے اور ان کی طرف قسم قسم کی برائیاں منسوب کیں خلیج فارس احسا اور دوسرے ملکوں کو اس نے رسالے لکھ کر بھیجے (ابن غنم جلد ۳۷۔ ۳۸) شیخ نے ان میں سے ایک سالہ کا مفصل جواب دیا ہے (ص ۱۶۴-۱۶۲) فخر الدین اور جواب کی نوعیت پر آگے گفتگو ہوگی ایک طرف یہ نام نہاد علم و عمل کے اجارہ دار دو سر جا بھوٹے چھوٹے علاقوں کے سردار اپنی اپنی خود مختاری پیدا کی خاطر فخر پر دازوں کا ہاتھ بٹانے لگے۔

پران تمام رکاوٹوں کا باوجود دعوت کا حلقہ وسیع ہوتا گیا اور مطوع و عریہ سے نکل کر نجد کے تمام علاقوں میں پھیل گئی تا آنکہ کم از کم قلب جزیرہ میں محمد بن عبداللہ (مقدی بابی داعی) (صلعم) کی تعلیمات اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہو گئیں۔

وقت | شیخ نے پچاس سال مسلسل دعوت و تبلیغ کے بعد شوال ذیقعدہ ۱۲۶۶ھ میں رحلت کی (جو یا جولائی ۱۸۵۰ء) ابن غنم (۷۴: ۷۵) کے مطابق شوال ۱۲۶۶ھ جون ۱۸۵۰ء کے آخری (بقیہ حاشیہ ص ۱۷ پر

کی بنا پر قبول نہ کیا، ان کے لڑکے کسی ہی میں انتقال کر گئے، صرف محمد بن علی بن شیخ الاسلام پہلے پھولے اور ممتاز عالم ہوئے۔

چوتھے بیٹے ابراہیم مشہور صاحب درس ہوئے ابن بشر نے اُن سے کم سنی میں (۱۲۲۲ھ) کتاب التوحید پڑھی تھی، قضا سے الگ رہے، (عنوان: ۱، ۹۳) شیخ کے ممتاز شاگردوں میں اُن کے پوتے عبد الرحمن بن حسن بن شیخ الاسلام بھی نجد کے چند ممتاز عالموں میں شمار کئے جاتے تھے، اُن کے والد شیخ کی زندگی ہی میں انتقال کر چکے تھے، کسی میں اپنے دادا سے کسب علم کیا، اور شیخ کے مہتمم شاگردوں احمد بن ناصر بن عثمان بن معمر (۱۲۲۵ھ) اور عبد العزیز بن عبد اللہ احصین الناصری (۱۲۳۳ھ) کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، شیخ عبد الرحمن بن حسن کی حیثیت اپنے خاندان میں علمی مجدد کی ہے، اُن کی علمی منزلت شروع سے مسلم تھی، امیر سعود بن عبد العزیز (۱۲۲۹ھ) اور امیر عبد اللہ بن سعود (مصلوب ۱۲۳۲ھ) کے عہد میں درعیہ کے قاضی رہے، شیخ حسین بن شیخ الاسلام کی وفات (۱۲۲۵ھ) کے بعد اس خاندان کے اُن چار افراد میں یہ بھی تھے جن کی علمی حیثیت مسلم تھی، اور پایہ تخت (درعیہ) کے قضا کا کام جن کے سپرد تھا۔

سقوط درعیہ کے وقت (۱۲۳۲ھ) مصر چلے گئے تھے بلکہ جلاوطن کر دیے گئے تھے، جب حالات استوار ہوئے، تو ۱۲۴۱ھ میں نجد واپس آئے، جہاں اُن کی ذات سے پھر ایک بار علم کی گرم بازاری ہوئی اور سینکڑوں اشخاص اُن کے

سلہ اساطین اربعہ، جن کا ذکر اوپر آیا، اس ترتیب سے عزت و قدر کے متقی سمجھے جاتے تھے:

عبد اللہ بن شیخ، علی بن حسین بن شیخ، عبد الرحمن بن حسن بن شیخ، علیمان بن عبد اللہ بن شیخ

درس میں شریک ہو کر کامیاب نکلے خود شیخ الاسلام کے خاندان کے بیسیوں افراد ان سے مستفیض ہوئے، (عنوان: ۲۰-۲۲: ۲۰) ترکی بن عبد اللہ (مقتول ۲۲۹ھ) اور فیصل بن ترکی (م ۲۸۲ھ) کے عہد میں قاضی القضاۃ اور خواص و عوام کا مرجع بنے رہے، ترکی بن عبد اللہ بن محمد بن سعود (مقتول ۲۲۹ھ) کی خاص مجلسوں میں درس کی خدمت انہی کے سپرد تھی، (عنوان: ۵۶: ۲) عام طور پر تفسیر ابن جریر کا درس ہوتا، فیصل بن ترکی (م ۲۸۲ھ) کے عہد میں بھی درس و ارشاد کی خدمت انہی کے سپرد تھی، سقوط درعیہ سے پہلے اساطین اربعہ کی دھوم تھی حالات آوار ہونے کے بعد امیر ترکی بن عبد اللہ کے عہد میں صرف عبد الرحمن بن حسن بن شیخ اور علی بن حسین بن الشیخ رہ گئے۔ ترکی اور فیصل دونوں کے ایام حکومت میں عبد الرحمن بن حسن اور علی بن حسین کے ساتھ ساتھ عبد الرحمن بن حسین بن الشیخ اور عبد الملک بن حسین کے نام بھی بار بار آتے ہیں، (عنوان: ۳۶: ۲، ۴۷: ۸) لیکن فیصل بن ترکی کے آخر دور میں (۲۵۶ھ کے بعد) صرف عبد الرحمن بن حسن بن الشیخ کا نام خاص طور پر آتا ہے اور پھر فیصل کے بالکل آخری دور میں ان کے صاحبزادے عبد اللطیف ابن عبد الرحمن قضا اور تدریس پر فائز نظر آتے ہیں، علی بن حسین بن الشیخ نے کافی عمر پائی اور غالباً فیصل کے وسط عہد حکومت (تقریباً ۲۶۹ھ) میں رحلت کی، بہر حال فیصل بن ترکی کے آخری زمانہ حکومت میں یہ سب سے زیادہ محترم اور مخدوم تھے، بڑی عمر پائی، ابن بشر (۳۴۲) نے

۱۔ علی بن حسین عبد الملک بن حسین کے سال وفات کا پتہ نہیں چل سکا، ہمارا قیاس ہے کہ ان دونوں نے ۲۶۹ھ اور ۲۶۵ھ سے پہلے رحلت کی اور نہ ابن بشر حسب ستون بنین میں ان کا ضرور ذکر آتا

اپنی کتاب ۱۲۰۷ھ میں لکھی اور ۱۲۶۷ھ کے حوادث پر ختم کی ہے اس وقت یہ زندہ تھے پالگریو نے اپنی سیاحت کے دوران میں (۱۸۶۲ھ) (۱۲۷۹ء) ریاض میں ان سے اور ان کے صاحبزادے عبداللطیف سے ملاقات کی تھی (پالگریو کا سفرنامہ: ۳۷۹) لیکن اسے غلط فہمی یہ ہوئی کہ وہ انھیں عبداللہ بن الشیخ کا فرزند سمجھا اور اسی سلسلہ میں عبداللہ بن الشیخ کے قتل کا واقعہ بھی اوس نے ضعیف روایت کی بنا پر بیان کیا ہے (۱۲۸۵ھ میں بڑی عمر پاکروفات پائی) ابن بشر (۲۲۲) نے ان کی متعدد تالیفات اور رسالوں کا ذکر کیا ہے سلیمان بن عبداللہ ابن الشیخ (مقتول ۲۳۳ھ) کی غیر مکمل شرح کتاب التوحید کی تکمیل بھی ان کے قلم سے ہوئی تھی جو فتح المجید فی شرح کتاب التوحید کے نام سے بار بار چھپ چکی ہے پہلا اڈیشن مطبع انصاری دہلی (۱۳۱۱ھ) میں چھپا تھا دوسرا اڈیشن مطبع سلفیہ مصر میں (۱۳۲۷ھ) عبدالرحمن قصیبی کے خرچ سے چھپا اور مفت تقسیم ہوا اب اس کا تازہ اڈیشن نہایت اہتمام وصحت کے ساتھ عمدہ کاغذ پر مصر میں چھپا ہے ناشر نے مفید حواشی بھی بڑھائے ہیں فتح المجید کے علاوہ ان کی دوسری کتاب (قرۃ عین الموحیدین فی تحقیق دعوۃ الانبیاء والمرسلین) بھی چھپ گئی ہے (مطبع المنار مصر: ۱۳۲۶ھ) یہ اصل میں کتاب التوحید ہی کے حواشی ہیں محمد حامد الفقی (جنھوں نے فتح المجید تازہ اڈیشن شائع کیا ہے) نے فتح المجید کے حواشی میں قرۃ عین الموحیدین کے اقتباسات بہ کثرت دے دیں ان کا ایک مختصر رسالہ بعنوان المجیدین منقول ہے (۲۶-۲۳) ابن بشر نے ان کے متعدد خطوط کے اقتباسات بھی دئے

ہیں (رسالہ عنوان المجد) مجموعۃ التوحید المکیہ (۱۳۴۳ھ) میں بھی ان کے حسب ذیل تین رسالے شامل ہیں:-

(۱) رسالۃ فی جواب البہتہ (۳۲-۳۶)

(۲) رسالۃ فی حکم موالاة اہل الاشرار صفحہ (۱۶۹-۱۵۷)

(۳) بیان البہتہ فی الرد علی صاحب اللجۃ صفحہ (۲۵۲-۲۰۵)

ان کے صاحبزادوں میں محمد بن عبد الرحمن بن حسن سقوط درعیہ کے وقت (۱۲۳۳ھ) اپنے دوسرے اہل خاندان کی طرح قتل کئے گئے (عنوان: ۲۰۸)

عبد اللطیف بن عبد الرحمن ان کے جانشین ہوئے یہ صغریٰ ہی میں سقوط

درعیہ کے وقت مصر چلے گئے تھے اپنے والد اور دوسرے اہل علم سے تحصیل کی

۱۲۶۴ھ میں نجد واپس آئے اور اپنے ساتھ کتابوں کا بڑا ذخیرہ لائے آتے ہوا

اپنے والد کے دست راست کا کام دینے لگے ۱۲۶۲ھ تک فیصل بن ترکی

(م ۱۲۸۲ھ) کی مجلسوں میں عبد الرحمن بن حسن مدرس اور واعظ کی حیثیت سے

نظر آتے ہیں (عنوان: ۱۱۲۲) ۱۲۶۵ھ میں عبد اللطیف بن عبد الرحمن قاضی

امام مدرس ہر حیثیت سے آگے آگے دکھائی دیتے ہیں ابن بشر ان کے درس

تفسیر کا بہت مداح ہے (۱۲۱۲) پالگریو نے ۱۸۶۲ھ میں ان سے ملاقات

کی تھی اُس وقت ان کی عمر چالیس کے ناک بھگ ہوگئی پایہ تخت ریاض کے

قاضی تھے (پالگریو: ۱، ۳۷۹) ان کی کتاب ”منہاج التقدیس والتاسیس

فی رد علی البطل داؤد بن سلیمان بن جریس کا ذکر آگے آئے گا ان کا ایک مختصر

رسالہ مجموعۃ الہدیۃ النبیۃ (صفحہ ۲۸-۴۰) کے ضمن میں بھی طبع ہو چکا ہے

اس میں شیخ الاسلام کی مختصر سیرت بیان کی گئی ہے، سال وفات تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہو سکا۔ ایک نجدی عالم اور سیاح کے بیان کے مطابق انھوں نے ۱۳۰۲ھ میں رحلت کی۔

شیخ عبدالرحمن بن جن کے ایک دوسرے صاحبزادے اسحق بن عبدالرحمن بن جن کا ذکر اب تک کسی تذکرہ میں نہیں ملا، لیکن ہمیں ان سے واقفیت عجیب و غریب طریقہ پر ہوئی، سہ شوال (۱۲۵۹ھ) میں وطن جانا ہوا، (اوکا نوان ضلع پٹنہ) اور اپنے خاندانی کتاب خانہ کی خستہ حال کتابوں کا جائزہ لینے لگا، تو صیانة الانسان عن وسوسة الشیخ و حلان کا ایک نسخہ ملا جس کے پہلے ورق پر یہ عبارت خالص عربی خط میں لکھی تھی فی ملک الحقیق الفقیہ اسحق بن عبدالرحمن بن جن بن محمد البغدادی الحنفی عفی اللہ عنہم۔

میری خوشی کا کیا کہنا! اللہ نے پلٹنے پر آخر میں اسی خط میں ایک مبانوٹ ملا جس سے ان کے علم کا بھی پتہ چلتا ہے، درمیان میں بھی ایک مختصر سوانح ہے شروع میں نام کے نیچے مہر بھی ہے، صرف اسحاق کا لفظ صاف طور پر پڑھا جاتا ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب ہمارے ہاں کس طرح پہنچی، قرین قیاس یہ ہے کہ عاجز کے نانا مولانا عبدالصمد (م ۱۳۱۸ھ) سے ان کے تعلقات ہوں گے، مولانا عبدالصمد ایک جید اہل حدیث عالم تھے، اور وقت کے مشہور اہل حدیث عالموں سے ان کے تعلقات دوستانہ اور برابری کے تھے، تفتیش سے پتہ چلا کہ یہ اسحق بن عبدالرحمن بن جن ہندوستان میں رہے تھے اور مولانا یزدنجیر حسین

سورج گڈھی مونگیری دہلوی، نواب صدیق حسن خاں صاحب اور مولانا محمد بشیر صاحب
سہسوانی سے استفادہ بھی کیا تھا۔ ۱۳۳۰ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ ان کے
صاحبزادے عبدالرحمن بن اسحاق اس وقت ریاض میں بقید حیات ہیں،
کوئی ساٹھ سال کی عمر ہوگی (بہ روایت شیخ محمد عمران نجدی)

موجودہ عہد میں اس خاندان کے عالمون میں محمد بن عبداللطیف بن
عبدالرحمن سب سے زیادہ ممتاز ہیں ان کا ایک رسالہ (مولفہ ۱۳۳۹ھ) الدرر النیتہ
کے مجموعہ میں شامل ہے ان کی عمر اس وقت انہی کے قریب ہوگی (روایت
شیخ عمران بن محمد) (ص ۹۱-۹۹) محمد حامد الفقی نے فتح المجید کے دیباچہ میں
اس خاندان کے دو معاصر عالمون عبداللہ بن حسن آل الشیخ (رئیس قضاة
مملکتہ سعودیہ) اور محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف کے نام لائے ہیں

دوسرا باب

(۲)

سیاسی تبری

شیخ کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد نجد اور اطراف نجد میں جو خوشگوار تبدیلیاں ہوئیں وہ سب شمرہ تھیں شیخ الاسلام کی دعوت اور ان کے اخلاص کا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ نے اہل نجد کی زندگی عقائد اور اخلاق میں ایک غیر معمولی انقلاب نہیں بلکہ کایا پلٹ کر دی۔ خوش قسمتی سے انھیں محمد بن سعود (م ۱۱۴۹ھ) ۱۱۴۵ھ عبد العزیز بن محمد بن سعود (۱۱۴۹ھ - ۱۲۱۸ھ) اور سعود بن عبد العزیز (۱۲۱۸ھ - ۱۲۲۹ھ) جیسے اولوالعزم مجاہد اور فرماں روا ملے جنھوں نے شیخ کے مشن کی تکمیل میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا۔

شیخ کی دعوت کے ساتھ ساتھ آل سعود کا نام بھی وابستہ ہو گیا ہے اس لئے ہم مختصر طور پر آل سعود کی تاریخ کے ان اہم حصوں کو پیش کر دینا چاہتے ہیں جن کا اس تحریک سے خاص اور بلا واسطہ تعلق ہے

محمد بن سعود | امیر محمد بن سعود (م ۱۱۴۹ھ) نے دعوت کے پھولتے پھلتے ہی حرمین کو ایک وفد بھیجا جس نے شریف سعود بن سعید (۱۱۴۶ھ - ۱۲۰۲ھ) سے

۱۔ نجد کی سیاسی تاریخ ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے۔ ہم صرف ان گوشوں کو اجاگر

حج کی عام اجازت طلب کی اور علمائے حرمین سے مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کی۔
 ”منقیان حرم“ کا رویہ افسوس ناک رہا اور وفد کے اراکین گرفتار کر لئے گئے بعضوں
 نے مشکل سے اپنی جان چھڑائی (وحلان: الدرر النیتہ ص ۴۴)۔

استیعاج | یہ وحلان کا بیان ہے جس کی دونوں کتابوں (خلاصۃ الکلام
 فی امر الدین الاحرام اور الدرر النیتہ فی الرد علی الوہابیہ) میں نہ تاریخیں صحیح درج
 ہیں نہ واقعات کی تدوین میں دیانت داری سے کام لیا گیا ہے۔ وحلان نے
 سال کی تعیین بھی نہیں کی بہر حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے
 اہل نجد کے خلاف امتناع حج کے احکام صادر ہو چکے تھے۔ ابن بشر (۱/۲۳)
 ۱۱۶۲ھ کے تحت میں صرف اس قدر ذکر کرتا ہے:-

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کر رہے ہیں جن کا شیخ کی سرگرمیوں سے خاص تعلق تھا، نجد
 اور آل سعود کی تفصیلی تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) عنوان المجد (ابن بشر)

(۲) عجائب الآثار (جبرتی) جلد ۳ و ۴

(۳) تاریخ نجد (آلوسی) صفحہ ۱۰۴-۹۰

(۴) حاضر العالم الاسلامی جلد ۴ صفحہ ۱۴۲-۱۶۱ (امیر شکیب ارسلان)

(۵) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (مقالہ: ابن سعود)

(۶) Arabia, (از فلی) جو بہت مفصل اور کافی سے زیادہ ہے۔

ابن ریحانی کی کتابیں عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں شہور اور مقبول ہیں مگر افسوس کہ
 اس وقت ہمارے پیش نظر نہیں۔ تاخذ کے سلسلے میں ان کے علاوہ اور دوسری کتابوں کا ذکر آئے گا۔

” ۱۱۶۲ھ میں سعود بن سعید شریف مکہ نے نجدی حاجیوں کو قید

کر لیا اور ان میں سے کچھ مر گئے۔“

شیخ الاسلام کی دعوت کا ظہور ۱۱۵۷ھ کے بعد ہوا اور شہرت و مقبولیت ۱۱۶۰ھ کے بعد شروع ہوئی اس لئے یہ قرین قیاس نہیں کہ ۱۱۶۲ھ سے پہلے نجد کے حجاج بیت الحرام کی زیارت سے روکے گئے ہوں یہ قرآن بتاتے ہیں کہ حاجیوں کی گرفتاری کے اسی واقعہ سے امتناع حج کا آغاز ہوا (۱۱۶۲ھ) اور درمیانی وقفوں کے ساتھ یہ پابندی اہل نجد پر برابر عائد رہی ۱۱۸۳ھ ۱۱۸۵ھ ۱۱۹۷ھ میں خاص طور پر اجازت ملی اور نجد کے عالم و عوامی بڑی تعداد میں زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے لیکن یہ ”اجازتیں“ اتفاقی تھیں سعود بن عبدالعزیز کے حرم میں فاتحانہ داخلہ (۱۲۱۸ھ) سے پہلے اہل نجد کو کبھی بلاروک ٹوک حج و زیارت کا موقع نہ ملا تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو۔

عبدالعزیز بن محمد بن سعود | (الف) امیر محمد بن سعود کی وفات عین دعوت کے

۱۔ بعضے لکھنے والے عبدالعزیز بن محمد بن سعود کو شیخ الاسلام کا نواسہ بتاتے ہیں (مواہی عبدالقادر: فہرست مشروح خدا بخش لا بُریری جلد ۴ ص ۱۳۳۷؛ قلبی: ص ۴۲-۴۱؛ ڈکشنری آف اسلام: ص ۶۶۰) لیکن یہ صحیح نہیں عام طور پر مورخ لکھتے ہیں کہ امیر محمد بن سعود سے شیخ کی ایک صاحبزادی منسوب تھیں لیکن شیخ الاسلام کی درعہ میں اقامت ۱۱۵۷ھ میں ہوئی ہے اور یہ شادی اس کے بعد ہی ہوئی ہوگی دوسری طرف ہمیں موثق ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ امیر عبدالعزیز ۱۱۶۰ھ میں سن شہور کو

شباب میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ عبدالعزیز بن محمد بن سعود جانشین ہوا۔ مارگو لیوٹو کے بیان کے مطابق رحمۃ اللہ علیہ میں ایک وفد مکہ گیا، جہاں اُن کی خاطر مدارات ہوئی۔

بقیہ سلسلہ صفحہ گزشتہ :- پہنچ چکے تھے اور شوکانی (ابدر الطالع : ۱، ۲۶۳) کے بیان کے مطابق سعود بن عبدالعزیز کی ولادت رحمۃ اللہ علیہ یا رحمۃ اللہ علیہ میں ہو چکی تھی، اُس شیخ الاسلام اور امیر ابن سعود کے رشتہ مصاہرت کو مان بھی لیا جائے (ابن غنام اور ابن بشر دونوں میں سے کسی نے اس رشتہ کا ذکر نہیں کیا ہے) تو عبدالعزیز بن محمد بن سعود شیخ کے نواسے نہیں ہو سکتے۔ مزید برآں فلعی (۸۴) امیر عبدالعزیز کا سال ولادت متعین طور پر رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۸ یا رحمۃ اللہ علیہ) بتاتا ہے امیر شکیب بھی (حاضرہ: ۲ ص ۱۶۳) شہادت کے وقت رحمۃ اللہ علیہ اس کی عمر ۸۲ سال بتاتے ہیں، ان دونوں روایتوں سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ امیر عبدالعزیز شیخ الاسلام کے نواسے نہیں ہو سکتے رحمۃ اللہ علیہ میں شیخ کی عمر صرف انیس سال کی ہوتی ہے اس کے بالکل برعکس BRIDGES لکھتا ہے کہ خود عبدالوہاب (؟ ابن عبدالوہاب) نے محمد بن سعود کی لڑکی سے شادی کی تھی (۱۸۰۳) نیز وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے عبدالوہاب (؟ ابن) کی لڑکی سے شادی کی جس سے سعود بن عبدالعزیز پیدا ہوا۔ پتہ نہیں صحیح کیا ہے ؟ حاشیہ ص ۱۰۱ مارگو لیوٹو نے سال وفات رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے جو صحیح نہیں امیر محمد بن سعود کی وفات ربیع الاول رحمۃ اللہ علیہ میں ہوئی (روضۃ الاکار ج ۲، ۸۵) (عنوان : ۱، ۴۹) زرکی (۵۲۹: ۲) نے عبدالعزیز کے تحت نشین ہونے کی تاریخ رحمۃ اللہ علیہ دی ہے جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

شریف نے میزبانی کی اور وفد نے علماء کو یقین دلایا کہ ان کے عقائد ابن حنبل سے الگ نہیں۔“

یہ مار گولیو تھ کا بیان ہے ابن غنم، ابن بشر اور فلجی **رحمہم اللہ** میں کسی دفعہ کا ذکر نہیں کرتے۔ پتہ نہیں، اس کا ماخذ کیا ہے ابن غنم اور ابن بشر کے سکوت کے بعد مار گولیو تھ کے بیان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ احمد زینی **رحمہم اللہ** (الدر الیسفہ ص ۴۴) کے بیانات بھی اس سلسلہ میں حد درجہ متعارض اور ناقابل وثوق ہیں۔

۱۱۸۳ھ اتلغ کے بعد پہلا حج | ۱۱۸۳ھ میں اشرف حجاز کے ایک دستہ سے
۱۱۶۹ء ۱۱۶۹ء
کہیں موحدین کی مدد بھیڑ ہو گئی شریف منصور دستہ کا سردار گرفتار ہوا امیر
عبدالعزیز نے اسے بلا فدیہ کے رہا کر دیا جس کا اچھا اثر پڑا اور بدلہ میں شریف مکہ
منجج کی اجازت دی اور موحدین کی ایک کافی تعداد نے اس سے فائدہ اٹھایا۔

۱۵۔ انگریز اور یورپی مورخ مکہ کے حاکم کو Grand Sharif اور خاندان کے دوسرے افراد کو صرف 'شریف' کہتے ہیں۔ عرب یہ فرق ملحوظ نہیں رکھتے، اشتران کی تاریخ کے لئے دُعلان کی کتاب خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الاحرام ملاحظہ کی جاسکتی ہے، گو زیادہ قابلِ اعتماد نہیں۔

محمد لیبیب البتتونی کی الرحلة الحجازیة (ص ۴۳-۸۱) میں بھی اشرف مکہ کی

مختصر تاریخ دی گئی ہے Bruckhart, کی Travels in Arabia,

(۱۴۴م - ۵۰۵م) میں بھی "مکہ کی حکومت" پر ایک پر از معلومات باب ہے، ہو کار تہ کی

”... فاعنتم لذلك من المسلمين طائفة وسارت للبحر آمنة“

(روضۃ الافکار ج ۲ ص ۹۱) یہ اجازت بہر حال اسی سال تک محدود رہی البتہ اس سے آئندہ گفت و شنید اور بحث و تمحیص کا دروازہ کھل گیا۔

پہلا نجدی وفد: ۱۱۸۵ھ میں شیخ اور عبدالعزیز نے احمد بن سعید

(۱۱۸۴ھ - ۱۱۸۶ھ) والی مکہ کو مدعو بھیجے اس نے خط

و کتابت کے ذریعہ ان (شیخ اور امیر عبدالعزیز) سے ایک فقیہ عالم کی درخواست کی تھی جس سے علماء مکہ ان کی دعوت اور مشرب پر گفتگو کر سکیں تو شیخ اور عبدالعزیز نے شیخ عبدالعزیز بن الحصین کو ایک خط دے کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

جن علماء (مکہ) نے ان سے گفتگو کی ان کے نام یہ ہیں یحییٰ بن صالح الحنفی

بقیہ حاشیہ منقہ گزشتہ :- A History of Arabia, (۹۳-۹۲) میں بھی

اشراف مکہ پر ایک باب ہے۔ ہماری تحریک کا تعلق جن اشراف سے رہا ان کے نام اور نین تولیت یہ ہیں :-

۱) ابوہود بن سعید (۱۱۴۶ھ) ۲) مسعد بن سعید (۱۱۶۵ھ) ۳) جعفر بن سعید (۱۱۴۲ھ)

۴) مسعد بن سعید (۱۱۴۳ھ) ۵) عبداللہ بن سعید (۱۱۸۵ھ) ۶) احمد بن سعید (۱۱۸۴ھ)

۷) عبداللہ بن حسن (۱۱۸۴ھ) ۸) احمد بن سعید (۱۱۸۴ھ) ۹) سرور بن مسعد (۱۱۸۶ھ)

۱۰) عبدالمین بن مسعد (۱۲۰۲ھ) ۱۱) غالب بن مسعد (۱۲۰۲ھ) ۱۲) یحییٰ بن سرور

(۱۲۲۸ھ) اصح۔ الی (۱۲۰۲ھ)۔

عبدالوہاب بن حسن التبرکی (سلطان کے مقرر کردہ مفتی) اور عبدالغنی بن مال
تین مکلوں (مکغیر^۱، ہدم^۲، قباب^۳ بزرگوں سے مرادیں مانگنا) پر مذکور
شیخ عبدالعزیز کی دلیلوں سے مطمئن ہو گئے اور شیخ عبدالعزیز اعزاز و
توقیر کے ساتھ واپس کئے گئے (روضۃ الافکار: ۹۲۶-۹۱-ملخص)

ابن بشر (۵۹۱ھ) نے اس وفد کا صرف سرسری تذکرہ کیا ہے، قطبی
(۲۳-۲۴) نے اس وفد کا تفصیلی ذکر کیا ہے، اس کا ماخذ غالباً ابن غنام کی
روضۃ الافکار ہی ہے، لیکن اس نے ۱۱۸۳ھ کے حج اور ۱۱۸۵ھ کے وفد کو
خلط ملط کر دیا ہے۔ حالانکہ ابن غنام نے دونوں واقعے الگ الگ ذکر کئے ہیں۔
وفد کے سرگروہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن الحصین، شیخ الاسلام کے
مخصوص شاگردوں میں تھے، شیخ کو خود ان پر بڑا اعتماد تھا، شیخ نے اپنی زندگی
میں انہیں دوبار رئیس وفد بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا، شیخ کے بعد امیر عبدالعزیز
(م ۱۲۱۸ھ) سعود بن عبدالعزیز (م ۱۲۲۹ھ) اور عبداللہ بن سعود (مصلوب
۱۲۳۲ھ) تینوں کے عہد حکومت میں منصب قضا پر فائز رہے سقوط درعیہ کے

۱۔ محمد حاد مفتی (ص ۵۷) نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

” شیخ عبدالعزیز بن حصین کا اثر دیکھ کر شریف احمد بن سعید کے قارب
اس سے بگڑ گئے، اور سبھوں نے مل کر اسے امارت سے الگ کر دیا غالباً
علماء و سوا کا اس میں ہاتھ رہا ہوگا۔“

پتہ نہیں، ان کا ماخذ کیا ہے؟ افسوس کہ مفتی حوالہ بالکل نہیں دیتے۔

وقت (۱۲۳۳ھ) جب کہ یہ بہت ضعیف ہو چکے تھے، ابراہیم پاشا نے انہیں بلا بھیجا اور نہایت سخت کلامی سے پیش آیا، غنیمت ہے کہ اوروں کی طرح انہیں پھانسی نہیں دی گئی (عنوان: ۱۹۱، ۱۲) رجب ۱۲۳۴ھ (۴ مارچ ۱۸۲۲ء) کو وفات پائی۔ مزید حالات اور شاگردوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (عنوان: المجدد)

(۹۴، ۱۹۱، ۲۳۲، ۲۳۳)

قحط سالی اور حج کی عام اجازت
 ۱۱۹۷ھ
 ۱۷۸۵ء

”۱۱۹۷ھ میں عبدالعزیز (حرسہ اللہ تعالیٰ) نے سرور والی مکہ مشرفہ کو گھوڑے سواریاں اور مختلف چیزیں دیے۔ یہ بھیجیں، اس تمام تعظیم و تکریم اور ہدایا سے اصل غرض اہل دین و اسلام (یعنی اہل نجد، اتباع شیخ الاسلام، مظلک العالی) کے لئے ادائے فرض (التزام الرکن الخامس) کی عام اجازت حاصل کرنا تھی جس سے وہ سالہا سال سے روک دئے گئے تھے اور جس کی بجا آوری کے لئے ان کے دل تڑپ رہے تھے۔۔۔ تو اس سال سبھوں نے حج کیا، کوئی تین سو

آدمی ہوں گے“ (روفتہ الاذکار: ۲، ۱۳۴)

ابن بشر نے اس کا بالکل ذکر نہیں کیا، قلبی نے ”اجازت“ اور اس کے اباب و نتائج مفصل گفتگو کی ہے، ۱۱۹۷ھ کی قحط سالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”..... تاہم (یعنی امیر عبدالعزیز کی

تمام کوششوں کے باوجود) اس قحط سالی سے جو دو سال تک رہی، پورے عرب کو کافی نقصان پہنچا، قابل لحاظ بات یہ ہے کہ

جب شریف اعظم سرور نے وہابی حاکم کو اس پابندی کے اٹھائے جانے کی اطلاع دی، جو ان کے آزادانہ حج پر چند سال پہلے عائد کردی گئی تھی، تو قحط سالی کے سبب سے صرف تین سو آدمی فائدہ اٹھا سکے۔ وہابیوں کو حج کی دوبارہ اجازت اس وقت کے عرب کی تاریخ میں خاصی اہمیت رکھتی ہے۔ سرور، عملاً قسطنطنیہ کے 'برائے نام' (TITULAR) خلیفہ کے اقدار سے بالکل آزاد ہو چکا تھا، اور اب اس نے عمیر اور نجد کے حدود کی طرف تاخت شروع کر دی تھی، وہابیوں کے خلاف اتنا حج کا حکم بھی اس نے اپنی برتری منوانے کا ایک ذریعہ بنانا چاہا تھا، لیکن وہابیوں نے اسکی برتری تسلیم نہیں کی، اور اتنا حج کا بدلہ انھوں نے یہ لیا کہ عراق و فارس کے حاجیوں کے تلافی جو وہابی علاقے سے گزرتے تھے نجدی دستوں کی چیٹر چھاڑ کا شکار ہونے لگے، یہ شریف سرور کی طاقت سے باہر تھا کہ ان تانلوں کی حفاظت کا ذمہ لے سکے، نتیجہ

لعنہ علیہ (ص ۲۰۰) کے بیان سے ایسا ترشح ہوتا ہے کہ شریف سرور (۱۸۶۶ء - ۱۲۰۲ھ) نے از خود اجازت دی تھی، حالانکہ ابن ختم کے مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر عبدالعزیز کی سلاطین بانی پر یہ اجازت ملی تھی۔۔۔ وقصدہ بذالک الشریف والا کمام و اهدائه..... الخصة لاهل الدین والاسلام فی اداء واجب الاختراض... الخ

یہ ہوا کہ بغداد کے ترکی پاشا نے قافلوں کی روانگی روک دی، اس لئے کہ فارس کی حکومت صحرائ کی تکلیفوں کا الزام پاشا نے بغداد ہی پر ڈال دیا تھا۔ ان دنوں حجاز کا سارا دار و مدار انھیں قافلوں پر تھا جو خشکی کے ذریعہ حج کو آتے تھے۔ مکہ اور مدینہ کے تاجروں نے تنگ کر شریف کو نجدی حکومت سے تعلقات استوار کرنے پر مجبور کیا۔ سرور کے لئے جھکنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ اور گھڑوں اور اونٹوں کا تحفہ جو باہبی حاکم نے قحط سالی کے سال شریف کو بھیجا اس سے دونوں حکومتوں کے تعلقات کی شگفتگی سب لوگوں پر ظاہر ہو گئی۔ الخ

لیکن یہ اجازت بھی عارضی ثابت ہوئی (۳۸، ۳۹) (مخلص)

دوسرا نجدی وفد:	شریف سرور کا انتقال ۱۲۰۲ھ میں ہوا، عبدالمعین بن مساعد
۱۲۰۲ھ ۱۷۹۰ء	والی ہوا پھر غالب بن مساعد امیر مقرر ہوا یہی شریف غالب ہے جس کے عہد میں اہل نجد اور حجازیوں اور مصریوں کے درمیان معرکہ اریاں

(مقالہ ابن سعود: انس - اسلام) کے

Mordtmann.

۱۷

بیان کے مطابق سرور کی دی ہوئی اجازت غالب نے ۱۲۰۲ھ میں چھین لی۔

عام طور پر مورخ لکھتے ہیں کہ اجازتیں عارضی رہیں اور اہل نجد پر حج

کے سلسلہ میں اتنا ہی احکام جاری رہے، تا آنکہ ۱۲۰۵ھ سے باضابطہ جنگ شروع ہو گئی۔

(الرحلۃ الحجازیۃ ص ۸۸)

ہوئیں، مورخوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کشمکش سے بچنا چاہتا تھا، لیکن علماء نے صلح نہ ہونے دی۔

واقعہ کچھ بھی ہو، شریف غالب (۱۲۰۲ھ - ۱۲۳۸ھ) کی معاملہ فہمی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے زمام حکومت ہاتھ میں لینے کے کچھ ہی بعد (دو برس بعد) امیر عبدالعزیز سے ایک ایسے عالم کی فرمائش کی جو شیخ الاسلام کی دعوت پر گفتگو کر سکے، امیر عبدالعزیز نے خوشی خوشی دعوت قبول کی اور شیخ عبدالعزیز بن الحصین کو (جو پہلے وفد کے رئیس بنا کر بھیجے گئے تھے، ۱۱۸۵ھ) اس خدمت پر مامور کیا، خود شیخ الاسلام نے اپنے دست فاضل سے لکھ کر ایک خط دیا، جس میں پہلے وفد کے حوالے کے ساتھ وہ دلیلیں تفصیل سے بیان کی گئیں، جن سے اس وقت علماء مکہ مطمئن ہو گئے تھے۔ غالب نے شیخ عبدالعزیز الحصین کا پر تپاک خیر مقدم کیا، دیر تک گفتگو کی اور ان کے دلائل کی اہمیت اور سچائی تسلیم کی، لیکن مقامی علماء کے برکانے سے وہ اپنے خیال سے پھر کیا فقہان جم نے اسے یہ سوچ جایا کہ ”تم نے ابن سعود کی اطاعت قبول کی، تو شریعتی امارت پر ابن سعود کا قبضہ ہو جائے گا۔“ بات لگتی ہوئی تھی، غالب کے دل سے لگ گئی اور سجدی اقتدار کے ہوتے نے اسے قبول حق سے باز رکھا، جس کا خمیازہ تمام دنیائے اسلام کو بھگتنا پڑا۔ شیخ عبدالعزیز نے اصرار بھی کیا کہ مقامی علماء کی ایک مجلس ترتیب دی جائے اور مختلف فقیہوں پر کھل کر گفتگو کی جائے۔ لیکن مقامی علماء اس پر راضی نہ ہوئے اور انہوں نے صاف صاف اعلان کیا۔

”ان دہابیوں کے ساتھ کوئی گفت و شنید بے کار ہے کہ ان کے عقائد“

ہمارے اسلاف کے عقائد کے بالکل برعکس ہیں۔

اگر فقہان حرم کارویہ ناعاقبت اندیشانہ نہ ہوتا، اور شریف غالب اور امیر عبدالعزیز کے درمیان بظاہر بہت ہمواری ہو جاتی، تو مسلمانوں کا کتنا قیمتی خون ضائع ہونے سے بچ جاتا؟ (روضۃ النکار، ۱۶۲۲-۱۶۲۳ قمری مذہب الزہرا، رجب ۱۲۲۵ھ)

تعجب ہے کہ ابن بشر نے اس قدر اہم واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

تیسرا نجدی وفد: دوسرے وفد کی ناکامی کے بعد طرفین میں چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ ۱۲۰۵ھ میں خود غالب نے پہل کی یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، درمیان میں صلح بھی ہوتی رہی اس اثنا میں نجدی فوجیں جزیرۃ العزیز کے باقی علاقوں میں اپنا اثر و نفوذ بڑھاتی رہیں۔ تاہم ۱۲۱۱ھ میں انھوں نے احساء کے پاس جزیرہ عمار پر حملہ کیا اور کامیاب ہوئے (عنوان: ۱۱۰، نجدی طاقت کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر شریف غالب نے ایک مرتبہ پھر سلسلہ

جلبانی کی امیر عبدالعزیز کو ایک خط بھیجا اور ایک ایسے نجدی عالم کے بھیجنے کی درخواست کی جو موحدین کا مسلک اہل مکہ کے سامنے پیش کر سکے پہلے دونوں وفد (۱۱۸۵ھ، ۱۲۰۴ھ) شیخ الاسلام کی زندگی میں اور ان کی ہدایتوں کا نقشہ ساتھ لے کر گئے تھے، تیسرے وفد کا مطالبہ ان کے انتقال (۱۲۰۶ھ) کے بعد ہوا

تاہم امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے فوراً دعوت قبول کر لی۔ اس نے کہ اسے تبلیغ سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ شیخ الاسلام کے ایک ممتاز شاگرد شیخ احمد بن ناصر بن عثمان بن عمر خدمت پر مامور ہوئے، احمد بن ناصر اور ان کے ساتھی پہلے طواف سے فارغ ہوئے، اس کے بعد امیر عبدالعزیز کے

تحفہ شریف کی خدمت میں پیش کئے ان کا استقبال نہایت دوستانہ ہوا اور
مسئلہ کئی دنوں تک مقامی علماء و سائنس دانوں کی رہنمائی میں شیخ احمد بن ناصر کی
خدمت میں کچھ سوالات پیش ہوئے اور تحریری جواب کا مطالبہ کیا گیا شیخ احمد
بن ناصر نے مفصل اور مدلل تحریری جواب دیا جو ایک رسالہ کی صورت میں
العقائد العذاب فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب
کے نام سے چھپ گیا ہے (مجموعۃ الحدیث السنۃ ۵۵-۹۰ رسالہ میں خاص
طور پر دو مسکوں سے بحث کی گئی ہے؛

۱، شفاعت اور استغاثہ

۲، تارکین صلاۃ کی تکفیر اور ان سے قتال

(آگے چل کر ان مسکوں پر تفصیلی گفتگو ہوگی اس لئے یہاں اس رسالہ کے

موضوع بحث کو چھوڑنا مناسب نہیں۔)

یہ مناظرہ رجب ۱۴۱۱ھ میں غالب کے سامنے بھری مجلس میں ہوا تھا
ابن غنم (حوادث ۱۴۱۱ھ) نے اس مناظرہ کی روداد قلمبند کرتے ہوئے لکھا
ہے کہ:-

”وہ (علمائے مکہ مکرمہ شیخ احمد بن ناصر کے دلیوں کی قوت تسلیم

کرنے کے باوجود قبول حق پر آمادہ نہ ہوئے۔۔

”انهم اعترفوا استقامه حججه ومع هذا لم یجدوا الخ

ابن غنم نے پورا رسالہ بھی نقل کر دیا ہے (روضۃ الافکار: ۲۲۶-۲۶۱)

غلبی (ص ۷۱) نے بھی اس وفد اور مناظرہ کی پوری روداد درج کی ہے

تعجب ہے کہ ابن بشر نے اس وفد کا بھی مطلق ذکر نہیں کیا۔

وفد کے رئیس شیخ احمد بن ناصر بن معمر کے متعلق بھی دو حرف لکھنا مناسب

نہ ہو گا۔ پہلے اور دوسرے وفد کے رئیس شیخ عبدالعزیز احمین (م ۱۲۳۵ھ) کی طرح یہ بھی شیخ الاسلام کی شاگردی کا شرف رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام کے علاوہ ان کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب (م ۱۲۰۸ھ) اور ان کے شاگرد ویرت ابن غنام (م ۱۲۲۵ھ) سب بھی مستفید ہوئے تھے۔ درعیہ میں عرصہ تک قضا پر مامور رہے امیر سعود بن عبدالعزیز (۱۲۱۸-۱۲۲۹) نے انھیں درس و افتاء کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا تھا اور وہیں وفات پائی (درسطوی الحجۃ ۱۲۲۵ھ) آغاز جنوری ۱۸۱۱ھ عنوان: ۱۵۲۱

جنگ کے بعد صلح: اب نجدی وہابیوں کی کامیابیاں اتنی بڑھیں کہ بابائی ۱۲۱۳ھ کو بھی فکر دامنگیر ہوئی سلیمان پاشا والی بغداد کے ذمہ یہ مہم کی گئی سلیمان نے ثوینی (۱۲۱۱ھ) اور علی پاشا (۱۲۱۳ھ) کی سرکردگی

۱۲۱۲ھ میں غالب نے خاص طور پر دولت علیہ کو وہابیوں کی ”سرکوبی“ کی طرف توجہ دلائی، لیکن دولت علیہ نے کسی سرکردگی کا اظہار نہیں کیا (خلاصۃ الکلام: ص ۲۶۶) لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے سلیمان پاشا بغداد کا حاکم اہل نجد کے مقابل میں فوج کشی کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اس کے بعد ۱۲۱۳ھ میں تو خود حاکمان کے بیان کے مطابق سلیمان کے نائب علی پاشا نے ایسی چڑھائی کی تھی کہ ”اگر ان کی زندگی نہ باقی ہوتی تو وہابیوں کا یقینی خاتمہ ہو گیا تھا“ (خلاصۃ الکلام ص ۲۶۸)

میں بالترتیب نو جین بھیجیں جو ناکام واپس آئیں (تفصیل کے لئے: عنوان: ۱۰۷-۱۱۸؛ قلبی: ۶۸، ۶۹، ۷۰) پھر کیا تھا نجدی نو جین عراق کے سرحد پر مسل دھاوے کرنے لگیں، امیر عبدالعزیز نے بڑھ کر بحرین اور سواحل عمان پر قبضہ کر لیا، جو بصرہ اور بغداد کے ترک حاکموں کے حلوں کے باوجود مستحکم ہوتا تھا۔ نجدیوں پر امتناع حج کی پابندی اور بدلے میں ان کا عراق پر حملہ اور عراقی قافلے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنا، اشرف مکہ کے لئے ہمیشہ خلجان کا باعث رہا، اور اسی دباؤ سے مجبور ہو کر انھوں نے بارہا حج کی عارضی اجازت دی اور نواد طلب کئے، پھر فوج کشی کی ٹھانی۔ غالب کا یہ رویہ برابر قائم رہا، اور اس نے ۱۲۰۵ھ (عنوان: ۸۷-۸۸؛ قلبی: ۵۳-۵۴) ۱۲۱۰ھ (عنوان: ۱۰۳-۱۰۷؛ قلبی: ۶۲) اور ۱۲۱۲ھ (عنوان: ۱۱۲-۱۱۳؛ قلبی: ۷۳-۷۴) میں مسلسل تیاریوں کے بعد حملے کئے، اور ہمیشہ ناکام رہا۔ آخری سخت معرکہ ۱۲۱۲ھ میں پیش آیا۔ اور غالب کو خرمہ (ترہہ کے قریب ایک مشہور گاؤں) کے مقام پر بری طرح شکست ہوئی، اور اس کے ہزاروں آدمی کام آئے (عنوان: ایضاً) تو اس کے لئے صلح جوئی اور حج کی اجازت دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ دونوں علاقوں کے درمیان حد بندی کر دی گئی، عقبہ، حرب اور عمیر کا

۱۲۱۲ھ میں یہ معرکہ جو وقعتہ الخرمہ کے نام سے مشہور ہے، شوال ۱۲۱۲ھ (مارچ اور اپریل ۱۷۹۵ء) میں پیش آیا، غالب شکست کھا کر ۳ رذی القعدہ (۱۹ اپریل) ۱۷۹۵ء

کو واپس ہوا۔ (خلاصۃ الکلام ص ۲۶۷)

شمالی علاقہ شریف کے حدود مملکت میں رہا۔ یہ صلح آخر جمادی الاول ۱۲۱۳ھ
(دسمبر ۱۷۹۸ء) میں ہوئی (خلاصۃ الکلام ص ۲۶۷) اور ۱۲۱۳ھ سے ۱۲۱۵ھ
تک نجدی حجاج اور ان کے ساتھ عراقی قافلے امن و امان کے ساتھ فریضہ حج ادا
کرتے رہے۔

حج: ۱۲۱۳ھ | ”خرمہ کے واقعہ کے بعد شریف نے عبدالعزیز کے پاس قصد
بیجا اور صلح کی خواہش کی جسے امیر نے قبول کیا اور شریف نے
اہل نجد کوچ کی اجازت دی۔

اس سال نجد کا ایک قافلہ حج سے مشرف ہوا جس میں شیخ الاسلام
کے دو فرزند علی بن محمد اور ابراہیم بن محمد بھی تھے۔ (غوان، ۱۲۰/۱)
دونوں کے درمیان عہدِ دِپیمان مکمل ہو گئے جنگ کی موقوتی اور
امن و امان کا اعلان کر دیا گیا و نابیوں کو حج بیت اللہ کی اجازت
ملی اور لوگوں کو ان کے ساتھ کسی قسم کا تعارض کرنے سے روک دیا
گیا تو ہر طرف سے وہ مکہ کی طرف پکے۔ اللہ تعالیٰ کی بھی عجب شان
ہے (!!) (خلاصۃ الکلام: ص ۲۶۸)

احمد و سلطان (۲) احمد بن ناصر کے حج کا بھی ذکر کرتا ہے، لیکن
ابن بشر دوسرے اعیان کے ضمن میں ان کا نام نہیں لیتا۔

اس سال خود امیر عبدالعزیز یا سعود بن عبدالعزیز حج سے مشرف
نہ ہو سکے، سلیمان پاشا نے اپنے نائب علی پاشا کی سرکردگی میں عظیم الشان
فوج ان کے مقابلہ کیلئے بھیجی تھی (رمضان - ذی القعدہ ۱۲۱۳ھ اس مہم کی
۱۷۹۹ء)

تیار یوں میں دونوں باپ بیٹے الجھے رہے۔

جج: ۱۲۱ھ | ”اس سال سود بن عبدالعزیز پہلی مرتبہ حج سے مشرف ہوا

اہل نجد جنوب الاحسا اور بدوؤں کی ایک بڑی تعداد وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا یہ حج بہت شاندار طریقہ پر ادا ہوا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ نہایت اچھی طرح عمرہ ادا کیا اور حج سے فارغ ہوئے کوئی

تکلیف نہیں پہنچی اور امن و امان سے واپس آئے واللہ الحمد والمنہ“

(عنوان: ۱۲۰ھ)

اور ۱۲۱ھ میں سود بن عبدالعزیز نے حج کیا اس کے ساتھ بے شمار

آدمی تھے (قوم کاکر مال) مولانا شریف اور وہ ایک خیمہ میں لے جو

ان کے لئے ابطح میں نصب کیا گیا تھا ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۱ھ کو وہاں

ہوا۔ (خلاصۃ الکلام ص ۲۶۸)

جج: ۱۲۱ھ | اس سال عبدالعزیز بن محمد بن سود نے خود زیارت بیت اللہ

کا قصد کیا تھا اور اہل نجد و اطراف نجد کی بڑی تعداد لے کر وہ روانہ

ہوئے لیکن سات دن برابر سفر کے بعد وہ چور ہو گئے اور سود بن عبدالعزیز

کے اصرار پر وہ لوٹ گئے اور امیر سود بن عبدالعزیز نے ترک و احتیام کے

ساتھ حج کیا۔ ہزاروں ہزار صدقات اور بخشش کے طور پر تقسیم کئے یہاں کا

دوسرا حج تھا۔ (عنوان: ۱۲۱ھ)

ان دونوں سالوں میں حج کے قافلے نجد کے حدود سے ہو کر

امن و امان سے گزرے خود سود بن عبدالعزیز نے بنفس نفیس نگرانی

کی دوسرے سال عمان کا فرماں روا بھی حج سے مشرف ہوا۔

[فلبی: ۸۱ (خلاصہ)]

۱۲۱۲ھ سے ۱۲۱۵ھ تک واقعات اور حج کی یہ ترتیب مستند مآخذ سے لی گئی ہے۔ امیر شکیب (۱۶۳-۱۶۲) کے بیان میں غالباً کسی یورپی مآخذ پر اعتماد کے وجہ سے ترتیب الجھ گئی ہے اور صلح و حج کے سنین کا پتہ نہیں چلتا، اسلم صاب (تاریخ نجد: ۷۶) نے غالباً اسی کا ترجمہ کیا ہے۔ اسی طرح مار دتھان کے مقالہ ابن سعود (انس. اسلام) میں گونین ٹھیک ہیں لیکن ترتیب الٹی پٹی ہے۔

کر بلا پر حملہ: نجدیوں کے حملہ کر بلا و خنف اور بلد الحسین کی بے حرمتی کی داستان ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۲ء

بہت کچھ رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کی گئی ہے، ہم یہاں صحیح ترین واقعات مختصر طور پر درج کرتے ہیں:-

”حجاج کے قافلوں پر واپسی میں عراق کے قبیلوں نے حملہ کیا“ جنہیں یقینی طور پر اوپر سے اس کی ہدایت تھی تاکہ وہابیوں کے قافلہ کے انتظام اور ان کی ذمہ داری پر حرف لگایا جاسکے۔ (فلبی: ۸۱)

لیکن وہابیوں کے تعلقات بغداد اور اشراف کے ساتھ زیادہ دنوں تک دوستانہ نہ رہ سکے، سعود بن عبدالعزیز نے شہر کر بلا پر ۸ ربیع الثانی ۱۲۱۶ھ (۲۱ مارچ ۱۸۰۲ء) کو حملہ کیا، تاکہ شیعہ قبیلہ خزاعل کے وہابی قافلہ پر حملہ کا انتقام لیا جاسکے۔۔۔۔۔“

(مار دتھان)

اور اس سال (۱۲۱۶ھ) سعود تمام نجد جنوب، حجاز اور

تہامتہ سے ایک جرار لشکر لے کر کر بلا کے ارادہ سے چلا اور بلدالحین کے باشندوں پر حملہ کیا یہ ذی القعدہ کا واقعہ ہے۔ تو مسلمانوں نے اس پر دھاوا بول دیا اس کی دیواروں پر چڑھ گئے اور زبردستی (غنوة) حاصل ہو گئے اور اکثر باشندوں کو گھروں اور بازاروں میں تہ تیغ کر دیا اور اس قبہ کو جو ان کے اعتقاد کے مطابق حسین (رضی اللہ عنہ) کی قبر پر بنایا گیا تھا ہدم کر دیا قبہ اور اس کے آس پاس اور چسٹھا وے النصۃ التي وضعها علی القبر کی تمام چیزیں لے لیں قبہ زمرہ یا قوت اور جو اہر سے آراستہ تھا اور اس کے علاوہ شہر میں جو کچھ مال و متاع (تھیزار لباس) سونا چاندی قیمتی مصاحف اور بے شمار چیزیں) ملا سب لے لیا اور شہر میں ایک پہر سے زیادہ نہیں ٹھہرے

۱۔ ذی القعدہ ۱۲۱۶ھ (مارچ ۱۸۰۲ء) غالباً روانگی کی تاریخ ہے اصل میں ”وفیہا ساء سعاد بالجیوش۔ وذلك فی ذی القعدة“ ہے۔ اردکان نے تلک کی صحیح تاریخ ۱۸مر ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ (۲۱ اپریل ۱۸۰۲ء) دی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے۔ غلبی (ص ۸) نے اپریل ۱۸۰۱ء غلط لکھا ہے ۱۸۰۲ء ہونا چاہیے امیر شکیب نے ۲۰ اپریل ۱۸۰۱ء لکھی ہے اور ۱۸مر ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۲ء) کو قیل کے ساتھ لکھا ہے اور ضعیف بتایا ہے براہج (ص ۲) نے بھی ۱۸۰۱ء ہی میں حملہ کر بلا کا ذکر کیا ہے ہم ابن بشر کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں۔ محمد حامد نقی (ص ۸) نے بھی ابن بشر ہی کی روایت لی ہے۔

ولم یلبثوا فیہا الا ضحیٰ ؕ اور ظہر کے وقت تمام مال لے کر

وہاں سے نکل آئے اور اس کے باشندوں میں سے تقریباً دو ہزار آدمی

قتل کئے گئے۔“ (عنوان الجہد: ۱۱۱۶-۱۲۲)

اس واقعہ سے اہل نجد کی کتنی ہی تسکین کہوں نہ ہوئی ہو (ذیلی: ۸۱) لیکن عام مسلمانوں

خاص کر ایران کے شیعوں میں اس سے بڑی برائی پھیلی کہا جاتا ہے کہ فتح علی شاہ قاجار

(۱۲۱۲ھ - ۱۲۵۰ھ) نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ نجد پر فوج کشی کرنا چاہی تھی اور

سلیمان پاشا، ماکم بغداد بھی ایک بڑی فوج تیار کر رہا تھا لیکن اہل ایران کی

روس سے چھڑ گئی اور سلیمان، کردوں کی ایک بغادت فرو کرنے میں الجھ گیا،

اس لئے ان کے ارادے پورے نہ ہو سکے“ (حاضر: ص ۱۶۳ ج ۴)

فتح علی شاہ قاجار، شاہ ایران کی برہمگی تو بالکل قہر قیاس ہے لیکن

نجد پر فوج کشی کے ارادے کی تصدیق دوسری تاریخوں سے نہیں ہوتی۔ مشرقی

کتاب خانہ پٹنہ کے ایک مخطوطہ (فہرست مشروح انگریزی: جلد ۴، ص ۱۷۳۳)

سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے اس میں امیر سعود بن عبدالعزیز کی طرف سے فارسی

میں فتح علی شاہ قاجار کے نام ایک خط ہے جس میں باشندگان نجف کے مشرکانہ

اعمال کی برائی کے ساتھ ساتھ ان کے قتل کا بھی ذکر ہے نیز یہ بھی لکھا گیا کہ اگر

فتح علی شاہ نے ان برائیوں کے قلع قمع کرنے کی کوشش نہ کی تو امیر نجد کو مجبوراً

سنت کا روانی کرنا پڑے گی اس خط کے ساتھ فتح علی شاہ کا جواب بھی ہے

جس میں شاہ قاجار نے امیر نجد کو تنبیہ اور ان مظالم سے باز رہنے کی تاکید

کی ہے خط سے پہلے مختصر الفاظ میں شیخ الاسلام کی دعوت کی تشریح (افادات)

ہے۔ یہ افادات شیخ الاسلام سعد بن عبدالعزیز کی طرف سے ہیں اور اصل مکتوب امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود کی طرف سے لکھا گیا ہے، حملہ کر بلا (۱۸۰۲ء) کے وقت امیر عبدالعزیز حکمران تھا اور سعد بن عبدالعزیز دلی عہد اور سپہ سالار اس لئے دونوں کا نام ہونا قرین قیاس بھی ہے۔

یہ مختصر مخطوطہ ۱۲۱۹ھ کا لکھا ہوا ہے، یعنی واقعہ کے صرف تین سال بعد اس کی کتابت ہوئی ہے، خطوط پر تاریخ درج نہیں، بہر حال وہ حملہ کر بلا سے متصل ہی کہے گئے ہیں، اور اس میں فتح علی شاہ کے مجوزہ حملہ کا کوئی ذکر نہیں، پھر نہیں نلبی (صفحہ ۹) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۰۸ء میں فتح علی شاہ اور سعد بن عبدالعزیز کے تعلقات اچھے اور دوستانہ تھے اس لئے ہم شاہ ایران کے مجوزہ حملہ نجد کے متعلق دثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

ربا سلیمان پاشا حاکم عراق کا حملہ، سو اس کے بارے میں اتنا معلوم ہے کہ ۱۲۱۶ھ میں یعنی حملہ کر بلا کے کچھ ہی بعد اس کا انتقال ہو گیا (عنوان: ۱۲۲۱ء)

صلح کا خاتمہ: واقعہ خرمہ (۱۲۱۲ھ) کے بعد جو صلح فریقین کے درمیان ہوئی تھی، وہ بھی زیادہ دنوں تک قائم نہ رہی، شریف غالب کو

نجدی فوجوں کی زیادتی اور معاہدے کی خلاف ورزی کی شکایت ہوئی، خطوط سے مسئلہ طے نہ ہوا، تو شریف نے اپنے وزیر عثمان مضایفی کو گفت و شنید کے لئے بھیجا، لیکن وہ وہاں جا کر ان کے حلقہ میں داخل ہو گیا، اور واپسی پر اپنے نئے حلیفوں کی طرف سے غالب کو دعوت مبارزت دی،

ادھر غالب اور اس کے بھائی عبدالمعین میں ابن بن ہو گئی، عبدالمعین نے

سعود سے مدد طلب کی طائف کے قریب ایک جھڑپ ہوئی پھر غالب طائف میں قلعہ بند ہو گیا لیکن اسے زک اٹھانا پڑی اور طائف پر سعودی افواج کا قبضہ ہو گیا اور عثمان مضایفی حجاز کا حاکم مقرر ہوا (آخر ۱۲۱۶ھ) اور نجدی فوجیں اطراف و نواح میں پھیل گئیں اب ان کا رخ مکہ مکرمہ کی طرف تھا۔

حج کا موسم قریب تھا شامی قافلہ عبداللہ پاشا کی سرکردگی میں حرم سے صرف تین دن کے فاصلہ پر آ کر رکا سعود سے صلح ہو گئی شرط یہ ہوئی کہ قافلہ تین دن میں مراسم حج سے فارغ ہو کر اٹنے پاؤں واپس چلا جائے غالب نے عبداللہ پاشا سے درمیان میں پڑنے کی درخواست کی لیکن وہ شرط کے مطابق حج سے فارغ ہوتے ہی واپس ہو گیا اور غالب کی التجا بے کار گئی (عنوان: ۱، ۱۲۲، غلطی: ۸۳)

مکہ مکرمہ کا فاتحانہ داخلہ | حج کے ختم ہوتے ہی غالب نے جدہ جا کر پناہ لی اور سعود بن عبدالعزیز، یوم شنبہ ۸ محرم الحرام (۳۰ مارچ ۱۲۱۸ھ) کو مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوا باشندوں کی طرف سے کوئی مقاومت نہیں کی گئی امیر سعود بن عبدالعزیز نے غالب کے بھائی عبدالعین کو مکہ مکرمہ کا امیر مقرر کیا اور خود اصلاح کی طرف توجہ کی

”..... سعود نے باشندوں کو امان دی اور صدقات و عطیات دل

۱۔ ڈکٹری آف اسلام (ص ۶۶۰) میں مکہ معظمہ میں داخلہ کی تاریخ ۲۷ اپریل دی گئی ہے جو غلط ہے۔ غالباً زویر (ص ۱۹۲) نے بھی اسی سے یہ غلطی نقل کی ہے۔

کھول کر تقسیم کئے۔ جب سعود اور مسلمان طواف اور سعی سے فارغ ہوئے تو اہل نواحی قبول اور شریک شہد کے اہتمام پر مامور کئے گئے۔

”مکہ کے ہر حصہ میں اس قسم کی چیزیں بہ کثرت تھیں سعود نے کوئی بیس دن قیام کیا اور اس دوران میں مسلمان ان قبول کو گراتے رہے۔۔۔۔۔ تا آنکہ مکہ کے تمام مشاہد اور قبے زمین کے برابر کر دئے گئے۔

(عنوان: ۱/ ۱۲۲)

سعود عبدالمعین کو امیر بنا کر خود حرم کو مشرکانہ آلودگیوں سے پاک کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا، کتبہ کے جواہر اور قیمتی ذخیرے فاطمین میں تقسیم کر دئے گئے، قبے گرائے گئے اور بعض جوار قتل بھی کئے گئے۔

(فلبی: ۸۲)

ابن بشر، جواہرات کی تقسیم اور مجاوروں کے قتل کا بالکل ذکر نہیں کرتا، یہ سعود کے داخلہ مکہ کا ایک رخ تھا جو شاید عام لوگوں کے نزدیک مقبول

نہ ہو، اس فتح کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو، ایک پادری HUGHES

کا بیان ہے:

”حرم کی تقدیس کے باعث باشندوں کو ادنیٰ گزند نہیں پہنچا۔۔۔۔۔ اور اہل نجد کے صاحب امر ہونے کے بعد مسجدیں اس طرح آباد ہوئیں کہ بلد امین میں طاعت و زہد کی یہ مثال عہد نبوت کے بعد دیکھنے

میں نہیں آئی تھی۔ (ڈکٹری آف اسلام ص ۶۶۰)

ایک انگریز معاصر رک ہارٹ لکھتا ہے:

”مقدس شہر میں داخل ہونے پر فوج نے کوئی ناروا حرکت نہیں کی
تمام دکانیں دوسرے روز کھل گئیں اور فوجیوں نے (ضرورت کی
تمام چیزیں نقد قیمت دے کر خرید کیں (ص ۱۹۵) نیز براجم ۲۲)
ایک دوسری جگہ یہی برگ ہارٹ لکھا ہے :

”اہل مکہ اب تک سعود کا نام جذبات منان کے ساتھ لیتے ہیں مختلف
زیارتوں اور حج کے موقعوں پر فوج کا قابل تعریف رویہ خاص طور پر یاد
کیا جاتا ہے، بلکہ الحرام میں پہلے داخلے کے وقت اس کی سپاہ کا منصفانہ
برتاؤ اب تک ان کے ذہن سے محو نہیں ہوا“ (ج ۲ ص ۱۴۹)

اس کے علاوہ نماز باجماعت کی پابندی پر مجبور کیا گیا اور ریشمی کپڑے اور تباکو
کے آلات ضائع کر دیے گئے (” “) غیر اسلامی ٹیکس اور چٹکیاں روک دی گئیں
(الہدیتہ السنیتہ : ص ۴۳) مکرر جماعتیں بھی روک دی گئیں، اور مختلف فقہی
مذہب کے علماء مختلف وقتوں میں امامت کرنے لگے (خلاصۃ الاحکام ص ۲۷۸)
اہل نجد کے عمائد اور طریق عمل کی توضیح کے لئے شیخ عبداللہ بن شیخ الاسلام
کے قلم سے لکھا کہ ایک رسالہ عام طور پر تقسیم کیا گیا (مجموعہ الہدیتہ السنیتہ : ص ۵۴-۴۱)
اس رسالہ میں قبوں اور زادیوں کے انہدام کا صاف صاف ذکر کیا گیا ہے، نیز
دوسرے مختلف فیہ مکوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ دحلان (خلاصۃ الکلام ص ۲۷۹)
کے مطابق شیخ الاسلام کے رسالہ کشف شبیہات کے پڑھنے پڑھانے کا بھی حکم ہوا۔
ابھی غالب کے جدہ میں پناہ لینے کا ذکر آچکا ہے مکہ مکرمہ میں صرف
چودہ دن قیام کے بعد سعود نے اس کا تعاقب کیا (۲۲ محرم ۱۲۱۸ھ) لیکن حملہ

ناکام رہا اس کی سپاہ یلگ کاشکار ہو گئی مجبوراً اسے سردست حجاز کا خیال
چھوڑنا پڑا۔ مکہ میں اس کے دو سو آدمی رہ گئے تھے جو بری طرح ذبح کئے گئے۔
(نعلی: ۸۳ حاضر العالم الاسلامی: ص ۱۶۲ ج ۲)

امیر عبدالعزیز کی شہادت رجب ۱۲۱۵ھ	۱۸ رجب ۱۲۱۵ھ (۲۱ نومبر ۱۸۰۲ء) کو امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود حسب معمول درعیہ میں عصر کی نماز پڑھا
--------------------------------------	---

رہا تھا کہ عین سجدہ کی حالت میں ایک جفاکار نے اسے خنجر سے شہید کر دیا خیال
کیا جاتا ہے کہ قاتل کوئی ایرانی یا کردی شیعہ تھا جس کے کئی لڑکے کربلا میں نجدیوں
کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور وہ انتقام کے ارادہ سے درعیہ میں قیام پذیر تھا
غریب صورت اور درویش منش پاکر امیر عبدالعزیز نے اس کی کافی خاطر و مدارات
بھی کی تھی ایک سال تک انتظار کے بعد آخر اسے موقع ملا اور امیر عبدالعزیز
کام تمام کر کے اس نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

۱۔ عام مورخ قاتل کو ایرانی شیعہ بتاتے ہیں (نعلی: ۸۲، حاضر: ۱۶۳) لیکن ابن بشر
(۱۲۳۱) کردی بتاتا ہے اور پھر قاتل کے ساتھ شیعہ بھی کہتا ہے۔ "یہ قاتل اس لئے کہ
کرد شیعہ نہیں بلکہ کٹر سنی ہیں۔۔۔" واللہ اعلم لان الاکراد لیسوا باہل فہین
ولا فہ قلوبہم علی المسلمین (۱۲۴۱)۔ ابن بشر (۱۶۳) اس قاتل کا
نام عثمان بتاتا ہے جو موصل کے پاس ایک قصہ عمار یہ کارہنے والا تھا۔ اسم صاحب
(تاریخ نجد ص ۵۸) نے اس کا نام عبدالقادر لکھا ہے، پتہ نہیں ان کا ماخذ کیا ہے؟
محمد حامد نفی (ص ۸۵) نے بھی قاتل کا نام عثمان ہی لکھا ہے۔

عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے ۱۱۶۹ھ سے ۱۲۱۸ھ تک سل انتالیس سال حکومت کی اور اس حکومت کا بیشتر حصہ خود شیخ الاسلام کی نگرانی میں گزرا (۱۲۰۶ھ تا ۱۲۱۸ھ) تک عبدالعزیز نے نمایاں حیثیت تو اپنے والد ہی کے عہد میں حاصل کر لی تھی اور تمام اہم معرکے (۱۱۵۹ھ سے ۱۱۶۹ھ) اسی کی قیادت میں سر ہوئے تھے بالکل اسی طرح جیسے اس کے دور حکومت میں تمام اہم لڑائیاں اس کے ولی عہد سعود بن عبدالعزیز کی سرکردگی میں لڑی گئیں۔ امیر عبدالعزیز نے خود شیخ الاسلام کی صحبت اٹھائی تھی اس لئے تبلیغ و دعوت کا شوق اس کے دل و دماغ میں سایا ہوا تھا جو علاقہ فتح ہوتا وہاں وہ سب سے پہلے مبلغین اور متطوعین کا تقرر کرتا رعایا پر رحم دلی اس کی طبیعت ثانیہ تھی یہ موقع تفصیل کا نہیں اس کے محاسن و معمولات ابن بشر نے (۱۲۸-۱۲۴) اچھی طرح بیان کئے ہیں ہم صرف امام محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳ھ - ۱۲۵۰ھ) کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں شوکانی امیر عبدالعزیز کے معاصر تھے اور ان پر شیخ الاسلام کی ہم مشربی کا ”الزام“ بھی نہیں عائد کیا جاسکتا۔ (ملاحظہ ہو باب چہارم دعوت اور باب پنجم غلط بیانیوں)

..... جو اس کی حکومت میں داخل ہوتا نماز زکوٰۃ روزہ اور تمام

شعائر اسلام کا پابند ہو جاتا۔ اس کے حلقہ طاعت میں شام کے

عرب داخل ہوئے اور فرائض دین کے سخت پابند ہو گئے حالانکہ

اس سے پہلے وہ اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے اور غلط سلط کلمہ

شہادت ادا کرنے کے سوا کوئی رکن ادا نہیں کرتے تھے خلاصہ یہ کہ اس

سے پہلے وہ بالکل جہالت میں گھرے ہوئے تھے اور اب نمازیں

وقت پر ادا کرنے لگے ہیں۔ (البدیع: ۲ ص ۵)

برک ہارٹ (۱۳۶) نے بھی اس کی تبلیغی کوششوں، قاضیوں کا تقرر قاضیوں کی انصاف پرستی وغیرہ کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

سعود بن عبدالعزیز | امیر عبدالعزیز کی شہادت کے بعد اس کا بیٹا سعود امیر
مقرر ہوا، سعود کے لئے امارت کی بیعت شیخ الاسلام کی
زندگی ہی میں، ان کی ایما سے لی جا چکی تھی (۱۲۰۲ھ / ۱۸۸۸ء) روضۃ الافکار ۲/ ۱۵۴
عنوان المجد: (۸۳)۔

سعود زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے باپ کے نقش قدم پر دعوت و حکومت کی توسیع میں سرگرم ہو گیا۔ اور دروازے فوجی مہمات کی سرکردگی اپنے بیٹے عبداللہ کے سپرد کی۔ عبداللہ نے ایک طرف حجاز میں خیبر کو سرنگوں کیا اور دوسری طرف بحرین، عمان اور اس انجمنہ تک اپنی فتوحات کی دھاک بٹھادی۔ اب باب عالی کو بھی فکر ہوئی، علی پاشا حاکم عراق، عبداللہ پاشا حاکم دمشق اور شریف پاشا، حاکم جدہ، تینوں کو اس خطرہ کی بجھ کنی کا حکم ہوا۔ عراق میں عربوں اور کردوں کی ایک بڑی فوج تیار کی گئی، لیکن یہ تیاریاں وقت پر مکمل نہ ہوئیں، ادھر سعود کو موقع ملا، اور اس نے بصرہ پر دھاوا کر دیا، علی پاشا، حلقہ میں قلعہ بند تھا، اسے چھوڑ کر نجدی فوجیں زیر پر حملہ آور ہوئیں اور وہاں کے تمام قبے اور غیر شرعی مشاہد گرا کر واپس ہوئیں (ذی الحجہ ۱۲۱۸ھ - مارچ ۱۸۰۴ء) سعود تو کامیاب لوٹا اور علی پاشا کردستان کی ایک بغاوت کے فرو کرنے میں اچھ گیا اور اس کی مہم ناکام رہی۔ (عنوان: ۱/ ۳۰، غلبی: ۸۷-۸۶)

مکہ مکرمہ کی دوبارہ فتح | اب سعود کو ہر طرف سے الطینان ہو گیا عمان اور ساحلی علاقے اس کی برتری اور اقتدار تسلیم ہی کر چکے تھے عراق کی طرف سے جو الطینان ہوا تو اس نے پھر حجاز کو زیر نگین کرنے کا تہیہ کر لیا ذی قعدہ ۱۲۲۰ھ ۱۸۰۶ء
 ۱۲۱۹ھ - فروری ۱۸۰۵ء عثمان مضافی نے بلا پس و پیش طائف پر قبضہ کر لیا اور ۱۲۲۰ھ کے آغاز میں اہل مدینہ نے بھی اطاعت قبول کر لی اور سمع و طاعت کا عہد کیا۔ حسب دستور مدینہ منورہ میں عام قیروں کے قبے اور مشاہد کراؤ کئے (عنوان: ۱۳۵/۱)

اس اشار میں نجدی فوجیں جو اس پاس کے تمام علاقوں پر قابض ہو چکی تھیں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئیں حج کا زمانہ قریب آ گیا تھا شامی قافلہ محاصرہ کی وجہ سے رک گیا اوہراہل مکہ پریشان ہوئے مجبوراً غالب نے امان طلب کی اور سعود کی اطاعت کا عہد کیا (اواخر ۱۲۲۰ھ جنوری یا فروری ۱۸۰۶ء) شامی قافلہ کو حج کی اجازت ملی غالب نے اطاعت کے ثبوت میں سعود کے پاس تحفے بھیجے اور اس نے اپنے سرداروں عبدالوہاب ابو نقطہ اور عثمان مضافی کے منظور کردہ صلح کی تصدیق کی پھر کیا تھا ”امن و خوش حالی کا دور دورہ ہوا“ قحط سالی ختم ہوئی اور تمام راستے پر امن ہو گئے (عنوان: ۱۳۴/۱)

۱۵ اشٹورڈ (حاضر ج ۱ ص ۲۶) Hughes, (ڈاکٹری آف اسلام)

(ص ۶۶۰) وغیرہ وغیرہ نے فقہ الرسول کے انہدام کا ذکر کیا ہے جو کہ غلط ہے تفصیل غلط جانیں

(کے باب میں) حاشیہ نمبر (۳۰۲) صفحہ (۸۳) پر ملاحظہ ہو۔

دو یورپی معاصروں کا بیان اس سے بالکل الگ ہے:

"مدینہ منورہ ۱۸۱۵ء میں فتح ہوا، وہاں ایک شخص حسن قلعی شہر پر قابض ہو گیا تھا، اور شہر کو سعود کے سپرد کرنے سے پہلے قبۃ شریف کے خزانے پر قبضہ کر کے اس نے اپنے خاص لوگوں میں تقسیم کر دیا فتح کے کچھ ہی بعد سعود مدینہ پہنچا اور قبۃ کھول کر جو تھوڑا بہت بچ گیا تھا اپنے قبضے میں کر لیا" (برک ہارٹ: ۱۹۸۹ء: ۳۳/۳۴)

سعود کا تیسرا حج | سعود کے دو حج پہلے مذکور ہو چکے ہیں (۱۲۱۴ھ اور ۱۲۱۵ھ)
اب دوبارہ فتح مکہ کے بعد پھر اسے زیارت بیت اللہ اور اپنی تبلیغی کوششوں کی تکمیل کا موقع ملا۔

تیسرے حج کا ارادہ کر کے وہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۲۱ھ (۲۱ جنوری ۱۸۰۶ء) کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۷۲ یہ قحط سالی ذی الحجہ ۱۲۱۹ھ سے ذی قعدہ ۱۲۲۰ھ تک ہی (خلاصۃ الکلام: ۲۸۵) بندوبست پر بھی اس قحط کا اثر پڑا لیکن سب سے زیادہ تنگی مکہ مکرمہ میں محسوس ہوئی جنگ اور محاصرہ کے وجہ سے باشندے بونہی چور تھے قحط نے بالکل ادھ موا کر دیا (عنوان: ۱۳۳) غلبی نے فتح مکہ کے ساتھ سلب و نہب کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ احمد زین دحلان نے جہاں بے شمار گالیاں دی ہیں وہاں اس "قتل و نہب" کا بالکل ذکر نہیں کیا (خلاصۃ الکلام: ۲۹۲)

۷۳ غلبی (۸۷) نے واقعات اور سنین کی ترتیب کچھ غلط دی ہے امیر شکیب کا بیان مبہم اور غیر مرتب ہے۔ صرف مارو تھان نے سین ٹھیک ٹھیک دئے ہیں

درعیہ سے روانہ ہوا، مکہ مکرمہ پہنچ کر اس نے اپنی حیثیت اور منصب کے مطابق صدقات و عطیات تقسیم کئے۔ ذی الحجہ کے آخر میں مدینہ منورہ روانہ ہوا اور وہاں انتظامی امور ٹھیک کر کے لوٹ گیا۔ احمد و حلالان (ص ۲۹۴) حجرہ شریفہ کے زر و جواہر کے نکالنے کا ذکر کرتا ہے، لیکن ابن بشر اس کا ذکر کرتے ہیں، لیکن ابن بشر کے سکوت کے وجہ سے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اگر نجف کی طرح حجرہ نبویہ کے زر و جواہر بھی سعود تصرف میں لاتا یا سپاہیوں میں تقسیم کرتا، تو یہ نجدی معاصر ضرور ذکر کرتا، اس لئے کہ اس کے نزدیک یہ کوئی مذموم فعل تھا ہی نہیں۔ نجف و کربلا میں اس قسم کے واقعات خود ابن بشر کی زبانی گزر چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص۔)

البتہ جبرتی (۲: ۲۹۹) خود عبداللہ بن سعود کی زبانی زر و جواہر کے لینے اور پھر ان کی واپسی کا ذکر کرتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ واقعہ صحیح ہو اور ابن بشر نے نظر انداز کر دیا ہو۔

اس سفر میں چند خاص باتیں ہوئیں، شامی تافلے کو شرطوں (باجے) گاجے سے پر ہیز وغیرہ کی عدم تعمیل کے باعث واپس ہونا پڑا (خلاصۃ الکلام: ۲۹۴) سعود نے ترک فوجوں کو مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کیا اور غالب نے سعود کے ہاتھ پر بیعت کی (عنوان: ۱۳۸) اس حج میں سعود کے ساتھ اس کے تمام امراء اور اہل نجد و نواح نجد کی بڑی تعداد ساتھ تھی

حج اور اصلاحات: ۱۲۲۱ھ میں تیسرا حج ہوا اور اُس کے بعد ۱۲۲۲ھ تک اس نے مسلسل ہر سال حج کئے حج و اجتماع کے ان موقعوں پر وہ

اپنی تبلیغی کوششوں سے کبھی غافل نہیں رہا، مختلف سالوں میں اس نے مختلف احرام نافذ کئے، مصری اور شامی محل روک دئے گئے، نیز قافلوں کے ساتھ باجے کا بجے کی ایک سخت مانعت کر دی (خلاصۃ الکلام ص ۲۹۴)

”مکہ مکرمہ میں آکر بالمعروف اور بنی عن المنکر کا بول بالا ہوا۔ بازاروں میں اب تبا کو پینے والا نظر نہیں آتا۔ سود نے خاص طر پر نماز کے لئے محنت مقرر کئے، اذان ہوتے ہی بازاروں میں ”الصلاة الصلاة“

کی منادی ہوتی (۱۲۲۳ھ) (عنوان: ۱۴۱/۱)

۱۲۲۵ھ میں خود ابن بشر زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوا، وہ اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتا ہے:

”میں نے بھی اس سال حج کیا، میں نے سود کو احرام کی حالت میں اکیٹ سواری (اونٹ) پر دیکھا۔ . . . اس سواری پر کھڑے ہو کر اس نے ایک بلیغ خطبہ دیا جس میں لوگوں کو نصیحت کی اور ادب حج بتائے اور انھیں کلمہ لا الہ الا اللہ کی ہر کیت (اتحاد امن) دولت کی فراوانی اور سرکشوں کی اطاعت) یاد دلائی، اس نے کہا کہ وہ ایک کمزور سے کمزور کو، قوی سے قوی کے مقابلہ میں اس کا حق دلا کر رہے گا اور اسی سواری پر سے اس نے منادی کی:

مکہ مکرمہ میں کوئی ہتھیار نہ اٹھائے اور کوئی عورت آراستہ و پیراستہ ہو کر نہ نکلے اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا کی دھمکی دی۔ اور بازاروں میں نماز پر آمادہ کرنے کے لئے خاص آدمی

مقرر کئے اب تم نماز کے وقت شاید ہی کسی کو برگشتہ پاؤ گے اور ان تمام
ساووں میں بازار میں کوئی تمباکو یا دوسری منکرات کھلم کھلا استعمال
کرنے کی جرات نہ کر سکا۔ (عنوان المجد: ۱۵۱۱)

۱۲۲۶ھ کے متعلق ابن البشر لکھتا ہے:

”اور مکہ مکرمہ میں اب کوئی منکر پیر (تمباکو نوشی ترک صلوٰۃ اور غیر اللہ کی
قسم کھانا) نہیں دکھائی پڑتی۔

سعود بن عبدالعزیز کی اصلاحات کا سب سے زیادہ مفصل ذکر جبرتی کرتا
ہے، محرم ۱۲۲۱ھ کے حوادث میں شریف غالب اور امیر سعود کی باہمی مسابقت کا
ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے:

”..... منکرات کی گرم بازاری اس نے قطعاً روک دی اس طرح
مسی اور صفاء مروہ کے درمیان تمباکو نوشی بھی بند کر دی جماعت کے
ساتھ نمازوں کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا۔ ریشمی کپڑوں کے
استعمال کی بھی ممانعت کی۔ ناروا محصول اور عام مظالم روک دئے گئے
اور وہ لوگ (اہل مکہ اور شریف مکہ) اس بارے میں حد سے گزر چکے
تھے۔ اور تو اور وہ ہر لاش پر پانچ یا دس فرنگ ٹیکس لیتے تھے اور
اگر مردے کے اعزاء مقررہ محصول نہ ادا کر سکتے تو انھیں لاش اٹھانے اور
دفن کرنے کی اجازت نہ ملتی..... اس کے علاوہ بے شمار بدعتیں اور
نت نئے ناروا محصول انہوں نے ایجاد کر لئے تھے۔ بازار کی خریداری
اور گھروں پر بھی محصول عائد ہوتا۔ با اوقات انسان اپنے گھر میں

اطمینان سے بیٹھا ہوتا اور اسے ایک بیک گھر خالی کرنے کا حکم ملتا۔ سرکاری ملازم کہتے کہ ”آقا کو اس گھر کی ضرورت ہے اب یا تو گھر خالی کر دیا پھر کچھ لے دے کر مصاحبت کر لو“۔

”... شریف نے ان سب چیزوں کے ترک کر دینے کا عہد کیا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے توحید، اتباع رسول اور خلفائے راشدین کے اسوہ کی پیروی کا عہد کیا۔ اور ان تمام چیزوں سے احتراز کا وعدہ کیا جو لوگوں نے بعد کو پیدا کر لی ہیں غیر اللہ سے مدد مانگنا، قبروں پر قبوں کی تعمیر، تصویروں اور نمائشی چیزوں کی بہتات، چمکھٹوں کو بوسہ دینا، غیر اللہ کے لئے تذل اور خضوع — غلامیہ یہ کہ ان تمام بدعتوں سے اجتناب کا اس نے عہد کیا جس میں کہ مخلوق کو کسی نہ کسی طرح الوہیت کا شریک کرنا جاتا ہے۔ ان اصلاحات کے بعد راستے مامون ہو گئے، مکہ مکرمہ اور مدینہ، مکہ اور جدہ اور طائف کے راستے کھل گئے۔“

(جبرتی: ۴: ص ۵-۶، ملخص)

برک ہارٹے (ص ۱۲۷) نے بھی نمازوں پر سختی اور سنراؤں کا ذکر کیا ہے۔
 بعض دوسری فتوحات | حجاز کی فتح پر سعود کی فوج، سرگرمیاں ختم نہیں ہوتیں اور لڑائیاں | (ص ۱۲۲) میں اس نے نجف پر حملہ کیا، لیکن کامیابی
 ۱۸۰۸ء

لے قلبی (ص ۵۹) نے نجف پر حملے کی تاریخ اپریل ۱۸۰۸ء دی ہے، ہم نے اختلاف کی صورت میں بن شکر کو ترجیح دی ہے۔

نہ ہوئی۔ (عنوان: ۳۵۱)۔ راستے میں سادہ اور زبیر پر حملے کئے گئے۔
 ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ (جون ۱۸۱۷ء) میں سعود نے شام کا قصد کیا اور
 متعدد حملوں کے بعد کافی مال و متاع لے کر کامیاب لوٹا (عنوان: ۱۲۸۱۲۹۱)
 قلبی: ۸۹ نے یہاں بھی سنہ کی تعیین میں غلطی کی ہے) اور ابن بشر کے بیان
 کے مطابق،

”اس غزوہ کی وجہ سے اہل شام کے دلوں پر سعود کی دھاک بیٹھ گئی“

بصرہ اور اس کے نواح پر بار بار حملے ہوئے، لیکن کوئی پائدار فائدہ نہیں ہوا۔

راس الخیمہ: | ان لڑائیوں کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے بھی ایک جھڑپ
 ہوئی، خلیج فارس کے باشندے جو قبیلہ جو ازم سے تعلق رکھتے
 ۱۲۲۲ھ

تھے عرصہ سے تجارتی جہازوں پر دھاوے کیا کرتے اور کامیاب رہتے اب
 سالہا سال سے عمان اور خلیج فارس کے ساحلی علاقوں پر سعود کا سکہ چلتا تھا،
 اور یہ بحری پابھی (قرصان) Piratez، بھی سعود ہی کے زیر نگیں

تھے، انیسویں صدی کے شروع میں اس ”بحری تاخت“ کے روک تھام کی
 انگریزوں نے بڑی کوششیں کی، اور آخر حکومت بمبئی نے ستمبر ۱۸۰۹ء (رمضان
 ۱۲۲۲ھ) میں ان کے مرکز راس الخیمہ پر سخت حملہ کیا اور قرصان Pirates،

کے بیڑہ کو کاری ضرب لگائی۔ (تفصیل کے لئے عنوان: ۱۲۶۱، قلبی ۹۲) اور
 نومبر ۱۸۰۹ء (شوال ۱۲۲۲ھ) تک راس الخیمہ جلا کر راکھ کیا جا چکا تھا۔ اور قرصان
 کو اپنا راس الخیمہ کا مرکز چھوڑنا پڑا۔

گو اس شکست سے نجدیوں کی مقامی ساکھ قائم رہی اور عمان کے

اندرونی علاقوں میں ان کی عسکری تنگ و تاز جاری رہی۔ پھر بھی زویر کے الفاظ میں

”مصریوں سے پہلے اہل نجد کو جو سب سے سخت دھکا لگا، وہ یہی

برطانیہ کے ہاتھوں تھا۔ ۱۸۰۹ء میں ممبئی سے انگ ایک انگریزی فہم

ان کے خاص بحری متفر اور مرکز راس الخیمہ کے ”قرضی“ باشندوں

Piratic inhabitants, کے خلاف پہنچی مرکز پر بمباری

اور جلا کر خاکستر کر دیا گیا“ (۱۹۷-۱۹۸) برائچ نے وہابیوں کی ’زیادتیوں‘

اور راس الخیمہ پر حملہ اور پھر ان کی ’سزایابی‘ کی مفصل روداد بیان کی

ہے (۲۵-۲۴) اور کرنل اسمتھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”وہابی کی

طاقت پر یہ پہلی اخلاقی ضرب تھی“ (۲۵) (نیز ملاحظہ ہو برک ہارٹ

(۲۰۸)

مصریوں کا حملہ	۱۲۲۶ھ
۱۲۲۶ھ	۱۸۱۱ء
۱۸۱۱ء	

اور آخر ۱۲۲۶ھ میں مصریوں کا حملہ شروع ہوا اس وقت نجدی حکومت کا اثر شمال میں حلب سے لے کر بحر ہند تک اور مشرق

میں خلیج فارس اور عراق بحر قزقم تک پھیلا ہوا تھا۔ اور راس الخیمہ کی ترک کو چھوڑ کر اب تک اس جواں سال حکومت کو کوئی قابل ذکر صدمہ بھی نہیں پہنچا تھا

نجدی اثر و اقتدار کی خبریں آستانہ پہنچ رہی تھیں، بغداد، دمشق اور جدہ کے حاکم عاجز آچکے تھے۔ آخر باب عالی نے تنگ آکر محمد علی پاشا خدیو مصر کو

اہل نجد کی سرکوبی پر مامور کیا (۱۲۲۶ھ) کہا جاتا ہے کہ یہ ۱۸۰۴ء میں اسی

شرط پر مصر کا پاشا بنایا گیا تھا۔ ”سانپ مرے اور لاشیں نہ ٹوٹے“ شاید اسی

موقع پر کہا گیا ہے۔ محمد علی خدیو مصر (مولود ۱۱۸۲ھ متوفی ۱۲۶۵ھ) کی روز افزوں طاقت بھی باب عالی کے لئے مستقل خطرہ بنتی جا رہی تھی آل سعود اور خدیو مصر دونوں کی ٹکرائٹانہ کے عرش نشینوں کے لئے بہر حال فائدے سے خالی نہیں تھی۔

محمد علی کا بیٹا طوسون (م ۱۲۳۱ھ) دس ہزار فوج لے کر ساحل پر اتر اور آسانی میں جہاز پر قابض ہو گیا ۱۲۲۶ھ اس کے بعد وہ مدینہ کی طرف بڑھا راستے میں جدیدہ کی تنگ گزرگاہ کے قریب سعود کے بیٹوں عبداللہ اور فیصل نے حم کر مقابلہ کیا اور شکست دی۔ تقریباً بارہ سو مصری مقتول ہوئے (برک ہارٹ ۱۲۲۶ھ) اور طوسون کو پھر یمن کی طرف ہٹنا پڑا (ادار ذی قعدہ ۱۲۲۶ھ / دسمبر ۱۸۱۱ء) عنوان: (۱۵۶۱۵۵۶)

طوسون [طوسون کچھ دنوں یمن پر اتر رہا پھر اس نے مدینہ کی طرف پیش قدمی کی اور ابھی دو ماہ کے محاصرے کے بعد مصری مدینہ منورہ پر قابض ہو گئے (ذی قعدہ ۱۲۲۶ھ / نومبر ۱۸۱۲ء) عنوان: (۱۵۸۱۵۸۱، غلبی: ۹۴)

۱۵ مارچ ۱۸۱۱ء نے مصریوں کی شکست کی تاریخ، ۱۲۲۶ھ (۲۳ نومبر ۱۸۱۱ء) دی ہے احمد سلطان (خلاصہ: ۲۹۵) معرکہ کارزار گرم ہونے کی تاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ بتاتا ہے۔ برک ہارٹ (۲۲۹) اور براؤن (۱۵۸) پیش قدمی کی تاریخ جنوری ۱۸۱۲ء لکھی ہے۔ غلبی (۹۲-۹۳) نے جنگ اور اسباب شکست کی تفصیل تو مزے لے کر بیان کی ہے لیکن کوئی متعین تاریخ نہیں دی۔

طوسون فوراً جدہ پہنچا، عبداللہ بن سعود جو حجاز میں نجدی افواج کا سردار تھا، مکہ مکرمہ خالی کرنے پر مجبور ہوا۔ اور بلد الحرام پر لہا کسی پس و پیش کے مصریوں کا قبضہ ہو گیا (محرم ۱۲۲۸ھ / جنوری ۱۸۱۳ء، عنوان: ۱۶۰۰) کچھ ہی دنوں کے بعد طائف بھی ان کے قبضہ اقتدار میں آ گیا۔ اور احمد دحلان (ص ۲۹۶) کے بیان کے مطابق اس فتح کی خوشی میں تمام مصری قلمرو میں پانچ روز جشن منایا گیا۔ اس کے بعد طائف سے قریب تر بہ کے قریب سخت معرکہ پیش آیا اور مصریوں کو شکست ہوئی (شعبان ۱۲۲۸ھ / اگست ۱۸۱۳ء، عنوان: ۱۶۱)

ترہ کے اس واقعہ کے بعد سعود کے گورنر عثمان مضایفی کی ہمت بڑھی اور پھر اس نے طائف کی طرف پیش قدمی کی، لیکن ابجے اسے زک ہوئی، اس کے بہت سے آدمی کام آئے اور آخر وہ خود گرفتار ہوا (۱۰ / رمضان ۱۲۲۸ھ / ۴ اگست ۱۸۱۳ء، عنوان: ۱۶۲) اور غالب نے اسے محمد علی پاشا کی خدمت میں مصر بھیج دیا محمد علی تو حجاز کے لئے رخت سفر باندھ چکا تھا، اس کی عدم موجودگی میں عثمان مضایفی کو ایک خچر پر بٹھا کر پورے قاہرہ میں گشت کرایا گیا، اور اس کے بعد

۱۷۶۶) نے عثمان مضایفی کی گرفتاری اور قتل کے واقعہ کو مؤخر کر دیا ہے،

احمد دحلان (۲۹۶) اور ابن بشر (۱۶۲) دونوں اس واقعہ کو محمد علی پاشا کی آمد حجاز

سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ برک ہارٹ (ص ۲۴۶) اور برانچ (ص ۶۱) کا بیان ہے کہ عثمان مضایفی

کی گرفتاری پر پانچ ہزار ڈالر انعام رکھا گیا تھا یہ دونوں گرفتاری کی تاریخ ستمبر ۱۸۱۲ء

بتاتے ہیں۔ اور معرکہ بل کے بعد جس کا ذکر ابھی آتا ہے۔

دارالحکومت (آستانہ) بھیج دیا گیا جہاں موت اس کا انتظار کر رہی تھی (ادھر
 ۱۲۲۸ھ / دسمبر ۱۸۱۳ء) احمد حلال جس نے عثمان مضایفی کی برائی میں کوئی
 کسر نہیں اٹھا رکھی (ص ۲۴۲-۲۴۱) اس بے رحمانہ قتل پر اظہارِ افسوس کرتا ہوا لکھتا ہے:

”عثمان مضایفی جب مصر میں تھا۔ تو محمد علی پاشا کے ارباب حکومت

اس کی گفتگو اور فصیح زبان سے بہت متاثر ہوئے اس کی منانت اور

وقار کا ان پر بڑا اثر ہوا اس کے چہرہ سے امارت اور شرافت کے

آثار ظاہر تھے۔۔۔ یہاں تک کہ اکثر لوگ ایسے شریف آدمی کو آستانہ

بھیجنے پر اظہارِ افسوس کرنے لگے وہ جانتے تھے کہ دارالسلطنت پہنچ کر

اس کا بیچنا ناممکن ہے (خلاصۃ الکلام: ۲۹۶، ملخص)

جنگ اور فتح کی رفتار سے غیر مطمئن ہو کر خود محمد علی حجاز کے قصد سے روانہ

ہو گیا (۱۴ شوال ۱۲۲۸ھ / ۱۰ اکتوبر ۱۸۱۳ء خلاصہ ص ۲۹۶) اور اواخرِ شوال میں

اس نے جدہ میں قدم رکھا۔ (اکتوبر۔ نومبر ۱۸۱۳ء) اس نے آتے ہی پہلے شریف

غالب کی امارت کا خاتمہ کیا (۲۰ مئی ۱۲۲۸ھ) اور اسے گرفتار کر کے مصر

اور وہاں سے سوئیکہ بھیج دیا گیا جہاں غریب دو سال کے بعد دار آخرت کو

لے گلی (۶۵) نے وروود جدہ کی تاریخ ۲۸ اگست ۱۸۱۳ء دی ہے، اسی طرح اردتمان نے

اواخر اگست لکھا ہے ابن بشر نے (۱۶۳) قدم مکہ مکرمہ کی تاریخ صرف ذی قعدہ دی

ہے برک ہارٹ (ص ۲۸۱) اور برارنج (ص ۶۳) ستمبر ۱۸۱۳ء لکھتے ہیں ہم نے یہاں خلاصۃ الکلام

پر اعتماد کیا ہے۔ قلبی کی تاریخ واقعات کی ترتیب سے لاگ نہیں کھاتی۔

سدا رکھا گیا (اواخر رمضان ۱۲۳۱ھ جولائی ۱۸۱۶ء عنوان: ۱۸۵) الرحلة الحجازية
 ۸۹ برک ہارٹ ص ۲۶۲) غالب کے بھتیجے یحییٰ بن مسرور کو برائے نام امیر بنایا گیا
 اور تمام ملکی اختیارات حجاز کے نئے گورنر احمد پاشا کو دیدئے گئے حجاز کو بدنام و بایو
 کے پنجہ سے نکال کر مصر کا ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ اسی امارت کے پیچھے غالب نے
 کیا نہ کیا؟

”وہ کبھی دہابیوں کے ساتھ چالپوسی سے پیش آتا، اور ان کے عقائد کی
 تائید کرتا کبھی قبوں کے گرانے کا حکم دیتا کبھی مؤذنوں کو سلام (بعد الاذان)
 سے روکتا“ (الرحلة الحجازية: ۸۹)

یہ سب اس لئے کہ سعود کہیں اسے معزول نہ کر دے (خلاصۃ الکلام ص ۲۹۴)
 سعود کا مقصد نیک تھا، اس نے غالب کی امارت قائم رکھی محمد علی خاں
 دنیا دار تھا، اس نے قدم رکھتے ہی سب سے پہلے اسی غریب کا خاتمہ کیا محمد علی
 نے جس عیاری کے ساتھ غالب کو گرفتار کیا ہے، اس کا حال خلاصۃ الکلام
 (۲۹۵-۲۹۷) میں پڑھئے۔

برائے (ص ۶۸-۶۹) نے بھی غالب کی گرفتاری کی تفصیلات دی ہیں جو
 خلاصۃ الکلام سے ملتی جلتی ہیں۔ غالب اور محمد علی کے باہمی نزاع پر بھی اس نے
 لے حجاز اس کے بعد ایک عرصہ تک مصر کے تابع رہا، اسی دوران میں محمد علی اور دارالخلافہ
 کے درمیان ان بن ہوئی اور خونریز معرکے ہوئے محمد علی کا بیٹا شام پر بھی قابض ہو گیا۔
 اس کے بعد جب سلطان عبدالحمید تخت نشین ہوا (۱۲۵۵ھ) تو حجاز براہ راست دولت علیہ
 کی حمایت میں آیا۔ (خلاصۃ الکلام ص ۳۰)

کافی روشنی ڈالی ہے (صفحہ ۶۱) غالب اور محمد علی کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے موقع پر وہ لکھتا ہے:

”یہ تو امید ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ محمد علی اور غالب جیسے پرلے درجہ

So accomplished in deceit

کے پختہ مسکار

ایک دوسرے پر اعتماد کر سکیں گے۔“ (صفحہ ۴۷)

برک ہارٹ نے بھی محمد علی کی بدینتی اور مکاری کی بار بار اور سخت شکایت کی (صفحہ ۲۲۲) لیکن وہ غالب کا مداح ہے، جب غالب قید ہو کر مصر پہنچا تو برک ہارٹ وہاں موجود تھا اور اس نے غالب کی ملاقات کے تاثرات قلمبند کئے ہیں (صفحہ ۲۶۲-۲۵۹) لیکن اسی محمد علی اور مصریوں کی حالت کوئی ایسی قابل اطمینان بھی نہیں تھی۔ حجاز، عمیر اور یمن کے ساحلی مقامات تو آسانی سے مصریوں کے قبضہ میں آ گئے لیکن اندرونی علاقے ابھی تک نجدیوں کے زیر اثر تھے۔

مصطفیٰ بے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا، تربہ کے مقام پر پھر جنگ ہوئی اور مصریوں کو شکست اٹھانا پڑی (اواخر ذی الحجہ ۱۲۲۸ھ / دسمبر ۱۸۱۳ء) عنوان ۱۶۳-۱۶۴ عجیب بات یہ ہے کہ نجدیوں نے یہ معرکہ ایک بہادر عورت غالیہ کی سرکردگی میں سر کیا تھا (برک ہارٹ: (صفحہ ۲۶۸-۹) فلبی (صفحہ ۹۷) دحلان (صفحہ ۳) برک ہارٹ نے غالیہ کی بہادری کی توصیف میں زبان قلم کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔

محرم ۱۲۲۹ھ (جنوری ۱۸۱۴ء) میں سمندر سے مصری کمک پہنچی اور تنغہ کے قریب فریقین میں مڈبھیڑ ہوئی اور مصریوں کو شکست ہوئی۔ (عنوان: ۱۶۴)

سعود کی وفات | ابھی نجدیوں اور مصریوں کی کشمکش اس خطرناک مرحلہ
 ۱۲۲۹ھ
 ۱۸۱۲ء سے گزر رہی تھی اور نجدی پھر از سر نو مقابلہ کی تیاریاں

کر رہے تھے کہ برات کا دو لہا ہی حل بنا۔ امیر سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود
 دوشنبہ ۱۱ جمادی الاول ۱۲۲۹ھ (پہلی مئی ۱۸۱۲ء) کی شرب کو دار آخرت کی
 راہ لی (عنوان: ۱۷۶) اور محمد علی پاشا کی مہم کے لئے راستہ صاف ہو گیا اب
 نجد کی نئی حکومت کے پھولنے پھلنے کی توقع سردست جاتی رہی۔

سیرت سعود | ان لڑائیوں سے الگ بھی 'سعود ایک بے مثال' امیر اور فرماں روا
 تھا اس کی پیدائش ۱۱۶۰ھ یا ۱۱۶۳ھ میں ہوئی (البدرا طالع: ۱، ۲۶۳)
 شیخ الاسلام جیسا استاذ اور مربی ملا پھر کیا تھا علم و عمل کا نمونہ بن کر نکلا
 شیخ الاسلام کے درس میں مسلسل کئی سال تک سعود نے حاضری دی اور حدیث
 وفقہ میں اچھی دستگاہ حاصل کی۔ اس کے خطبے اور مکتوبات زبان اور علم
 دونوں کی حلاوت رکھتے ہیں۔

لڑائیوں میں عام طور پر نماز مغرب کے بعد وعظ کہتا اور لوگوں کو صبر
 و طاعت کی تلقین کرتا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام (رض) کا
 اسوہ پیش کر کے انھیں بہادری اور ثابت قدمی پر آمادہ کیا کرتا۔

۵ اردو تہان ۸ جمادی الاول (۲۷ مارچ ۱۸۱۲ء)

تاریخ وفات بتاتا ہے جسے صحیح مانتے ہیں تامل ہے۔ برک ہارٹ بھی یہی میں لکھتا ہے
 (ص ۲۸۷) احمد دحلان ربیع الثانی ۱۲۲۹ھ تاریخ وفات بتاتا ہے جو یقینی غلط ہے۔

جنگوں میں انتہائی فحاصمت اور شدت کے باوجود بچوں، عورتوں، بوڑھوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا۔ البتہ مال میں رعایت نہیں ہوتی، لڑائی ختم ہوتے ہی ”خمس“ وضع کر کے مال غنیمت سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا، سپاہیوں میں بھی پیادہ اور سوار کا فرق قائم رکھا جاتا، ”راجل“ (پیادہ) کو ”فارس“ (سوار) کا نصف ملتا۔ خلاصہ یہ کہ جنگوں میں یکسر ٹھنڈا اسلامی قانون پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی۔ یہ تو رزم کا حال تھا، بزم کی کیفیت کچھ اور ہوتی تھی، اہل درعیہ نماز صبح کے بعد روزانہ کسی عام جگہ (قصر سے باہر) جمع ہوتے، امیر سعود اور آل سعود صدر نشین ہوتے۔ ان کے پہلو بہ پہلو شیخ الاسلام کے اہل خاندان ہوتے، جن کا کوئی فرد درس و وعظ کی خدمت انجام دیتا۔ صبح کی مجلس میں عام طور پر عبداللہ بن شیخ الاسلام درس دیتے، اکثر تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کا سبق ہوتا، درس سے فارغ ہو کر وہ قصر میں جلوہ افروز ہوتا، اور عام مخلوق کی ضروریات سنتا اور ان کی شکایات دور کرتا درمیان میں قیلو کہ کا وقفہ ہوتا اور ظہر کے بعد قصر کے اندر درس کی مجلس مرتب ہوئی، لیکن اس وقت آل الشیخ نہ ہوتے، ظہر کے بعد ان میں سے ہر ایک کا حلقہ درس الگ الگ جہتا، اس سہ پہر کے درس میں خود امیر سعود معلم کی حیثیت سے داد علم دیتا۔ عام طور پر تفسیر ابن کثیر اور ریاض الصالحین کی قراءت ہوتی اور سعود تقریر و شرح کرتا۔ درس سے فارغ ہو کر پھر دو گھنٹے رعایا کی شکایات و ضروریات کے سننے اور ان کی تعمیل میں مصروف رہتا۔ یہ سلسلہ عصر تک جاری رہتا۔

نماز مغرب کے بعد پھر قصر میں اجتماع ہوتا، اعیان و عوام سب حاضر ہوتے،

عام مجلس ہونی، امیر سعود بھی حاضر ہوتا شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن شیخ الاسلام (مقتول ۱۳۳۲ھ) صحیح بخاری کا درس دیتے۔ ابن بشر (جو ان مجلسوں میں حاضر ہوتا رہا ہے) شیخ سلیمان بن عبد اللہ کی وسعت نظر کا غیر معمولی طور پر مداح ہے۔

یہ امیر سعود بن عبد العزیز کی اجمالی سیرت تھی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (عموان المجد: ۱۷۶، ۱۷۵-۱۷۶)۔
سعود کے تدبیر اور جنگی صلاحیتوں کا براہِ کج (منہ) خاص طور پر ذکر کرتا ہے۔

”بزرگ ہارٹ نے اس کا خاص وصف یہ بتایا ہے کہ وہ حملوں میں رازداری اور اخفا کا بہت خیال رکھتا تھا حوران (شام) پہنچنے میں اسے ۵۴ دن لگے لیکن اس کے حملے کی خبر صرف دو دن پہلے پہنچ سکی“ (حذ۱۷۰)
عبد العزیز بن سعود اور خاض کر سعود بن عبد العزیز کے عہد میں امن و امان کا ذکر کرتے ہوئے یرک ہارٹ کہتا ہے:-

”غالباً پیغمبر عرب کے بعد پہلی بار ملک میں ایسا امن و امان قائم ہوا کہ بدوؤں کو اپنے مال و متاع اور موشیوں کی طرف سے بے فکر ہو کر آرام سے سونے کا موقع ملا.... الخ الخ (حذ۱۳۷)

اسی طرح رعب کا یہ عالم تھا۔
(حذ۱۳۹)
کہ ایک معمولی جیشی غلام ٹرے سے قبیلے کے سردار کو کہہ دیتا کہ تار کر کے درعیہ لے آنا تھا

عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز | سعود کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا عبد اللہ
 جانشین ہوا یہ بہادری میں اپنے باپ سے کم

۱۲۲۶ھ - ۱۲۳۳ھ
 ۱۸۱۲ء - ۱۸۱۸ء

نہیں تھا، لیکن حزم و سیاست میں بہت پیچھے تھا۔ اپنے کو خطرات میں گھیرا ہوا
 پا کر اس نے حریف سے صلح کرنا چاہی اس حریف سے جو نجد کے لیا میٹ
 کر دینے کی قسم کھا چکا تھا۔ وہ صلح کیوں کرتا اور جب اس نے صلح بھی کی تو
 عہد پر قائم نہ رہ سکا۔

آئے اب ہم میدان جنگ کی طرف پھر متوجہ ہوں۔ بھراجر کے ساحل پر
 قفّہ ان کے قبضہ میں آچکا تھا۔ اب محمد علی نے عابدین بک کو ایک بڑی فوج
 دیے کر زہران (مین) کی طرف بھیجا راستہ میں قفّہ پر مصریوں نے قبضہ کر لیا
 نجدیوں کو خبر ملی تو پھر انھوں نے قفّہ کو دوبارہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔
 (جمادی الاول ۱۲۲۹ھ / مئی ۱۸۱۲ء) زہران (مین) دالی ہم میں بھی مصریوں
 کو زک ہوئی دشوال ۱۲۲۹ھ / ستمبر و اکتوبر ۱۸۱۲ء) زہران کی شکست سے
 فیصل بن سعود کی ہمت بڑھی وہ ابھی تک طائف کے قریب ڈٹا ہوا تھا اب
 اس نے طائف پر حملہ کی ٹھانی اور طوسون بن محمد علی کی حالت پریشان کن ہو
 چلی تھی کہ محمد علی کمک لے کر آگیا اور فیصل کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ طائف کے
 قریب بیل میں سخت معرکہ ہوا اور مصریوں کی فتح ہوئی (آغاز ۱۲۳۰ھ
 اواخر ۱۸۱۳ء)

”اس بیل کے معرکہ میں پانچ ہزار سے زیادہ دہائی کام آئے ایک
 سر کی قیمت چھ ڈالر رکھی گئی تھی محمد علی کے سامنے لاشوں کا ڈھیر

لگ گیا (آغاز ۱۱۵ھ)

اسی معرکہ کے بعد سے وہابیوں کی قوت کمزور ہوئی، انھوں نے غلطی یہ
کی کہ پہاڑیوں سے نکل کر کھلے میدان میں آگئے۔ سعود کی وصیت تھی
کہ مصریوں اور ترکوں سے کبھی کھلے میدان میں مقابلہ نہ کیا جائے

(برک ہارٹ ۸۰-۸۱)

معرکہ بل کے بعد محمد علی نے جو مظالم ڈھائے، اس کی داستان انتہائی لرزہ خیز
ہے۔ برک ہارٹ جو ان واقعات کا عینی شاہد ہے، ان مظالم کی انتہائی مذمت
کرتا ہے، ایک معمولی واقعہ یہ ہے کہ مقتول وہابی سپاہیوں کی لاشیں کتوں
کے لئے چھوڑ دی گئی تھیں۔ (۳۲۳) نیز براہِ حج (۹۷) محمد علی نے بڑھ کر
ترتبہ پر بھی قبضہ کر لیا (۳ صفر ۱۲۳۰ھ / ۵ ابر حذری ۱۸۱۵ھ)

ترتبہ کے بعد اس پاس کے قبائل کو مطیع کرتا ہوا وہ عسیر تک پہنچ گیا اور
وہاں سے قفدہ ہو کر مکہ مکرمہ واپس ہوا پھر ایک فوری ضرورت کی بنا پر

اسے مصر جانا پڑا (عنوان: ۱۸۱۱) ابھی محمد علی عسیر کی ہم سے فارغ ہو کر
تہامہ پہنچا بھی نہ ہوگا، کہ اس کا بیٹا مدینہ منورہ میں نجد پر حملہ کی تیاریاں کرنے
لگا بڑھ کر وہ تقسیم کے بعض مشہور مقامات (ریش وغیرہ) پر قابض ہو گیا لیکن

۱۵ مار دتن ابن بشر نے قین نہیں کی۔ جبرقی (۲: ۲۱۸) کے مطابق فتح ترتبہ
کی خبر مصر ۹ ربیع الاول ۱۲۳۰ھ کو پہنچی۔ برک ہارٹ غلطی (۳۱) مکہ مکرمہ سے
محمد علی کی روانگی کی تاریخ ۲۶ محرم ۱۲۳۰ھ (۷ جنوری ۱۸۱۵ھ) بتاتی ہے

مدینہ کے ساتھ اس کے موصلات نجدی چٹھوں کی وجہ سے منقطع ہو گئے اور پھر اُسے اپنے باپ کی کوئی خبر نہ مل سکی، جو حقیقت میں اس وقت تک مصر کے لئے رخصت سفر باندھ چکا تھا۔ محمد علی حجاز سے حیزہ (مصر) ۱۵ رجب ۱۲۳۰ھ / ۳ جون ۱۸۱۵ء کو پہنچا، جبرتی: ۴، ۲۲۰: (۲۲۰) اور عبد اللہ بن سعود اُسے گھیر لیا، اور مصری کوئی دو پہینے اسی حال میں پڑے رہے مجبوراً صلح کی سلسلہ جنبا بانی کرنا پڑی۔

صلح اور فریب | ”اور فریقین کے درمیان صلح ہو گئی طوسون اور عبد اللہ

دونوں لڑائی ختم کرنے پر متفق ہو گئے (یہ بھی طے ہوا) کہ ترک (یعنی مصر)

نجد اور اس کے علاقوں سے اپنا قبضہ اٹھالیں گے، ترکی، شام،

مصر — سے نجد آنے اور جانے والوں کے لئے پورا امن ہوگا اور

سب کے لئے حج کی آزادی ہوگی، اور (بھٹوں) شرط نامے (یعنی) لکھ دیئے۔

اور ترک (مصری) راس سے پہلی شعبان کو (۱۲۳۰ھ / ۹ جولائی ۱۸۱۵ء)

مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے عبد اللہ (بن سعود) نے صلح کا خط دے کر اپنے

دو آدمی (عبد اللہ بن محمد بن بنیان)، اور قاضی عبد العزیز بن حمد بن

بن ابراہیم) بھی ان کے ساتھ بھیجے، کہ وہ مصر جا کر محمد علی کے

۱۵ برک ہارٹ (۳۴۹) محمد علی کے قاہرہ پہنچنے کی تاریخ ۵ ہجری

۱۸۱۵ء بتاتا ہے۔

۵۲۔ زیدمر (۱۹۷۱) کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ خود محمد علی نے صلح کی درخواست

کی تھی، طوسون کا وہ نام بھی نہیں لیتا

ماننے اسے پیش کریں، وہ لوگ مصر پہنچے اور واپس ہوئے اور صلح

مکمل ہو گئی۔ (عنوان: ۱۸۳)

کہا جاتا ہے کہ ”اس صلح نامہ کی رو سے عبداللہ نے سلطان (قسطنطنیہ) کی

ساتھی تسلیم کر لی تھی اور کسی قریبی موقع پر ”آستانہ“ خلافت پڑھنے کا

وعدہ بھی کر لیا تھا۔ طوسون نے بھی جواب میں نجدی علاقہ کے خالی

کرنے اور نجدیوں کو حج کی پوری آزادی دینے کا وعدہ کر لیا۔“

(فلبی: ۹۷) پر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت عبداللہ کی حالت بہتر تھی

اور تمام جنوبی علاقوں سے اس کے پیاس کمک آ رہی تھی وہ نزاکت کو سمجھتا

اور چاہتا تو مصریوں کی وقتی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کا قلع قمع کر دیتا

لیکن اس نے ”صلح“ کر کے یہ زمین موقع کھو دیا، طوسون، امن و امان کے

ساتھ مدینہ لوٹ گیا۔ (ادھر جون ۱۸۱۷ء برک ہارٹ ص ۳۲)

ابن بشر اور فلبی کے مندرجہ بالا بیانات بتاتے ہیں کہ طوسون اور

عبداللہ کے درمیان صلح مکمل ہو گئی تھی، ابن بشر تو یہاں تک کہتا ہے کہ

عبداللہ کے قاصد مصر سے کامیاب واپس ہو گئے (عنوان: ۱۸۳)

فلبی کہتا ہے کہ ”محمد علی پاشا نے یہ صلح ناپسند کی اور درعیہ کی تباہی کی دھمکی

۱۰ مستند اور معاصر مورخ (برک ہارٹ) ابن بشر اور جبرقی ”دار الخلافت کی حاضری“ کا

بالکل ذکر نہیں کرتے غلط (۲۵۸: ۲) اور فلبی وغیرہ نے شد و مد کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے پتہ نہیں ان کا خاکہ کیا ہے

دیتے ہوئے 'عبداللہ سے فوراً آستانہ پہنچنے کا مطالبہ کیا۔ عبداللہ اپنے کو
 ارباب حکومت کے قدموں پر ڈالنے کو تیار نہیں تھا، اس لئے وہ اپنے مہلے
 قبائلی کو منظم کرنے اور اپنے پائے تخت کے استحکام میں لگا رہا (قلبی: ص ۹۷)
 عبداللہ کے قاصد مصر میں | ابن بشر اور قلبی کے علاوہ جبرتی اور دوسرے
 مورخوں کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ صلح کی تکمیل
 محمد علی کی منظوری پر موقوف تھی، اور اسی غرض سے عبداللہ نے دو قاصد اس
 کی خدمت میں بھیجے، جو طوسون اور عبداللہ کے معاہدہ کے بعد پہلی شعبان
 ۱۲۳۰ھ (۹ جولائی ۱۸۱۵ء) کو مدینہ ہوتے ہوئے مصر روانہ ہو گئے، شوال
 کے آغاز میں وہ مصر پہنچے (جبرتی: ص ۲۲۹) اور وہ پاشا کی خدمت میں
 حاضر ہوئے۔

”لیکن پاشا کو یہ صلح خوش نہ آئی اور اس نے آنے والوں کی خاطر

مدارات نہ کی، بلکہ ان کے ساتھ خشونت سے پیش آیا۔ (۱۰)

اور جبرتی کے بیان کے مطابق نجدی قاصدوں نے نرمی اور عاجزی کے
 ساتھ گفتگو کی، سعود بن عبدالعزیز کی شدت اور عبداللہ بن سعود کی نرم مزاجی
 کا ذکر کیا۔

جبرتی ان نجدی قاصدوں (عبداللہ بن محمد بن بنیان
 اور قاضی عبدالعزیز بن حمد بن ابراہیم) کے شوق علم اور حسن
 اخلاق کا شاندار الفاظ میں ذکر کرتا ہے، اس وقت کے نجدیوں کا
 اندازہ کرنے کے لئے برک ہارٹ نے بھی سعود کے قاصدوں اور ان کے علم و فضل کی
 تعریف کی ہے وہ یہ بھی۔

لکھتا ہے کہ علمائے مصر ان کی گفتگو و بحث سن کر مطمئن ہو گئے (ص ۱۱۳)
 معاصر اور عینی شاہد جبراتی کی رائے سننے کے لائق ہے۔

” وہ دونوں جامع ازہر ایسے وقت گئے جب کوئی صاحب تدریس

وہاں موجود نہیں تھا، انھوں نے امام احمد بن حنبل کے اہل مذہب اور

فقہ حنبلی کی کتابوں کے متعلق استفسار کیا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ لوگ

مصر میں بالکل ختم ہو گئے۔ اور ان دونوں نے تفسیر اور حدیث کی

مختلف کتابیں (جیسے فائز، کتاب، بغوی صحاح ستہ وغیرہ) خریدی

میں ان دونوں سے دوسرے ملا، میں نے ان میں انس، فصاحت

زبان، وسعت نظر اور معلومات کی فراوانی پائی اور ان کی عاجزی،

حسن خلق، ادب، تفقہ اور فقیہی مسائل و اختلافات پر عبور کی توقیر

ہی نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا

عبدالعزیز ہے، اور دوسرا ہر اعتبار سے افضل ہے۔“ (جبراتی، ص ۲۲۹)

عبداللہ بن سعود کے قاصدوں کا حال اور محمد علی پاشا کا ان کے ساتھ برتاؤ

دونوں کا حال آپ ایک معاصر مصری مورخ کی زبانی سن چکے، تفصیل میں

پڑنے کی گنجائش نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مختلف اسباب کے ماتحت، جن میں

مورخوں کا اختلاف ہے، محمد علی نے صلح مترد کر دی، طوسون کو جو ذیقعدہ

تک حجاز ہی میں مقیم رہا۔ (خلاصہ ۳۰۱) مصر واپس بلایا گیا اوائل ذی الحجہ

۳۰ھ (نومبر ۸۱۱ء) میں وہ مصر پہنچ گیا۔ اور تقریباً ایک سال کے بعد دارِ آخرت کی راہ لی۔ گو انتقال سے پہلے ہی وہ قیادت سے محروم کیا جا چکا تھا، مارتیان کا یہ خیال صحیح نہیں کہ طوسون کی وفات کے بعد ابراہیم کو اس مہم کا ذمہ دار بنایا گیا۔ ابراہیم کے بھینے کی تجویز جنوری ۸۱۶ء ہی میں مکمل ہو چکی تھی۔ اور اگست ۸۱۶ء میں بھی طوسون کے انتقال سے پہلے وہ قاہرہ روانہ ہو چکا تھا۔

(برک ہارٹ: صفحہ ۲۵۶) عمر ذی القعدہ ۲۳۱ھ ۲۹ ستمبر ۸۱۶ء جبرتی: ام ۲۶۴ برک ہارٹ: صفحہ ۱۸۵) کے مطابق عبداللہ بن حویر نے دوسرے سال ۲۳۱ھ (۸۱۶ء) بھی ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ دو قاصد (حسن بن مزروع اور عبداللہ بن عون) محمد علی کی خدمت میں مصر بھیجے اور انکو ان بھولے بھالے لوگوں نے محسوس کیا کہ وائی مصر اپنے غم سے پھر گیا ہے (وجود وہ قد تغیر) حالانکہ محمد علی نے کبھی صلح کی تائید کی ہی نہیں البتہ ان کے پہلے دو قاصدوں کو اس نے صاف جواب نہیں دیا تھا، اسی سے ابن ابشر اور اہل نجد نے محسوس کیا کہ صلح مکمل ہو گئی اور ان کے قاصد کا کیا بولٹے (ورجو امنہ وانتظم الصلح: ۱۸۳)۔ ابن ابشر (۱۸۵) مزید یہ لکھتا ہے کہ محمد علی پاشا نے بعض اہل بادیہ کی ”وٹائیت“ کی بناء پر صلح ختم کر دی اس سلسلہ میں یورپنی معاصروں کی رائے بھی سن لی جائے۔

۱۔ ابن ابشر (۱۸۵) آخر شوال ۲۳۱ھ تاریخ وفات بتاتا ہے ظاہر ہے کہ مصر اور مصریوں کے متعلق جبرتی کے بیان کو ترجیح ہوگی

”... اب صرف سوال یہ رہ جاتا ہے کہ معاہدہ کی تکمیل محمد علی کی

منظوری پر اٹھار کھی گئی تھی، یا طوسون نے جو مرتبہ ROnk .

میں اپنے باپ کے برابر تھا، اس کی تکمیل کر دی تھی As a thing done.

بہر حال معاملہ کچھ بھی ہو اس نے صلح کر کے اپنا نقصان کیا۔۔۔۔۔“

”محمد علی نے اسے باب عالی میں محض ایک عارضی صلح Armistice

بنا کر پیش کیا۔“ (برک ہارٹ: ۲۵۲، برائچ ص ۱۳۱)

برک ہارٹ اس گفت و شنید میں عبداللہ بن سعود کی صفائی اور صاف

دلی کی تعریف کرتا ہے، اس کے خطوط بھی برک ہارٹ نے دیکھے تھے (ص ۲۵۲)

برک ہارٹ اور برائچ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد علی نے بعد میں الحاکم کے زرخیز صوبوں

کا مطالبہ کیا اور اسی کے ایفا پر صلح نامے کی تصدیق ملتوی رکھی (ایضاً)

ابراہیم پاشا | بہر حال حقیقت جو کچھ بھی ہو طوسون اور عبداللہ بن سعود کے

باہمی معاہدے سے غیر مطمئن، محمد علی پاشا، والی مصر نے اب نجد کی مہم کے لئے

اپنے دوسرے بیٹے ابراہیم پاشا کو نامزد کیا۔ تیاریاں طوسون کی واپسی کے بعد

ہی سے شروع ہو گئی تھیں۔ البتہ ابراہیم پاشا کی روانگی ایک عرصہ تک ملتوی

رہی۔ وہ ایک بڑی بھاری فوج لے کر ۲۷ مئی ۱۸۱۲ء (۲۸ ستمبر ۱۲۱۲ھ) کو (۹۸) کو

لے کہا جاتا ہے کہ ابراہیم پاشا، محمد علی کا لڑکا نہیں تھا، بلکہ محمد علی نے ابراہیم کی ماں سے

نکل کر کے اسے اپنا بیٹا بنا لیا تھا (عنوان: ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹،

ینع پہنچا اور سیدھے مدینہ کا رخ کیا۔ اور وہاں سے چل کر خاکبہ (پانی کا چشمہ) کے پاس ٹھہرا، آس پاس کے بدوی قبیلے مطیع ہوئے، حرب، مطیر، عقیقہ اور عنزہ قبیلوں سے جوق جوق بدو اس کے جھنڈے کے نیچے مجتمع ہو گئے (اواخر ۳۳۱ھ / نومبر ۸۱۶ء) ابراہیم خاکبہ کے پاس مہینوں رہ گیا جس کا آس پاس کے بدوی قبیلوں پر پانی اثر ہوا اور وہ ٹوٹ ٹوٹ کر ابراہیم کے پاس جانے لگے عبداللہ کو اس کا احساس ہوا اور آخر اس نے شیعہ کی ماویہ (پانی کا چشمہ) کے پاس ٹھہر ہوئی، لیکن عبداللہ بن سعود کی فوج مصری توپوں کی تاب نہ لاسکی۔ (وسط جہاد الآخر ۲۳۲ھ / مئی ۸۱۷ء) عبداللہ قسیم کی طرف پٹا ابراہیم نے بھی بچھا کیا اور رس اکڑھرا (اواخر شعبان ۳۳۲ھ / اوائل جولائی ۸۱۷ء) اور تین مہینے کے محاصرہ کے بعد اہل نہر نے امان طلب کی (۱۲ رزی الحجہ / ۲۳ اکتوبر) اس طویل محاصرہ اور مسلسل چھڑ چھاڑ میں مصریوں کے چھ سات سو آدمی کام آئے اور اہل شہر کے صرف ستر آدمی مقتول ہوئے۔ لیکن اس امان طلبی سے مصریوں کا راستہ صاف ہو گیا اور ان کی پیش قدمی کو کوئی طاقت اب نہیں روک سکتی تھی۔

معمولی حلوں کے بعد غیزہ اور خبر پر قبضہ ہو گیا (اواخر ۳۳۲ھ) بریدہ پر بھی قبضہ میں وقت نہ ہوئی (محرم ۳۳۳ھ / نومبر ۸۱۷ء) البتہ شہداء میں نجدیوں نے دل کھول کر داد شجاعت دی، لیکن مصری فوج کے فرانسیسی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- محرم ۳۳۳ھ میں حجاز بھیجا برک ہارٹ (ص ۲۵۶) جبرتی (۴)؛ ۲۶۹) اور برلج (۱۰۴) سے بھی غلبی کی تائید ہوتی ہے۔

کی ترکیبوں کے سامنے ان کی ایک نہ چلی اور
اہل شقرا نے بھی امان طلب کی (۴) ربیع الاول ۱۲۳۳ھ ۲۲ جنوری ۱۸۱۵ء
اس کے بعد ایک اور فیصلہ کن جنگ ضرچی کے قریب ہوئی، نجدی
علاقے میں پائے تخت درعیہ کے بعد سب سے مستحکم شہر ضرچی ہی تھا، اس سے
پہلے رسی اور شقراء کے باشندے بھی بہادری سے لڑے، لیکن آخر امان طلب
کرنے پر مجبور ہوئے، لیکن ضرچی ”عنوتہ“ فتح ہوا، بازاروں اور گھروں میں
باندھے قتل کئے گئے اور تمام مال و متاع فاتحوں نے لوٹ لیا اور بلنٹ (۲)
(۲۶۰) کے بیان کے مطابق عورتوں کی آبرو بھی ترکی سپاہ کے ہاتھوں محفوظ نہ
رہی (۵) ربیع الثانی ۱۲۳۳ھ ۲۴ فروری ۱۸۱۵ء کو مصری ضرچی میں داخل

۱۰ ابراہیم کے ساتھ اس فرنج انجینئر کے علاوہ چار ایتالی ڈاکٹر بھی تھے ان کے نام یہ ہیں:

Scoto, Gentile, To deschini, Socio,

(ہوکار تھ: ۱۰۱) ان میں Scoto, اس کا خاص طبیب تھا (۱۱ ص ۱۱)

غیر اورین کی نہموں میں بھی مصری فوج میں متعدد یورپی افسر تھے (ہوکار تھ:

۱۲۴/۲۳) برک ہارٹ طوسون کے فوج کے ایک انگریز Thomas Kieth اور انکی

بہادری کا ذکر کرتا ہے، یہ اسلام لے آیا تھا اور ابراہیم آغا کے نام سے موسوم تھا، وہ

یہاں تک کہتے ہیں کہ خود عبداللہ بھی اس کی شجاعت کا مدح و معترف تھا (ص ۲۳۲)۔

۱۱ بلنٹ (۲: ۲۶۰) نے شقراء کے سقوط کی تاریخ ۲۲ جنوری ۱۸۱۵ء دی ہے ابن بشر

اور قطبی نے تعین نہیں کی۔ مار دتمان نے بالکل ذکر ہی نہیں کیا۔

ہوئے، یڈگویا نجدی حکومت کے زوال کا اعلان تھا۔

سعود بن عبداللہ بن محمد بن سعود اور اس کے ساتھ کچھ درعیہ کے جاں نثار شہر کے ایک قصر میں قلعہ بند ہو گئے آخر انہیں بھی امان دی گئی، اور وہ لوگ درعیہ چلے گئے، ان کے ساتھ اہل شقراء کے تین ہزار سے اوپر بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ ان سب کو امیر عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز نے درعیہ میں پناہ دی (عنوان: ۱۹۳۱)

سقوط درعیہ | اب ابراہیم پاشا درعیہ کے سامنے تھا جہاں وہ چھ ماہ تک محاصرہ کئے پڑا رہا۔ روزانہ جنگ ہوتی، اور مصری بڑی تعداد میں کام آتے، لیکن وہاں آئے دن مصر سے تازہ دم کمک آتی رہتی اور یہاں درعیہ والوں کی تعداد روز کم ہوتی جاتی۔ رسد اور اسلحہ کی کمی الگ انہیں ستاتی تھی، امیر عبداللہ بن سعود اس کے اہل خاندان اور شیخ الاسلام کے بیٹے پوتے سب بلا استثنا جی کھول کر لڑے، آخر اہل شہر نے صلح و امان طلب کی (عمر ذی القعدہ ۱۲۳۳ھ / ۸ ستمبر ۱۸۱۸ء، عنوان: ۲۰۶۱) عبداللہ بن سعود کو اب بھی ہتھیار ڈالنے میں پس پش تھا، شہر کے اندر اپنے خاندانی قلعہ (طریف) میں پناہ گزیں ہو کر لڑنے لگا، لیکن قلعہ کی دیواریں بے کار ہو چکی تھیں، اور اب مدافعت بے کار تھی۔ آخر اس نے اپنے کو ابراہیم کے سپرد کر دیا (۹ ستمبر ۱۸۱۸ء، مار دستان، فلپی: ۱۰۳) ابن بشر نے

۱۰ مار دستان نے سقوط درعیہ کی تاریخ ۶ ستمبر ۱۸۱۸ء دی ہے۔ فلپی (ص ۱) دخول درعیہ کی تاریخ ۹ ستمبر بتاتا ہے۔

تاریخ کی تعیین نہیں کی۔) اور یہ پہلی سعودی حکومت اور قلبی کی زبان میں "فرست و ہابی امپائر" (جس کی تعمیر میں شیخ الاسلام اور ان کے ہم جلسیوں کا بڑا ہاتھ تھا) کے خاتمہ کا اعلان تھا۔

عبداللہ بن سعود کا حشر | صلح کے دور و بعد عبداللہ بن سعود کو سفر کا حکم دیا گیا تین چار آدمی اس کے اپنے بھی ساتھ رہے۔ امیر نجد کا قافلہ محرم ۱۲۳۲ھ (نومبر ۱۸۱۸ء) کے اوائل میں مصر پہنچا اس کا داخلہ نہایت مضحکہ انگیز صورت میں ہوا۔ بیچارے کو مصریوں نے تماشا بنالیا تھا، خلاصہ یہ کہ ایک شکست خوردہ والی مملکت کے ساتھ جو کچھ بدسلوکی روارکھی جاسکتی تھی اس میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی (جبرتی: ۲۹۸؛ خلاصہ ۳۰۲) محمد علی کی خدمت میں وہ حاضر ہوا، کچھ ضابطہ کی باتیں ہوئیں اور ۱۹ محرم کو اسے اسکندریہ اور وہاں سے آستانہ بھیج دیا گیا جہاں موت اس کی راہ دیکھ رہی تھی، ۱۷ دسمبر ۱۸۱۸ء (۸ صفر ۱۲۳۳ھ) کو وہ اور اس کے ساتھی اباصوفیا کے صحن میں پھانسی کے تختہ پر لٹکا دئے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ دارالخلافہ میں بھی ان مقہوران بلا کو بری طرح سے گشت کرایا گیا۔

عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود کے ساتھ امراء نجد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جو براہ راست شیخ الاسلام سے مستفید ہوا تھا

عبدالعزیز بن محمد بن سعود اور سعود بن عبدالعزیز تو شیخ الاسلام کے باضابطہ شاگرد تھے، عبداللہ بن سعود کی عمر شیخ الاسلام کی وفات (۱۲۰۶ھ) کے وقت کم رہی ہوگی، اس لئے ممکن ہے کہ وہ باضابطہ ان کے درس سے نہ مستفیض ہوا ہو، پر اتنا یقین ہے کہ اس نے شیخ الاسلام کا زمانہ پایا تھا۔

عبداللہ کو اطمینان سے حکومت کا موقع بالکل ہی نہیں ملا، پھر بھی درس و تبلیغ نیز انتظام حکومت میں وہ بالکل اپنے باپ اور دادا کے نقش قدم پر رہا، اور اس سلسلہ میں کوئی نئی بات قابل ذکر نہیں۔ (عنوان: ۱، ۲۰۹)

باقی لوگوں کا انجام | درعیہ کے اندر اور یا ہر سلسلہ چھ مہینے لڑائی ہوتی رہی، ان معرکوں کی تفصیل، اس کتاب کی حدود گنجائش میں نہیں آسکتی، ان واقعات کے معاصر اور شاہد ابن بشر نے پوری تفصیل دی ہے، بلکہ شہر کے مختلف مورچوں اور ان کے جائے وقوع کی بھی کافی توضیح کی ہے (عنوان المجد: ۱، ۱۹۴-۲۰۸) اس لڑائی میں صرف آل سعود کے اکیس افراد شہید ہوئے۔ ان میں ممتاز اشخاص کے نام یہ ہیں: فیصل بن سعود، ابراہیم بن سعود، فہد بن

عبداللہ بن عبدالعزیز، فہد بن ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود، محمد بن حسن بن مشاری بن سعود، ابراہیم بن حسن بن مشاری، عبداللہ بن حسن بن مشاری، عبدالرحمن بن حسن بن مشاری، عبداللہ بن ابراہیم بن حسن بن مشاری، ابراہیم بن عبداللہ بن فرمان، عبداللہ بن ناصر بن مشاری، محمد بن عبداللہ بن محمد بن سعود، سعود بن عبداللہ بن محمد بن سعود، محمد بن عبداللہ بن محمد بن سعود اور آل الشیخ میں سے مندرجہ ذیل اشخاص شہید کئے گئے:-

۱۱۲
 سلیمان بن عبداللہ بن الشیخ، علی بن عبداللہ بن الشیخ، محمد بن عبد الرحمن
 بن حسن بن الشیخ۔ ان میں سے سلیمان بن عبداللہ کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے
 کئے گئے اور پورے جسم کی ٹکا بوٹی کی گئی اللہ ربے جوش انتقام (عنوان: ۱)
 (۲۱۰)

آل سعود اور آل الشیخ کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء اور اعیان شہید
 ہوئے، ان میں سے بعض میدان جنگ میں کام آئے اور اکثر نگیمنوں، بندو قوں
 اور مختلف قسم کی اذیتوں کا شکار ہوئے:-

علی بن حمد بن راشد عرینی، قاضی خرج، صالح بن رشید البحرانی، عبداللہ
 بصقر البحرانی، رشید السودی، عبداللہ بن احمد بن کثیر، عبداللہ بن محمد بن عبد
 بن سوایم حمد بن عیسیٰ بن سوایم محمد بن ابراہیم بن سعدان (۲۰۸:۱)
 ان مقتولین کے علاوہ بعض مشہور اہل علم کے ساتھ ابراہیم پاشا انتہائی
 بدتمیزی سے پیش آیا۔ قاضی احمد بن رشید الحنبلی، مدینہ کے مشہور عالم امیر عبداللہ
 کے ہاں مقیم تھے، زد و کوب سے ان کی تواضع کی گئی اور تمام دانت اکھاڑ
 ڈالے گئے (عنوان: ۲۰۸:۱)

یہ قاضی احمد بن رشید، جن کا پورا نام احمد بن حسن بن رشید ہے، احاء
 کے رہنے والے اور فقہ حنبلی کے مشہور عالم تھے، عام طور پر الحنبلی کے نام سے
 شہرت تھی۔ پہلے یہ شیخ کی دعوت کے مخالف تھے، پھر موذ ہو گئے، مدینۃ الرسول
 کا جو اربند آگیا تھا، وہیں متوطن ہو گئے تھے، بڑی عمر پا کر وہیں وفات پائی
 (۲۲۹ھ) السحب الواہلۃ (۳۵-۳۳) میں ان کا مفصل ذکر ہے لیکن ان کے

قبول دعوت کی السحب کے مصنف نے عجیب و غریب تاویلیں کی ہیں۔

اسی سلسلہ میں شیخ عبدالعزیز الحسین نامصری (م ۱۲۳۷ھ) جیسے ضعیف عالم اور بزرگ کے ساتھ بدسلوکی کا قصہ بھی آتا ہے، فتح شقرا کے وقت شیخ عبدالعزیز الحسین بھی وہاں تھے، ابراہیم پاشا نے انھیں اپنی مجلس میں بلوایا، ضعیفی کے وجہ سے وہ خود نہ آسکتے تھے، مجبوراً لوگ انھیں اٹھا کر لائے (فجی بہ محمولاً) انھوں نے آتے ہی منون طریقہ پر:

سلامٌ علیک یا ابراہیم

کہا، مصری پاشا کی پرغور پیشانی پر شکن پڑ گئی۔ اور وہ شیخ عبدالعزیز کا تمسخر کرنے لگا۔ شیخ نے نصیحت شروع کی، اور عفو کی چند آیتیں پڑھیں۔ تو پاشا نے کہا: ”جا“ بڈھے میں نے تیرا قصور معاف کیا“ (عنوان: ۱۹۱)

یہ وہی شیخ عبدالعزیز ہیں جو شیخ الاسلام کے خاص شاگرد تھے، اور خود ان کی زندگی میں دو مرتبہ (۱۱۸۵ھ، ۱۲۰۲ھ) وفد کی حیثیت سے حجاز بھیجے گئے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (پہلا باب)

اس دار و گیر سے جو خوش نصیب بچ کر نکل سکے۔ ان میں ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود (جس کے ہاتھ آگے چل کر نجدی حکومت کی تجدید ہوئی) اور شیخ علی بن حسین بن شیخ الاسلام خاص طور پر قابل ذکر ہیں آل سعود کے بعض افراد اس وقت توجہ کر نکل گئے اور جب پھر وہ درعیہ لوٹے تو مصری حاکم نے انھیں پکڑ کر مصر بھیج دیا (۱۲۳۶ھ خلاصہ ص ۳۳) ان کے علاوہ آل سعود اور آل الشیخ کے باقی ماندہ افراد مع اہل و عیال کے مصر بھیج دیے گئے،

جہاں یہ غریب الوطن عرصہ تک مقیم رہے، بعض وہیں قلمہ اجل بنے، اور اکثر حالات سازگار ہونے پر اپنے وطن کو واپس ہوئے غریب الوطنوں کا یہ قافلہ ۱۸ رجب ۱۲۳۲ھ (۱۳ مئی ۱۸۱۹ء) کو مصر پہنچا، ان کی تعداد عورت، مرد اور بچوں کو ملا کر چار سو کے قریب تھی۔ (جبرتی، ۴، ۳۰۳)۔

درعیہ کی بربادی | درعیہ پر قبضہ ذی قعدہ ۱۲۳۳ھ کے اوائل میں ہوا، لیکن اس کی تباہی و بربادی کا سلسلہ تقریباً ایک سال تک جاری رہا، خود ابراہیم پاشا کوئی نو مہینے وہاں رک گیا۔ روز نیا حکم جاری ہوتا اور اس کی پابندی کرائی جاتی، جب تمام مرحلے طے ہو گئے، تو پھر آخر میں ایک ایسی ضرب لگائی گئی جس سے آل سعود کا یہ پہلا پایہ تخت پھر نہ بن سکا۔

شعبان ۱۲۳۴ھ (جون ۱۸۱۹ء) میں محمد علی پاشا کا حکم پہنچا اور اس کے مطابق لائق بیٹے (ابراہیم) نے درعیہ کی بربادی کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا: ”مصری فوج نے سارا شہر کھود کر بھینک دیا۔ تمام باغ و نخلستان جڑ سے کاٹ ڈالے، بوڑھے بچے کمزور اور بیمار سب یکجا عتاب کا شکار ہوئے۔ گھروں میں آگ لگا دی گئی اور چند روز میں اہل ہاتھ ہوا باغ جل کر خاک سمجھ ہو گیا۔“ (عنوان: ۱، ۲۱۳) تاریخ نجد، آلوسی، ص ۲۶-۲۷ (مختص)

۱۔ ان ہی واپس ہونے والوں میں نجد کے دو مشہور عالم شیخ عبدالرحمن بن حسن بن شیخ الاسلام (ملاحظہ ہو: پہلا باب) اور ان کے صاحبزادے شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن (پہلا باب) بھی تھے۔

یہ مصریوں کے جنون انتقام کا سب سے بدترین مظاہرہ تھا۔ یہ وہ درعیہ ہے جو شیخ کی 'دعوت' سے پہلے ایک چھوٹا سا کاؤں تھا۔ شیخ کی دعوت نے اسے مرکزیت بخشی اور آل سعود کی کوششوں اور حوصلہ افزائیوں سے تھوڑے عرصہ میں ایک آباد اور خوش حال شہر بن گیا۔ ابن بشر درعیہ کی خوش حالی رونق اور تجارتی مرکزیت کا شاندار لفظوں میں ذکر کرتا ہے 'اس سلسلہ میں' اس کے اپنے چشم دید تاثرات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ (عنوان: ۱: ۲۱۶)

سرکار برطانیہ کی مبارکباد | درعیہ کو خاک سیاہ کرنے کے بعد ابراہیم نجد کے علاقے اور امداد کی پیش کش سے واپس ہوا چاہتا تھا کہ جاری سرکار کے ہندوستانی افسروں کو ایک عجیب تجویز سوچی انھوں نے ابراہیم کو مبارکباد دینے کے لئے ایک خاص وفد کپتان جارج فارسٹر لیئر (کی ماتحتی میں روانہ کیا۔

اس مبارکباد کی تہ میں جو جذبہ کام کر رہا تھا، اس کے سمجھنے کے لئے یہ حقیقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کمپنی کی حکومت خلیج فارس کے ساحل پر اپنا اثر و اقتدار بڑھانے کے لئے عرصہ سے کوشاں تھی۔ نجدی اقتدار ساحل پر

لے یہاں پر یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ساحل پر نجدی اثر بڑھنے ہی برطانی افسروں نے نجدیوں سے بھی خلا ملایا پیدا کرنے کی کوشش کی تھی 'بصرہ کے برطانی ریزڈنٹ Manesty نے ۱۷۹۹ء میں Reinand کو حاصلی غرض سے درعیہ بھیجا تھا' اور اس وقت اسے عارضی کامیابی بھی ہو گئی تھی۔ ہوگا رتہ (حاشہ ص ۱۱۴)

بڑھا تو بحری تاخت کی رفتار تیز ہو گئی اور تجارتی جہازوں کو نقصان پہنچے لگا۔
 اس بحری قزاقی (قرصنة Piracy) کا خاتمہ کرنے کے لئے حکومت
 بمبئی نے قرصان کے مرکز اس انجیمہ پر حملہ کیا اور اسے جلا کر خاک سیاہ کر دیا
 (۱۲۲۲ھ) جس کا ذکر ابھی آچکا ہے۔

اب جو کمپنی کی حکومت کو مصری فتوحات اور نجدیوں کی تباہی کی خبر
 ملی، تو اس کے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں اس نئی طاقت کے ہاتھوں بھی
 اس کے اقتدار کو صدمہ نہ پہنچے۔ درعیہ کے قبضہ کے ساتھ ہی کچھ ایسے واقعات
 پیش آئے جن سے ان کے خیال کی اور تقویت ہوئی۔ مصری فوجی دستے
 خلیج فارس کے ساحلی علاقوں پر تنگ و تازہ کرنے لگے، اور اس میں انھوں نے
 برطانوی حلقہ نفوذ و اثر کا احترام بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ برطانی افسر اپنے نجدی
 حریفوں کی بربادی پر تو بہت خوش تھے، لیکن مصریوں کے ہاتھوں اس
 ناروا برتاؤ کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔ (فلبی: ۱۰۳) فوراً کپتان ج۔ فیلڈر
 کو ابراہیم پاشا کی خدمت میں درعیہ بھیجا گیا۔ اصل میں برطانی افسروں کو
 مصریوں کے غرض و غایت کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ خلیج فارس تو
 کجا، مصری نجد پر بھی دائمی قبضہ یا حکومت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ درعیہ
 کی فتح کے ترنگ میں، انھوں نے آس پاس کے علاقوں پر دستے
 بھیجے ہوں، لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ پائیدار اور منظم حکومت قائم کرنے کا
 ارادہ انھوں نے کبھی نہیں کیا، اور یہی وجہ ہے کہ ابراہیم پاشا درعیہ کو تباہ
 کرنے کے بعد، سارے علاقے کو عام ابتری کی حالت میں چھوڑ کر مصر روانہ ہو گیا۔

خیراب آئیے، ڈرائیڈ لیر کے مشن کی سرگزشت ایک واقف کار کی
زبانی سنئے :-

”مصریوں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی طرح کا مشورہ کئے بغیر،
مئی ۱۸۱۹ء سے ۱۸۲۳ء کے موسم گرما میں ایک برطانی جنگی
جہاز خلیج کو بھیجا گیا۔ اس پر سرکار His majesty کی
نیا تیسویں Forty seventh, رجمنٹ کا (افسر) کپتان
ج۔ ف۔ ڈرائیڈ لیر بھی ایک خاص قاصد Emissary کی
جیٹ سے ساتھ تھا، اس کی ہم ”ابراہیم کو درعیہ کے زیر کرنے
پر مبارکباد دینا“ اور ”پاشا“ His Excellency سے
مل کر وہابی طاقت کے مکمل استیصال کا مناسب انتظام کرنا“ تھی۔
اس افسر کے ہدایت نامے کے مزید فقرے یہ ہیں۔

”اگر جیسا کہ غالباً صورت حال ہو، پاشا، برطانی حکومت کی امداد
سے فائدہ ”اٹھانا چاہے“ ایک مکمل اور مضبوط بحری فوجی طاقت جلد
از جلد بھیجی جائے گی، ”ترکوں“ کو اس انجمنہ پر قبضہ دلادیا
جائے گا۔۔۔۔۔“ انج

”لیکن تاریخ میں بہت کم خفیہ مشن ایسے ناکام ہوئے ہوں گے،
جیسا کہ ڈرائیڈ لیر مشن کی قیمت میں نکھاتا تھا۔“

تفصیل بہت لمبی ہے، خلاصہ یہ کہ ڈرائیڈ لیر عرب کے ساحل پر اس وقت
اترا، جب ابراہیم درعیہ کی بربادی سے سیر ہو کر وطن کی واپسی کا ارادہ

کر رہا تھا۔ بتانے والوں نے اسے بتایا کہ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ”اس سے ملاقات کس مقام پر ہو سکے گی“ یہ ۲۸ جون ۱۸۱۹ء کو روانہ ہوا۔ درعیہ کے پاس سے گزرتا ہوا شقرا پہنچا۔ وہاں سے رَس آیا یہاں اسے ابراہیم کی فوج تو ملی لیکن خود پاشا مدینہ کے لئے رخت سفر باندھ چکا تھا۔ ابراہیم کو اس کی آمد کی اطلاع تھی۔ لیکن وہ کوئی ایسا ملنے کا مشاق نہیں تھا کہ اس کا انتظار کرتا۔ آخر مدینہ کے قریب پاشا کی خدمت میں ۸ مارچ ۹ ستمبر کو باریابی ہوئی۔

پاشا نے گفتگو تو اخلاق سے کی لیکن کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا۔ اور برطانیہ قاصد نام کام واپس آیا۔ البتہ اس نے اس تین مہینے کی بادیہ گردی سے ایک بڑا امتیاز حاصل کر لیا۔ یہ پہلا یورپی تھا جس نے جزیرۃ العرب کو ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک عبور کر لیا۔ (تفصیل کے لئے جو کارٹھ ۱۱۱-۱۰۴)

درعیہ مصریوں کے ہاتھوں ایسا برباد ہوا کہ پھر نہ آباد ہو سکا۔ یہ تبلیہی ایسی حوصلہ شکن تھی کہ ایک عرصہ تک نجدیوں کے سپنے کی کوئی امید نہیں دکھائی دیتی تھی بلنٹ (۲: ۲۶۸) نے ۱۸۸۰ء میں اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

”عرب میں سعودی خاندان کے اقتدار کو اب قصہ ماضی سمجھنا چاہئے“
Daughy, (۲: ۲۵۰) ۱۸۷۵ء میں اہل نجد کی عام رائے نقل کرتا ہے:

”اب وہابی حکومت دوبارہ زندہ نہیں ہونے کی کم از کم نجد میں ہی

خیال کیا جاتا ہے۔“

اسی طرح زویر (۱۹۱) نے ۱۹۰۹ء میں یہ رائے ظاہر کی:

”اس تحریک کا خاتمہ انتہائی ناکامی پر ہوا اور سیاسی طور پر یہ ایک

”خاندانِ دھونگ ثابت ہوئی۔“ دوسری جگہ بحوالہ فلبی: ۱۰۲ یہ ”مبصر“ لکھتا ہے:

”عرب میں سعودی خاندان کے اقتدار کو اب ’قصہ ماضی‘ سمجھنا چاہئے“

لیکن یہ خیال غلط محکمہ ’جزیرۃ العرب‘ کی امانت پھر انہیں نجدیوں کو ملی اور پہلے سے زیادہ وسعت و اقتدار کے ساتھ۔ ہاں ’درعیہ‘ پھر نہ بن سکا ’خبدی‘ حکومت کی نشات ثانیہ ’درعیہ‘ میں نہیں بلکہ اسی علاقہ کے دوسرے مقام ’ریاض‘ میں ہوئی اور اب وہی ان کا پایہ تخت ہے۔

درعیہ کا مرثیہ | درعیہ جاں گداز فاجعہ کا اہل نجد اور ان کے ہمدردوں پر جو کچھ اثر ہوا ہوگا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، رونے والے اپنے اپنے مقدور اور ظرف کے مطابق خون کے آنسو روئے ہوں گے، ہم ذیل میں صرف ایک ’مرثیہ‘ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مرثیہ نجد کے مشہور عالم محمد بن ناصر بن معمر (م ۱۲۲۵ھ پہلا باب) کے بیٹے عبد العزیز بن محمد بن ناصر (م ۱۲۴۴ھ) کا لکھا ہوا ہے، گو اس میں شریف رندی کے مرثیہ سقوطِ طلیطلہ

لے فلبی (ص ۱۹) کو حیرت ہے کہ زویر کا یہ ریمارک اس کی کتاب کے بعد ۱۹۱۲ء کے ایڈیشن میں بھی اسی طرح قائم ہے۔ یہاں پر یہ ذکر کرنا نامناسب نہ ہو گا اور ہوگا کہ دمش نے ۱۹۰۸ء میں اس تحریک کے ’پنپنے‘ اور دوبارہ بڑھنے کی توقع ظاہر کی تھی ۱۹۰۸ء میں ابن سعود ریاض پر قابض ہو چکا تھا، اس لئے یہ پیشین گوئی کوئی ایسی قابلِ تعریف بھی نہیں، البتہ زویر کا جہل حیرت انگیز

یا سعدی کا نوحہ بغداد کا زور نہیں ہے، پھر بھی اس میں درد ہے اور ایک
دیندار قوم کے صبر و شکر کا آئینہ ہے (عنوان: ۲، ۳) مرثیہ کا مطلع
یوں ہے :-

ایک الہا العرش اشکو تضاعاً وادعوك فی فضلہ و فی یجمعاً

نمونہ کے طور پر دو چار شعر اور درج ہیں -

وكم قتلوا من عصبة الحق فنتة
وكم دسروا من مریج كان
هزاة وضاعة ساجدين و
فقد تركوا لاله الانسته بليتها

مصنوا وانقصت يا امام حين خروا
فجاءنا هم الله الكريم بفضلہ
ثناء و ذکر اطیبہ قد تعزوا
بخانا و رضوانا من اللہ رفعا

الایا ایہا الاخوان صبرا فانی
ولا تياسوا من کشف ما نابا نذا
ارى الصبر للمقدور خیرا واقفا
اذا شاء بنی کشف ذاک قزعا

درعیہ کی تباہی کے ساتھ (۱۲۳۷ھ) شیخ کی تربیت کردہ اور اصلاح یافتہ نجدی
سیاسی برتری ختم ہو جاتی ہے۔ نجد جدید اور اس کی ترقی پہلے دائرہ بحث سے
خارج ہے۔ اس لئے نجدی حکومتوں کا قصہ چھوڑ کر ہمیں اب شیخ اور ان کے
تصفیات کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

ہاں اس سلسلہ میں نجدی اور مصری لشکر کا باہمی فرق اور محمد علی اور

لہ نجد کی تاریخ کے تین دور ہو سکتے ہیں :-

ابراہیم پاشا کے مزاج و اخلاق کے متعلق بھی دو حرف عرض کر دیا جائے تو شاید نامناسب نہ ہو۔

مصری فاتح | مصریوں اور نجدیوں کے درمیان عرصہ تک جنگ و پیکار کا سلسلہ جاری رہا شروع شروع مصریوں کو کافی زک اٹھانا پڑی

لیکن نجدیوں نے اسلامی قانون حرب کی خلاف ورزی کبھی نہیں کی اور ان کی سپاہ کی شدت اور تقشف کے متعلق جو کچھ کہا جائے پر اخلاقی کمزوریوں اور فسق و فجور کی مثالیں نہیں پیش کی جاسکتیں۔ رہے محمد علی اور ابراہیم اور ان کے ساتھی

حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔۔۔

(۱) درعیہ کی سرحدی سے لیکر ۱۲۳۴ھ تک جب کہ مصریوں کے حلوں اور درعیہ کی تباہی کے باعث ان کی قوت تتر بتر ہو گئی۔

(۲) ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود (۱۲۳۵ھ تا ۱۲۴۹ھ) اور فیصل بن ترکی (۱۲۴۹ھ - ۱۲۵۴ھ) اور (۱۲۵۹ھ تا ۱۲۸۲ھ) کی بازنیابی کی کوششوں سے شروع ہو کر ۱۳۱۲ھ تک جب کہ محمد بن عبداللہ آل الرشید (۱۲۸۵ھ - ۱۳۱۵ھ) امیر حائل نے حائل اور ریاض نجد کی دونوں ریاستوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے مجتمع کر لیا۔

(۳) تیسرا زمرین دور (قلبی کی زبان میں سکندریہ امپائر) ۱۳۲۰ھ سے شروع ہوا ہے جب کہ موجودہ فرمان روا عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فیصل بن ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود نے آل الرشید سے ریاض واپس لے لیا۔

تو افسوس کہ ان کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ”اسلامیت“ چھو نہیں گئی تھی اور پتہ چلتا ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں عام طور پر مسلمان اس خطا ط کی کس حد تک پہنچ چکے تھے۔

نجدی اور مصری فوجوں کا باہمی فرق معلوم کرنے کے لئے جبرتی کا مندرجہ ذیل بیان کافی ہو گا۔ محرم ۱۲۲۷ھ کے حوادث میں مصریوں کی شکست سے بحث کرتے ہوئے ایک مصری فوجی افسر (لقد قال فی بعض اکابرہم) کی زبانی لکھتا ہے۔

”ہمیں فتح کیسے نصیب ہو؟ ہماری فرج کا بڑا حصہ بے دین ہے کسی آئین کی پابندی نہیں، جس کے جس مکرات سے بھرے ہوئے ساتھ ہیں، ہماری چھاؤنی میں اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی ان کے دلوں میں دین اور شمار دین کا خیال بھی نہیں آتا۔ اور یہ قوم (یعنی نجدی) عربی تعبیر والی قوم ہے) وقت ہوتے ہی اذان دیتی ہے اور ایک امام کے پیچھے خشوع اور خضوع کے ساتھ صف بندی کرتی ہے۔ اگر جنگ کے دوران میں کہیں نماز کا وقت آگیا تو موزن

بقیہ حاشیہ معفو گزشتہ :-

مقالات ابن الرشد

Mordtmann

[دیکھو]

ابن سود مندرجہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

اذاں دیتا ہے اور سب نماز خوف پڑھتے ہیں۔ ایک جماعت جنگ کے لئے آگے بڑھتی ہے پھر دوسرا گروہ نماز کے لئے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور ہماری سپاہ حیرت سے منہ تاکتی ہے ان بے چاروں نے دیکھنا تو درکنار سنا بھی نہیں۔“

(جبرتی: ۴: ۱۴۰)

ہم اپنے قلم کو ان کی برائیوں کے تذکرے سے آلودہ کرنا نہیں چاہتے جو اس مصری فوجی افسر کے بیان کے مطابق مصری فوج نے بدر اور اس کے نواح میں روار کھی تھیں، اتنا اشارہ کر دینا کافی ہو گا کہ اہل علم اور شرفاء کے گھروں کی بھی آبرو برقرار نہیں رہی تھی (دیکھو جبرتی: ۴: ۱۴۰)

یہ تو ایک فوجی افسر کا بیان تھا جبرتی کی اپنی روایت بھی ملاحظہ ہو رمضان ۱۲۳۳ھ کے ’حوادث‘ میں لکھتا ہے۔

”خشکی اور سمندر کی راہ سے فوجیں تین دفعات میں آگے پیچھے شعبان اور رمضان کے مہینوں میں روانہ ہوئیں..... اور ان لوگوں نے سفر کا عذر کر کے روزے نہیں رکھے ان کی بڑی تعداد بازاروں میں بیٹھ کر کھاتی پیتی ہے (یہ لوگ) ہاتھوں میں تمباکو کا ناریل لئے ہوئے بے شرمی

کے ساتھ مڑکوں پر گھومتے رہتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسلام کے مخالفوں اور کفار سے جہاد اور غزوہ کے لئے جارہے ہیں۔ (۲: ۲۸۹)

جب دین اور دینی نظام کے احترام کا یہ عالم تھا تو پھر درغیہ کی بربادی اور نجد پر قبضہ کے بعد ابراہیم پاشا کا دماغ پھر گیا تو اس پر تعجب کیوں ہے، جبرتی فاتح نجد کی انانیت اور تکبر کا شاکی ہے:

”اس غیبت“ کے بعد ابراہیم پاشا اپنے کو بہت بڑا سمجھنے لگا ہے اور اس کے غرور کی کوئی حد نہیں رہی حتیٰ کہ جب علماء (مشائخ) اس کے پاس سلام کرنے اور تشریف آوری پر مبارکباد دینے گئے۔۔۔ تو وہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوا اور ان کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا، آخر وہ لوگ بیٹھ گئے اور خیر و عافیت پر مبارکباد پیش کرنے لگے، تو اس نے اشارہ سے بھی جواب نہیں دیا، بلکہ ایک دوسرے شخص سے ہنسی مذاق کی باتیں کرتا رہا۔ وہ بیچارے رنجیدہ۔۔۔۔ ہو کر لوٹ گئے۔

(جبرتی: حوادث صفر ۱۲۳۵ھ) (۲: ۳۰۶)

ہوکار تھ (صلوات) نے ابراہیم کی سیرت کا نہایت اچھا خاکہ کھینچا، طوالت کے خوف سے ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں۔

محمد علی کی مکاری | محمد علی پاشا کے مظالم کو ہم یہاں دھرانا نہیں چاہتے اور مظالم | برک ہارٹ (جس نے محمد علی کے عہد حکومت میں حجاز

اور جزیرہ عرب کی سیاحت کی تھی اور جسے ’وہابیوں‘ کے ساتھ کوئی خاص ہمدردی بھی نہیں) نے اس کے مظالم کی مفصل داستان لکھی ہے (۳۵۲)

۳۲۳، ۳۱۷، ۳۱۸، ۲۴۲) جو مستند اور قابل وثوق ہے، بعض مبصر ابراہیم کے
 'عذر' اور 'مکروفریب' کی بھی ساری ذمہ داریاں محمد علی ہی کے سر ڈالتے ہیں؛
 "جس بے رحمی اور دغا بازی کا برتاؤ مغزول بادشاہ اور عام وہابیوں
 کے ساتھ کیا گیا، اس کا الزام بھی ابراہیم سے زیادہ محمد علی کے سر ماند
 ہوتا ہے۔ (ہنگامہ: ۱۰۳)

برک ہارٹ اور براہنجس محمد علی کی 'رشوت تانی' کا بار بار ذکر کرتے ہیں۔ ان
 کے بیان کے مطابق 'بدووں' کو رشوتیں دے کر محمد علی نے کامیابی حاصل کی
 "مصریوں کی طرف، بدوؤں کی ہمدردی مبذول کرنے میں رشوت کا
 بہت دخل تھا۔ (ص ۵۹)

ان دونوں نے محمد علی کے مظالم اور بے رحمانہ قتل کی بھی کافی مثالیں دی
 ہیں ایک دوسری جگہ برک ہارٹ لکھتا ہے:
 "محمد علی نے اپنے پائیموں کی طاقت سے زیادہ روپیہ کے ذریعہ
 عرب پر اپنی دھاک بٹھائی" (۶-۲۰، براہنجس ص ۱۱۱)

ان کے مقابلہ میں نجدی وہابیوں کے بارے میں ایک عینی شاہد مشہور
 اسپینی سیاح Badia عرف علی بے عباسی کا بیان سنئے جو نجدیوں کے
 قبضہ کے وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھا،

"جب تک وہ یہ نہ جان لیں کہ فلاں چیز دشمن یا مشرک کی ہے اسے
 ہاتھ نہیں لگاتے اور زبردستی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ
 تمام چیزیں قیمت دے کر خریدتے ہیں، اسی طرح ہر خدمت کی اجرت

ادا کرتے ہیں اپنے سردار کے اندھے اطاعت شعار ہونے کی وجہ سے
اس کے احکام کی تعمیل میں ہر مشقت برداشت کرنے کو تیار رہتے
ہیں۔۔۔ (ہوگارتھ: ۷۸)

علی بے سے بھی زیادہ 'محقق یح برک ہارٹ جو ۱۸۱۲ء میں (یعنی محمد علی کے
قبضہ کے وقت) مکہ پہنچا تھا' اور جس کی کتابیں اس کے صحت بیان اور
وقت نظری کی شاہد ہیں، لکھتا ہے:

"وہابی اقدام کی تہ میں بری رسموں کے ختم کرنے کی زبردست مخلصانہ
خواہش کام کر رہی تھی۔ غدار سے غدار دشمنوں سے بھی انھوں نے
وعدہ شکنی نہ کی۔ اگر ترکوں سے ان کے طریقہ کا مقابلہ کیا جائے تو
ہمیں ترکوں کی تمام وہ مہلات گناہا پڑیں گی، جن میں وہ آلودہ
ہیں۔" (ہوگارتھ: ص ۷۹)

برک ہارٹ کی پوری کتاب میں سعود اور عبداللہ کے لئے تعریف کے سوا کچھ نہیں۔

(جلد دوم ص ۱۸۰-۱۲۰)

تیسرا باب

تصنیف | امام سید جمال الدین افغانی (م ۱۸۹۷ھ) کے متعلق ایک مبصر نے کہیں لکھا ہے:

”انھیں تصنیف و تالیف سے خاص دلچسپی نہیں تھی، وہ کتابوں کے مولف نہیں تھے، بلکہ حکومتوں اور قوموں کے مصنف تھے (وامنا کان مؤلف اُمم) (و مصنف ممالک)

شیخ الاسلام کے متعلق بھی یہ فقرہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ دہرایا جاسکتا ہے۔ پھر بھی تبلیغ و دعوت کے سلسلہ میں شیخ نے جو کچھ لکھا، وہ کچھ ایسا کم بھی نہیں ہے، نیز علمی لحاظ سے بھی اس کا پایہ بلند ہے، ان کی تحریروں میں مشکلانہ موشگافیاں اور دو راز کار باتیں نہیں ملیں گی، وہ ٹھیکہ محدثانہ طریقہ پر لکھتے ہیں، جو بات کہی، دو ٹوک، سیدھے سادھے الفاظ میں کتاب و سنت کے نصوص سے آراستہ و پیراستہ اور بس۔

۱۔ امیر شکیب ارسلان (عاصر العالم الاسلامی: ۲، ۳۰۱) اصل عبارت یوں ہے: وبالجملة فانه لم يكن يحفل بوقوع التصانيف، واما كان مؤلف اُمم و مصنف ممالك۔

ان کی تصنیفات کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر یونان اور یونانی علوم کی ہلکی سی پرچھائیں بھی نہیں پڑی۔ ہمارے ہاں ہندوستان کے برہمنوں سے بڑے مجددین امت کی کتابیں بھی یونانی گورکھ دھندے سے یکسر پاک نہ رہ سکیں۔ شیخ کا طریقہ بالکل قرآنی ہے اور ان کی دلیلیں جزو کل قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں۔

دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے ہاں تصوف کی اصطلاحات بھی ناپید ہیں۔ ویدانت اور نو افلاطونی فلسفہ کے اس معجون مرکب نے (جس کا نام لوگوں نے تصوف رکھ چھوڑا ہے) اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کر ڈالیں اسلامی ہند کے مجددین نے یہ بڑی غلطی کی کہ وہ اس افیون کا استعمال کرتے رہے، افیون بہر حال افیون ہے، آپ اس کے لاکھ بدرتے استعمال کرائے، اس کے برے اثرات بہر حال اعضائے ربیہ کو تباہ کرتے جائیں گے، نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے مسلمان آج تک اس ”مایا جال“ سے نہ نکل سکے، لیکن شیخ الاسلام کے صحیح علاج اور اس افیون سے مکمل پرہیز کے باعث نجد اور نواح نجد کے مسلمان اس گورکھ دھندے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکل گئے۔

جہاں تک شیخ کے طرز بیان کا تعلق ہے اس میں کوئی الجھاؤ نہیں البتہ زبان اور انشاء امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) ابن قیم (م ۷۵۱ھ) اور شاہ ولی اللہ (م ۷۷۸ھ) کی طرح بہت بلند نہیں۔

لیکن ان کی تحریروں میں ایک دوسری انمول چیز ہے، جو پورے اسلامی لٹریچر میں خال خال نظر آتی ہے اور آٹھویں صدی کے بعد تو بالکل غفلت

ہو گئی تھی۔ آپ اجازت دیں، تو ہم اقبالؒ کی زبان میں اسے ”نفس“ سے تعبیر کریں، ان کی ہر سطر تاثیر میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے، شاید یہ اس دینی تڑپ کا اثر ہو جس نے انھیں عمر بھر بے قرار رکھا، آخر ان میں کوئی چیز تو تھی، جس نے ان کی آن میں سجد اور اس کے نواح کی سکایا پلٹ کر دی۔ خلاصہ یہ کہ ان کی چھوٹی بڑی تمام کتابوں اور خاص کر رسائل میں یہ تاثیر زیادہ محسوس ہوتی ہے۔
ہمیں شیخ کی حسب ذیل تالیفات کا علم ہو سکا ہے:

۱، کتاب التوحید۔ شیخ کی تصنیفات میں یہ رسالہ سب سے زیادہ مشہور ہے جس طرح ہندوستان کے خوش فہموں میں تقویت الایمان بدنام ہے اسی طرح عرب و عجم کے اکثر خوش عقیدہ لوگوں میں کتاب التوحید بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی۔ اس کا پورا نام کتاب التوحید الذی ہو حق اللہ علی العباد ہے۔ اس میں شیخ نے توحید کی حقیقت، اس کے حدود، شرک اور اس کی خرابیاں، اور اس میں ابتلا کے تمام راستوں (استفادہ استغاثہ، توسل، دعا، نذر، ذبح، سحر، کہانت، فال وغیرہ وغیرہ) کو کھول کھول کر بیان کیا ہے، اپنی طرف سے بہت کم کہا ہے، ہر باب کے مطابق قرآن و حدیث کی صاف اور واضح شہادتیں جمع کر دی ہیں۔

یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ لی گئی، بار بار ہزاروں ہزار کی تعداد میں طبع ہوئی، مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے اردو میں بھی کئی ایک ترجمے ہو چکے ہیں، انگریزی ترجمہ کا اب تک پتہ نہیں چلا۔

علمائے نجد نے اس پر شرحیں بھی لکھی ہیں جن میں بعض بہت مفید اور
پرغز ہیں، بروکلن (ذیل: ۲، ۵۳۱) نے دو شرحوں کا ذکر کیا ہے:

(الف) الدر النفید لاحدین حسن النجدی جو دلی میں طبع ہوئی (۱۳۱۱ھ)

(ب) فتح اللہ الحمید المجید مصنفہ حامد بن محمد بن حسن، جو امرتسر میں چھپی

(۱۸۹۷ء)

لہ

یہاں کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ دوسری شرح ادھوری اور معمولی ہے۔

لیکن بروکلن نے سب سے اہم شرح فتح المجید کا ذکر نہیں کیا، یہ اصل میں
سلیمان بن عبداللہ بن شیخ الاسلام (مقتول ۱۲۳۳ھ) نے لکھا شروع کی تھی

بقیہ سلسلہ صفحہ گزشتہ :- ترجمہ کا حوالہ دیا گیا ہے (جنرل رائل ایشیاء ک سوسائٹی)

۱۸۷۲ء تا ۶۸-۸۲، حالانکہ وہ ترجمہ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب کے

اس رسالہ کا ہے، جو انھوں نے ۱۲۱۸ھ میں فتح مکہ کے وقت تالیف کیا تھا،

یہ شبہ بروکلن کو بھی ہوا تھا (۲: ۳۹۰) لیکن ذیل (۲: ۵۳۲) میں اس نے

تصحیح کر لی لیکن تصحیح کے بعد سنہ کی غلطی کر دی ۱۸۷۲ء کی بجائے ۱۸۷۱ء چھپ گیا

ہے۔ شیخ عبداللہ کے رسالہ کا ترجمہ اوکنلی کے قلم سے ہے اور اس نے عجیب و

غریب غلطیاں کی ہیں، کسی موقع پر ذکر آئے گا۔

لہ۔ یہ شرح بھی راقم کی نظر سے نہیں گزری۔ اس ”رائے“

کے لئے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے ایک مکتوب کا ممنون

ہوں۔

لیکن نامکمل رہی تکمیل شیخ عبدالرحمن بن حسن بن شیخ الاسلام (د ۱۲۸۵ھ) نے کی 'اور کافی اضافے بھی کئے' اور ہمارے سامنے جس شکل میں ہے وہ شیخ ابن حسن ہی کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ اس شرح میں تمام مکوں پر سیر حاصل بحث ہے 'جابجا امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں سے طویل اقتباسات دئے ہیں۔ اور اس طرح پر یہ شرح ایک جامع اور مفید کتاب ہو گئی ہے۔

یہ پہلے مطبع انصاری دہلی میں چھپی تھی۔ (۱۳۱۱ھ)۔ دوبارہ مطبعہ سلفیہ مصر میں بحرین کے مشہور تاجر شیخ عبدالرحمن قصبی کے صرفہ سے معمولی کاغذ پر چھپی (۱۳۲۵ھ) اور مفت تقسیم ہوئی۔

اب تیسری مرتبہ مطبع انصار السنۃ المحمدیہ قاہرہ میں شیخ محمد حامد لفقی کے اہتمام سے نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپی ہے (۱۳۵۵ھ)۔ آغاز میں محمد حامد لفقی نے مصنف کے حالات بھی دئے ہیں جو عنوان المجد سے منقول ہیں۔ ناشر نے جابجا احادیث کی تخریج بھی کی ہے نیز شرح میں جہاں جہاں امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اقوال بلا حوالہ نقل کئے گئے ہیں وہاں ناشر نے حاشیہ میں اصل کتابوں کا ٹھیک ٹھیک حوالہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس سے مراجعت میں بڑی آسانی ہو گئی ہے۔

شیخ عبدالرحمن بن حسن نے اس مفصل شرح (جو شیخ سلیمان بن عبداللہ کی نامکمل شرح کی تکمیل ہے) کے علاوہ کتاب التوحید پر کچھ تعلیقات کرائے تھے، وہ بھی الگ قرۃ عین الموحدین کے نام سے چھپ گئے ہیں (مطبع الناصر

۱۶؎) راقم کی نگاہ سے یہ کتاب گزری، محمد حامد الفقی نے فتح المجید کے حوالہ سے
میں کہیں کہیں اس کے اقتباسات دئے ہیں

(۲) کشف الشہات من التوحید اسے ہم کتاب التوحید کا مکمل کہہ سکتے
ہیں، یوں تو شیخ کی تمام کتابیں توحید سے متعلق ہیں، اور وہ کتاب التوحید
کا تتمہ کہی جاسکتی ہیں، لیکن رسالہ کشف الشہات میں توحید ہی توحید ہے،
عام طور پر لوگوں کو توحید خالص کے متعلق جو شکوک ہوتے ہیں، ان کا ازالہ
کیا گیا ہے، کسی کو ولی، غوث کا خیال آتا ہے، کوئی توسل اور استغاثہ کی
راہ سے بھٹکتا ہے، کہیں شفاعت میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، اس سالہ
میں ان رب شہات کا قلع قمع کیا گیا ہے، اندازاً ست لال یکسر قرآنی ہے،
کہیں ادنیٰ ابہام نہیں، اور نہ متاخرین کے جدید طرز بیان کا کہیں سایہ بھی
پڑنے پایا ہے۔ ایک چھوٹا سا رسالہ معلومات اور فوائد کا گنجینہ ہے بار بار
چھپ چکا ہے، ہمارے سامنے وہ نسخہ ہے جو عیسیٰ بن مریم نجدی کے مجموعہ
(۷۲-۵۶) میں چھپا ہے۔

(۳) الاصول الثلاثہ وادلتہا: معرفت رب، معرفت دین اسلام،
معرفت نبی، ان تینوں اصولوں کی دلنشین انداز میں وضاحت کی گئی
ہے، نہایت چھوٹا سا رسالہ ہے۔

(۴) شروط الصلاۃ دار کا نہ اس مختصر رسالہ میں نماز کی شرطوں (اسلام،
عقل، تمیز، رفع حدّث، ازالۃ نجاست، ستر عورۃ، دخول وقت،
استقبال قبلہ اور نیت) کی توضیح کی گئی ہے، نیز نماز کے ارکان اور

واجبات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

(د) اربع قواعد: اس رسالہ میں بھی توحید کے بعض پہلو نہایت موثر

اور سادہ طریقہ پر بیان کئے گئے ہیں۔ چار اہم قاعدے یہ ہیں:

(الف) کفار عرب بھی اللہ تعالیٰ کو ”خالق زراق مدبر“ مانتے تھے

لیکن اس سے وہ ”اسلام میں داخل نہ ہو سکے۔“

(ب) کفار عرب بھی ’اولیاء من دون اللہ کو قربت اور شفاعت‘

ہی کے لئے پکارتے تھے ’ولقولہ لولہ شفعاء عند اللہ‘

(ج) رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ”ملائکہ“ ’انبیاء صالحین‘ ’اشجار‘

’اجار شمس‘ ’قمر‘ کی پرستش کرنے والوں سے یکساں قتال کیا اور ان مختلف قسم کے مشرکین کے درمیان کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھی۔

(د) اس زمانہ کے مشرک پہلے مشرکین سے بھی گئے گزرے ہیں وہ تو

کم از کم مصیبتوں میں اللہ کو یاد کر لیا کرتے تھے اور موجودہ زمانہ کے مشرک

ہر حال میں اولیاء من دون اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں انہیں چار قواعد کی آیات قرآنی سے توضیح

کی گئی ہے۔

یہ تینوں رسالے عیسیٰ بن مریم نجدی کے طبع کرائے ہوئے مجموعہ میں

ایک ساتھ چھپے ہیں (ص ۲۷) مطبع المنار، قاہرہ ۱۳۴۰ھ نیز مجموعہ الکتاب

المفید مطبوعہ مکہ مکرمہ (۱۳۴۳ھ) میں بھی یہ رسالے شامل ہیں۔ آخر کے

دو سالوں کا بروکلین نے ذکر نہیں کیا۔

(۶) اصول الایمان: ایمان کے مختلف ابواب کی احادیث سے تشریح ہو گئی ہے آغاز کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے بعض فرزندوں نے اصل رسالہ میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ وقد زاد فیہ بعض اولادہ زیادة حسنة ۛ

پہلے دہلی میں چھپی تھی، اب مجموعۃ الحدیث النجدیہ (قاہرہ مطبع النہد ۱۳۲۲ھ) کے ضمن میں طبع ہوا ہے (صفحہ ۲۴۰-۲۰۹)۔

(۷) کتاب فضل الاسلام: اسلام کے شرائط کی توضیح کے ساتھ ساتھ بدعت و شرک کی برائیاں کھول کر بیان کی گئی ہیں۔

(مجموعۃ الحدیث النجدیہ صفحہ ۲۵۵-۲۲۲)

(۸) کتاب الکبائر: کبائر کے تمام اقسام، الگ الگ ابواب کی صورت میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، ہر باب میں قرآن و حدیث کے نصوص سے توثیق کی گئی ہے، بلکہ مصنف نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے، قرآن کریم اور سنت نبوی کا سلیقہ کے ساتھ جمع کر دینا، اپنی جگہ پر خود ایک کام ہے۔

(مجموعۃ الحدیث النجدیہ صفحہ ۳۱۲-۲۵۸)

(۹) نصیحة المسلمین: یہ ایک مستقل کتاب ہے، جس میں اسلامی تعلیم کے

تمام شعبوں پر الگ الگ بابوں میں حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں، مصنف نے اپنی طرف سے بہت کم بلکہ کچھ نہیں لکھا ہے: (مجموعۃ الحدیث صفحہ ۳۱۲-۲۴۲)

(۱۰) سنتة مواضع من الیرة: سیرت طیبہ کے چھ مقامات کی توضیح

دوران کے نکات پر چھوٹا سا رسالہ ہے وہ چھ مقام (مستقواضع) یہ ہیں:

(الف) نزول وحی کی ابتدا۔

(ب) تعلیم توحید اور کفار کا رویہ۔

(ج) ملک الغرانیق العلی کا واقعہ۔

(د) ابوطالب کا خاتمہ۔

(ه) ہجرت کے منافع اور عبیر۔

(و) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد کا واقعہ۔

(مجموعہ الکتاب المفید ص ۱۹-۲۳)

(۱۱) تفسیر الفاتحہ: سورہ فاتحہ کی نہایت ہی مختصر تفسیر لیکن اس میں

بھی شیخ کا جذبہ توحید سطر سطر سے نمایاں ہے۔ (مجموعہ الکتاب المفید: ص ۱۸-۱۹)

(۱۲) مسائل الجاہلیۃ: اس رسالہ میں شیخ الاسلام نے ایسے ایک سو

اکیس مسئلے بیان کئے ہیں۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اہل جاہلیت اور ان کے معتقدات کی مخالفت کی ہے۔ محمود شکاری آلوسی

(رم ۱۳۲۲ھ) نے اس کی شرح بھی لکھی ہے (الزہراء: رجب ۱۴۰۵ھ)

(ر: ص ۵۲-۴۴)

(۱۳) تفسیر الشہادۃ: کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر جن میں توحید کی

اہمیت و نشین انداز میں واضح کی گئی ہے۔ (ر: ص ۸۰-۷۸)

(۱۴) التفسیر علی بعض سور القرآن: مختلف آیتوں اور سورتوں پر

شیخ الاسلام کی تعلیقات کے مجموعہ کا نام ہے، ایک ایک آیت سے بیسیوں

مسئلے استنباط کرتے جاتے ہیں، یہی اس کی خاص خصوصیت ہے۔

(فہرست مشروح خدا بخش لائبریری: جلد ۸، ج ۲) (۱۴۷۷)

(۱۵) کتاب السیرۃ: یہ سیرت ابن ہشام کا خلاصہ ہے، خدا بخش لائبریری میں اس کا ایک بہت اچھا اور قدیم نسخہ ہے (مخطوطہ ۱۲۲۲ھ)؛ ملاحظہ ہو۔

فہرست مشروح انگریزی جلد ۱۵، ۱۰۳۸/۱

(۱۶) الہدی النبوی، امام ابن القیم کی زاد المعاد کا مختصر کتاب کے

اد پر صرف مختصر الہدی النبوی لکھا ہوا ہے۔ اس لئے فہرست نگار مستقل کتاب

سمجھے۔ (ملاحظہ ہو: فہرست مشروح انگریزی جلد ۱۵، ۱۰۳۸/۲)

ان کے علاوہ شیخ کے چھوٹے چھوٹے متعدد رسالے ہیں جن کی تفصیل کی

چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ بعض رسالے روضۃ الافکار جلد اول فصل

ثالث میں درج ہیں۔ اسی طرح بعض استفسارات کے جوابات بھی روضۃ الافکار

(رج ۱، فصل رابع) میں مندرج ہیں۔

چوتھا باب

(۴)

دعوت

سیاست کی کارفرمائی | شیخ محمد عبدالہ (م ۱۳۲۳ھ) ”سیاست“ اور اس کی
 ’تحریف‘ سے پناہ مانگتے تھے ’مادخلت الیاسیۃ فی شئی الا افسدته
 ان کا فقرہ مشہور ہے‘ اور ایک حد تک یہ سچ بھی ہے۔ مقصد پر آرہی کے ملکہ
 میں اور باب سیاست‘ جائز اور ناجائز کا خیال نہیں کرتے اور اس لئے صدقوں
 کے منع کرنے میں وہ عارضی طور پر کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔

شیخ الاسلام کی دعوت جسے ’وہابیت‘ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے
 کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ کتاب و سنت کی صحیح تعلیم کے سوا وہ اور کچھ نہیں پیش
 کرتے، لیکن سیاسی اغراض کے ماتحت شیخ کی دعوت کو ’وہابیت‘ کا نام دے کر
 اس طرح پیش کیا گیا، جیسے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی دعوت
 دی جا رہی ہو۔

سور اتفاق سے اہل نجد کے بدنام کرنے میں تین جماعتیں شریک ہو
 تھیں۔ اور مصری حکومتیں تو براہ راست نبرد آزار ماتھیں حکومت ہند سے بھی

ایک دو ٹکر ہو گئی تھی، اس لئے تینوں حکومتوں کے ذیلیہ خواروں نے اس ”کارخیز“ میں نمایاں حصہ لیا۔ ان کے علاوہ اشراف مکہ اور ان کے حواری اپنے نذر و نیاز کی آمدنیوں کی بندش پر الگ برہم تھے نیز عام یورپی شاخ (انگریزوں کے علاوہ بھی) جزیرۃ العرب میں صحیح مذہبی بیداری کو اچھی آنکھوں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مختلف اسباب کے ماتحت مختلف حکومتوں اور جماعتوں نے شیخ کی دعوت کی برائی اور بدنامی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج سے کچھ دنوں پہلے تک ”وہابیت“ نے ایک ”ہوے“ کی شکل اختیار کر لی تھی، پھر ہندوستان میں حضرت سید احمد شہید بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی تحریک تجدید و امامت کو ”وہابیت“ کا نام دے کر، اسے اسلام سے الگ ایک خارجی قسم کے

لے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قبروں اور قبوں کی آمدنیوں پر ایک بڑی جماعت کا گزارا تھا، ۱۲۱۸ھ میں سعودی قبضہ کے بعد ان کی روزی بند ہو گئی، تو یہ دعوت کے مخالف بن گئے اور دور و نزدیک طرح طرح کی غلط بیانیاں کرنے لگے، جبرتی (۲۵۵:۳) صفر ۱۲۱۸ھ کے حوادث میں لکھا ہے:-

”حاجیوں کے ساتھ اہل مکہ کی بڑی تعداد وہابیوں کے خوف سے بھاگ کر آئی ہے، لوگ وہابی کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، بعض اسے ”غارجی“ اور کافر بتاتے ہیں، یہ رائے اہل مکہ اور ان کے پیروں کی ہے اور بعض بے غرضی کے وجہ سے ان کی رائے سے اختلاف رکھتے ہیں، الخ الخ

آج سے تیس چالیس برس پہلے ان غلط الزامات کے قبول کرنے کی کوئی توجیہ کی جاسکتی تھی، اہل نجد کی کتابیں عام طور پر نہیں ملتی تھیں، اور خود علماء نجد اپنے محدود علاقہ سے باہر تبلیغ و اشاعت پر بہت کم توجہ کرتے تھے، اس لئے اس وقت یہ بہت ممکن تھا کہ کوئی شخص سچائی کے ساتھ ان کے متعلق غلط رائے رکھتا ہو، لیکن آج کہ شیخ اور ان کے شاگردوں کی تصنیفات پبک کر عام ہو چکی ہیں، لاعلمی کا عذر مسموع نہیں ہو سکتا۔

شیخ کا فقہی مسلک | مختصر طور پر تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیخ الاسلام دین اسلام کو اس کی اصل شکل میں دیکھنا چاہتے تھے، عقائد و اعمال، ہر چیز میں سلف کی پیروی ان کے دل سے لگ گئی تھی، فروع فقہ میں وہ امام اہل سنت احمد بن حنبل کے مسلک پر عمل کرتے تھے، لیکن خابہ کے مسلک کے خلاف کوئی حدیث مل جانے پر انہیں کوئی طاقت اس حدیث پر عمل کرنے سے نہیں روک سکتی تھی۔

وامامذہبنا فذہب الامام احمد بن	ہاں مذہب فروع اور احکام میں
حنبل امام احمد السنۃ فی الفروع	امام اہل سنت امام احمد بن حنبل کا مذہب
ولاندعی الاجتہاد۔ واذابانت	ہے اور ہم اجتہاد کا دعویٰ نہیں کرتے
لناسنۃ صحیحۃ عن رسول اللہ صلی	اور جب رسول اللہ کی کوئی صحیح سنت

۱۔ مذہب: یہاں غریبی مفہوم میں استعمال کر رہا ہوں ہو ما ذہب الیہما احد الامۃ اردو میں مذہب، دین کا مرادف ہو گیا ہے۔

اپنے کو متصف کیا ہے، اور نہ ان صفات کو مخلوق کی صفاتوں کے ساتھ
تشبیہ دی جاسکتی ہے، بلکہ اس کی ذات ان چیزوں سے منزہ ہے
اس کا مثل کوئی نہیں۔ نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں
تو سلف کا مذہب، دو مذہبوں کے بین، بین اور دو گمراہیوں کے
درمیان اعتدال کی راہ ہے، یعنی صفات کا اثبات اور مخلوقات
کے ساتھ مماثلت کی نفی۔ انہ انہ

(الانتقاد الرجیح (علی حاشیہ جلاء الحنین) ص ۲۳)

تو گو یا سلف کا مسلک اثبات اور نفی کے درمیان ہوا، وہ 'ید' عین
اور اس قسم کی دوسری صفاتوں کی تاویل نہیں کرتے، بلکہ ان کے ظاہر ہی پر
ایمان لاتے ہیں، لیکن مماثلت کی نفی کے ساتھ یعنی 'ید' اور 'عین' سے
صفات باری میں وہ معنی نہیں سمجھے جائیں گے، جو انسانوں کے ساتھ سمجھے
جاتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کیف اور جسمیت سے منزہ ہے۔ اصل مفہوم
اور کیف کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہمارا کام بے چور و چرا ایمان
لاتا ہے۔ امام دارہجرت مالک ابن انس کا مشہور قول مسلک سلف کی بہترین
ترجمان ہے:

استواء غیر مجہول والکیف
غیر معقول والایمان بہ واجب
والسؤل عند بدعة
استواء نامعلوم نہیں، اور کیف کا
تصور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ
نہیں کیا جاسکتا اور اس پر ایمان آنا
واجب ہے اور اس کے متعلق کرینا

یہ سلف کا مسلک صرف خاں بلہ یا امام ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کا نہیں بلکہ تمام ائمہ اسلام کا یہی مسلک رہا ہے۔ ”تشبیہ اور تجسیم کی نفی کے ساتھ تاویل سے بچنا“ (الامساك عن التأويل طلباً مع نفی التشبیہ و التجسیم) تمام ائمہ کا مسلک رہا ہے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، محمد بن الحسن، سعد بن معاذ، مروزی، عبد اللہ بن المبارک، سفیان ثوری، امام بخاری، ترمذی، ابو داؤد سجستانی وغیرہم سب اسی مسلک پر گامزن رہے ہیں۔ (جلد ۱، العینین : ص ۲۲۹) خود امام ابو الحسن الشحری سے رجوع ثابت ہے۔ امام الحرمین سے بھی اس کی تائید منقول ہے۔ تمام صحابہ اور تابعین کا تو یہ مسلک تھا ہی، تاویل کا دروازہ تو ”عقلیت“ کی گرم بازاری کے بعد کھلا۔

متاخرین اشاعرہ اور عام علمائے اسلام (متاخرین) کا مسلک تاویل کا رہا ہے، مدرسوں میں ’عقائد‘ کے نام سے جو کچھ پڑھایا جاتا ہے، وہ یہی اہل تاویل کا مسلک ہے۔ لیکن تاویل کے وہ معنی تو ان الفاظ کا ایک محل ہے ایسی بیسیوں تاویلیں اور بھی کی جاسکتی ہیں، یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ آپ کی تاویل عین مراد الہی کے مطابق ہے، اور اگر اس کا یقین نہیں (اور یقینی نہیں) تو ہم پھر اپنے کو خطرہ میں کیوں ڈالیں، سلامتی اسی میں ہے کہ اسلاف کے طریقہ کے مطابق ہم بھی (مکمل ماوراء فی الشہار) پر بلا تعطیل و تکلیف کے اعتقاد رکھیں، یہی پہلے بزرگوں کا مسلک ہے اور

اسی پر آج بھی ٹھیکہ اہل توحید و سنت اعتقاد رکھتے ہیں شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور ان کے پیروں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

..... وبالجملة فمقيد تنافي خلاصه یہ کہ ان تمام صفات کے بارے میں جو کتاب و سنت میں ثابت ہیں، والصفات الثابتة في الكفا والسنة عقيدة اهل السنة والجماعة نوع من بها وغربها كما جاءت مع اثبات خالفها وما دلت عليها من غير تكيف ولا تمثيل ومن غير تعطيل ولا تبديل ولا تاويل الخ

ہمارا عقیدہ اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے۔ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور زیادہ کریدنے کی کوشش نہیں کرتے، اور ان کے معانی اور حقائق پر اعتقاد رکھتے ہیں لیکن کسی تکنیف، تمثیل یا تعطیل و تبدیل اور تاویل کی پرچائیں بھی نہیں پڑ دیتے۔ الخ

(الهدية النيرة: ص ۹۹)

آیات صفات کے باب میں سلف کا مسلک مشہور ہے (جس کی مختصر توضیح اوپر کی گئی) صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ شیخ الاسلام بھی سلف کا عقیدہ رکھتے تھے، قرونِ اولیٰ کے بعد امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) سے زیادہ کسی نے اس سلسلہ میں کلیفین نہیں اٹھائیں، اشاعرہ اور متکلمین کے خیالات ذہن اور دماغ پر کچھ اس طرح مسلط ہو گئے تھے کہ راہِ حق بھی لوگوں کو جاہلوں اور کم عقلوں کا مسلک نظر آتی تھی۔

بہر حال امام ابن تیمیہ کی طرح شیخ الاسلام ابن عبد الوہاب بھی

سلف کے عقیدے پر سختی کے ساتھ قائم رہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے آلوسی کی جلاء العینین فی محاکمۃ الاحدیت (۱۶۱-۱۶۲) ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ جہاں فاضل مصنف نے پوری بحث کا پنچوڑ دیدیا ہے اور ابن تیمیہ ابن جوزی شیخ عبدالقادر جیلی اور خود امام ابو الحسن اشعری کی تصنیفات سے اقتباسات دے رہے ہیں۔

توحید اور اس کے لوازم [شیخ نے اپنی تمام کتابوں اور رسائل میں توحید پر بہت زور دیا ہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کی تصنیفات میں صرف توحید ہی توحید ہے] ان کی دعوت بھی توحید کی تھی شاعر کلمہ لا الہ الا اللہ تھا وہ ہر ایک کو اسی کلمہ کا مفہوم سمجھاتے اور اس کی حقیقت ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے اسی لئے ان کے ملنے والے بااوقات 'موحدین' کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں۔

'توحید' کیا ہے؟ صرف اللہ تعالیٰ کو عبادت کا متحق قرار دینا۔ بات معمولی سی ہے لیکن شیطان کی گھاتیں بہت وسیع ہیں۔ اس نے ایک اللہ کے پرستاروں سے بھی وہ کام کرائے جو شرک کے حدود میں داخل ہوتے ہیں۔ 'اخلاص توحید' کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام اعمال و اقوال سے پرہیز کیا جائے جن میں 'غیر اللہ' کی شرکت کا ادنیٰ شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو شیخ الاسلام نے ان 'اعمال و اقوال' کی توضیح میں کوئی کمی نہیں کی ان کے مضرات اور برائیاں کھول کھول کر بیان کیں جن راہوں سے یہ برائیاں پیدا ہوتی تھیں۔ ان کے روکنے کی کوششیں کیں لیکن وہ قوم جو سارے

عالم کے لئے توحید کا پیغام لے کر نکلی تھی، بعد کی صدیوں میں خود قبر پرستی،
تغریہ پرستی اور اس قسم کی دوسری ”پرستیوں“ کا اس طرح شکار ہوئی کہ
جب ایک عرصہ کے بعد اس کے کانوں میں توحید کی آواز پہنچی تو اسے صہیت
محسوس ہونے لگی، کتاب و سنت سے نصوص پیش کئے گئے، تو تاویلین کی
گئیں اور خود توحید کے علمبرداروں کو ”دہابی“، ”مشرک“، ”خارجی“ اور مختلف
فقہی اور مذہبی کالیوں سے نوازا گیا۔ شیخ الاسلام کا سارا تصور یہ ہے کہ
انہوں نے کھلم کھلا توحید کی دعوت دی، شرک اور اس کے شوائب (شائبہ
کی جمع) سے بچنے کی تاکید کی اور ”ان من دون اللہ“ کی مذمت کی،
غیر اللہ کی قسمیں کھانا، نذریں ماننا اور قبروں کی پرستش وغیرہ کی صاف
صاف برائی کی۔ اور اگر یہ واقعی تصور ہے، تو پھر ہر مسلمان کو سچے دل سے
تصور وار بن جانا چاہئے۔

ذیل میں ہم ان مخصوص باتوں کو سادہ لفظوں میں بیان کر دیتے
ہیں جو شیخ اور اہل سنت کی رائے اور عقیدہ میں توحید سے دور اور شرک
سے قریب کرنے والی ہیں:-

۱۔ مصیبتوں میں غیر اللہ کو پکارنا یا اللہ کے ساتھ غیر کو بھی پکارنا،
اب جو عام طور پر کم لکھے پڑھے یا پڑھے لکھے خوش عقیدہ یا ”رفاعی“ یا
”بدوی“ اور ”یا عبد القادر“ (اور ہمارے ہاں: اے داتا پیر پھوڑا لے
مخدوم صاحب) اے مخدوم منجھن وغیرہ وغیرہ) کہ کر غیر اللہ کو مصیبتوں میں
یا دہاتے ہیں، تو یہ ”دعا غیر اللہ“ شائبہ شرک سے خالی نہیں۔ اس

”دعا“ میں ’عبادت‘ کی جھلک آتی ہے۔ ”داعی“ کی نیت اور ”مدعو“ کے مرتبہ سے بالکل بحث نہیں ممکن ہے اور بہت ممکن ہے کہ ’داعی‘ کی نیت ’عبادت‘ یا ’شُرک‘ کی نہ ہو۔ لیکن ایک مخلوق ’دوسرے مخلوق کو مصیبتوں میں پکارے‘ اس سے ’دفع ضرر‘ یا ’جلب خیر‘ کی درخواست کرے یہ تو حید کے سرسرخلاف ہے۔ اور اسلام جیسے تو حید کامل کے مذہب میں اس کی بالکل گنجائش نہیں۔

ان حالات میں جو غیر اللہ کو مصیبتوں میں یاد کرتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ جاہل ہے، اور کتاب سنت کی صحیح تعلیمات کا اسے علم نہیں، تو اسے شیخ الاسلام کے پیرو سیدھی راہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ وہ آئندہ اس سے پرہیز کرے، اور اگر کوئی شریعت کا حکم جاننے کے بعد بھی ’دفع ضرر‘ یا ’جلب خیر‘ کے لئے غیر اللہ کو یاد کرتا ہے اور پکارتا ہے تو پھر وہ اسے شرک سمجھتے ہیں، اور اس سے کسی قسم کی رواداری برتنے کے لئے تیار نہیں، قرآن کریم کی یہ آیتیں ان کے لئے حجت اور دلیل راہ ہیں:

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ
مِنْ قَطِيرٍ۔ اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعْوَاكُمْ
وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ، وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ

(۱۵۱/۴:۳۵)

۲، استغاثہ: غیر اللہ سے فریاد چاہنا، اس کا حکم بھی دعا غیر اللہ کا ہے۔

ابو یزید بسطامی کا قول ہے: استغاثۃ المخلوق بالمخلوق کا استغاثۃ
المسجون بالمسجون

مخلوق کا مخلوق سے فریاد چاہنا، اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ قیدی
دوسرے قیدی سے فریاد طلب کرے۔

طبرانی کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے :-
”انہ لا یستغاث بى، وانما یستغاث باللہ تعالیٰ (۱)

(مجھ سے فریاد نہیں طلب کی جاتی، فریاد تو صرف اللہ سے مانگی جاتی ہے)
خلاصہ یہ ہے کہ ’زندہ یا مردہ‘ کسی غیر اللہ سے فریاد چاہنا قطعاً حرام ہے
اور اسلامی توحید کے بالکل خلاف ہے۔

(۳) توسل: لفظ ’توسل‘ تین معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے:

(الف) رسول کریم (ص) کی اطاعت کا وسیلہ، تو یہ فرض ہے
اس کے بغیر ایمان مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔

(ب) رسول (ص) کی دعا اور شفاعت کا وسیلہ یہ رسول اللہ صلی اللہ
کی زندگی میں تھا اور پھر قیامت کے دن اس کا موقع ہو گا جب خلقت
رسول کی شفاعت کا وسیلہ ڈھونڈھے گی۔

(ج) تیسرا وہ توسل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو انبیاء اور صالحین کی

۱۔ جلاء العینین: ص ۲۱۲۔

۲۔ بحوالہ جلاء العینین ص ۳۱۳۔

ذات کا واسطہ دلایا جاتا ہے تو یہ صحابہ نے رسول کریم (ص) کی زندگی میں کیا، نہ وفات کے بعد نہ استسقا وغیرہ کے موقع پر نہ قبر پر اور نہ قبر سے ہٹ کر یا کسی موقع پر صحابہ سے اس قسم کا غیر مشروع توسل منقول نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کو گویا رسول یا ولی کی ذات کی قسم دی جاتی ہے۔ ادعیہ ماثورہ میں بھی کہیں اس 'توسل' کا پتہ نہیں چلتا، 'توسل' کی یہی تین صورتیں ہیں جن میں سے پہلی صورت (یعنی رسول (ص) پر ایمان اور ان کی اہل کماوید پکڑنا) ہمیشہ مشروع ہے، دوسری صورت رسول (ص) کی دعا اور شفاعت کو (ذات کو نہیں) وسیلہ بنانا، تو یہ رسول اللہ (ص) کی زندگی میں بلاشبہ 'نافع' اور 'مطلوب' تھا، "توسل کے ان دونوں معنوں کا منکر کافر اور مرتد ہے" (من انکر التوسل باحد ہذین المعینین فهو کافر مرتد) جیسا کہ انام ابن تیمیہؒ نے تصریح کی ہے لیکن رسول (ص) کی وفات کے بعد یہ دوسری صورت بھی متعذر ہو گئی قبروں پر سلام اور موتی سے مخاطب ہو کر "اسلام علیکم" کہنا منقول ہے، لیکن مردہ یا غائب سے دعا کی درخواست کرنا بدعت ہے (جلاء العینین: ص ۲۸۴) یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا (اور کسی نے نکیر نہیں کی):

اللَّهُمَّ اِنَّا كُنَّا اِذَا الْجَدُّ بَنَّا اے اللہ جب ہم پر قحط سالی
تَوَسَّلْنَا اِلَيْكَ نَبِيْنَا فَسَقْنَا، وَاَنَا آتی تھی تو تیرے نبی (ص) کا
نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بَعْدَ نَبِيْنَا فَاسْقِنَا ؕ وسیلہ پکڑتے تھے، اور تو ہمیں

سیراب کرتا تھا اور (اب) ہم
تیرے نبی کے چاکا وسیلہ پکڑتے
ہیں تو ہمیں سیراب کر۔

آنحضرت (ص) کی رحلت کے بعد حضرت عباسؓ کا وسیلہ پکڑنا
بے معنی بات نہیں ہو سکتی چونکہ یہ 'توسل' طلب دعاء کے لئے ہوتا ہے۔
اور وفات کے بعد طلب دعاء متعذر ہے اس لئے حضرت فاروقؓ ہم رسول
(ص) کا وسیلہ لائے۔ (یعنی طلب دعاء کے لئے)

اب رہی تیسری صورت جس میں انبیاء اور صالحین کی ذات کو وسیلہ
بنایا جاتا ہے 'یا اللہ تعالیٰ کو اولیاء اور صالحین کے نام کی قسم دی جائے'
جیسے کوئی کہے۔

اسالك بجاه عبدك ... اوجہ منہ

تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حنبلیہ کے نزدیک صحیح روایت یہ مکروہ
تحریمی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور دوسرے فقہا حنفیہ سے بھی ایسا ہی منقول
ہے انبیاء اولیاء مقامات مقدسہ کسی کے 'حق' کا واسطہ دلا کر دعاء
مانگنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے لاحق للخلق علی الخالق
سے ان کا استدلال ہے اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہی امام ابن تیمیہ کا
مسکک ہے۔ اور اسی پر شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور ان کے متبعین
کا عمل ہے، وہ کسی نبی یا ولی کی ثنات کے ساتھ 'توسل' کو روا نہیں سمجھتے
اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں کرتے صرف حنفیہ اور

خاتمہ کے متفقہ ملک کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

مقدمین علماء میں شیخ عبدالدین بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ) صرف رسول کریم (ص) کی ذات اقدس سے توسل کو جائز قرار دیتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک ”اللہم انی اتوسل الیک بنیک وحبیك محمد“ یا ”اللهم انی اسئل بجا صدک ونبیک محمد (ص)

کہنا جائز ہے۔ رسول کریم (ص) کی ذات اقدس اور ان کی منزلت کو سامنے رکھتے ہوئے شیخ عز بن عبدالسلام جیسے مجتہد النظر عالم کاڈنگ کا جانا کوئی حیرت کی بات نہیں، متاخرین میں شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) بھی ”توسل بالنبی“ کو جائز رکھتے ہیں۔ رہا اولیاء اور صالحین کی ذات کو وسیلہ بنانا، تو یہ کسی سے منقول نہیں، اور اگر بعض متاخرین علماء یا سبکی وغیرہ نے اس کے جواز کی کوشش کی ہے، تو یہ ایک بے اصل بات کے رائج کرنے کی کوشش ہے، اور بدعات کا دروازہ کھولتا ہے۔

یہاں صرف شیخ الاسلام کے ملک کی توضیح مقصود ہے، کسی فقہی بحث کا یہ موقع نہیں، تاخذ کے ضمن میں موضوع کی مختلف کتابوں کا ذکر آئے گا، التوسل والوسیلة کے علاوہ امام ابن تیمیہ کے فتاویٰ اور دوسری تصنیفات بھی ان بحثوں سے بھری پڑی ہیں۔ مختصر طور پر موافق و مخالف بحثوں کے خلاصہ کے لئے: جلال العینین (ص ۳۱۵-۲۶۹) سے فائدہ اٹھایا

دہم، استعاذہ: توحید کا اقتضایہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اسماء اور صفات کے سوا کسی مخلوق کی پناہ بھی نہ ڈھونڈ سکی جائے، اسی اصل کی بناء پر امام اہل سنت احمد بن حنبل نے قرآن کے کلام الہی اور غیر مخلوق (کلام اللہ غیر مخلوق) ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا تھا:

اعوذ بکلمات اللہ التامات

یعنی اگر اللہ کا کلام 'مخلوق' ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اللہ یعنی مخلوق کی پناہ نہ مانگتے، گویا اس وقت یہ بات مسلم تھی کہ مخلوق کے ساتھ استعاذہ (یعنی کسی مخلوق کی پناہ مانگنا) جائز نہیں، ورنہ مخالفین ضرور تردید کرتے، خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بندگی کی ہے کہ وہ غیر اللہ (جن) کی پناہ مانگتے ہیں:

انہ کان رجال من الانس یس ذون برجال

من الجن فسادھم ھقاہ (۶: ۷۲)

اسی لئے شیخ الاسلامؒ نے صاحب بردہ کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے: باکرہ المخلق مالی من ابودہ سواک عند حلول الحادث للجسم کوئی شک نہیں کہ "مالی من الودیہ سواک" (میرے لئے تیرے سوا کوئی نہیں جس کی پناہ لوں) صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہو سکتی ہے، شوکانی نے بھی (جو توسل کے مکہ میں ذرا نرم ہیں) اس شعر پر اعتراض کیا ہے (الدر النقیۃ ص ۲۹)

✓ (۵) احلف بغیر اللہ: غیر اللہ کی قسم کھانا بھی توحید کی روح کے خلاف ہے۔ یہ کوئی مختلف فہمہ نہیں، بلکہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، لیکن عوام بلکہ بعض خواص بھی اس آزار میں مبتلا ہیں، اور تمام مسلم علاقوں میں انبیاء اور اولیاء کی قسمیں کھانے کا عام رواج ہے، اتنا عام کہ اگر آپ کسی کو منع کریں، تو وہ ماننے کے بدلے الٹا آپ پر بد دینی، یا کم از کم ”وہ بیت“ کا الزام تو لگا ہی دے گا۔ حالانکہ ترمذی کی روایت (من حلف بغیر اللہ فقد اشرك) میں حلف بغیر اللہ کو ”شُرک“ کہا گیا ہے، اس سے زیادہ ’ہنی‘ اور کیا ہو سکتی ہے؟ اسی اصل کی بناء پر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا:

لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَدْعُو اللَّهَ إِلَّا بِهِ “وَأَكْرَهَ أَنْ يَقُولَ
مَعَاقِدَ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ أَوْ يَجْعَلَ خَلْقَكَ۔

تو امام اعظم کے نزدیک اللہ کے سوا غیر اللہ کی قسم کھانا یا اس کی دہائی دینا قطعاً ممنوع ہے۔ البتہ امام ابو یوسفؒ معاقِدَ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ جائز رکھتے ہیں، کہ عرش پر عزت کی جگہ ’کامالک اللہ ہی ہے۔ اور معقِدَ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ سے اللہ تعالیٰ ہی مراد ہو سکتا ہے۔ امام صاحب اس کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں، ”بحق فلاں“ کہ کر اللہ سے مانگنا تو بہر حال سب کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ دعا و غیر اللہ، استغاثہ بغیر اللہ، التوسل بالانبياء والصالحين، استعاذۃ اور حلف بغیر اللہ، یہ سب کی سب ایک قسم کی چیزیں ہیں، ان میں سے ہر ایک اپنے اندر ’شُرک‘ کے جراثیم رکھتا ہے، اور توحید کی روح کے یکسر خلاف، اس لئے یہ تو ہم پر تیاں دین خالص میں کبھی روا نہیں تھی

جاسکتیں، محمد بن عبدالوہاب کا تصور صرف اس قدر ہے کہ انھوں نے ان مکروہات سے سختی کے ساتھ روکا اور کم از کم ایک خطہ میں عوام تک کو اس کا پابند کر چھوڑا۔ (۶) زیارة القبور، قبروں کی زیارت مشروع ہونے میں شک نہیں، بشرطیکہ زیارت کے حدود سے تجاوز نہ کرے مسلمان کے لئے انبیاء و صالحین عام مسلمانوں، بلکہ غیر مسلموں کی قبروں کی زیارت بھی جائز ہے، غیر مسلموں کی قبروں کی زیارت جائز ہے اس کے لئے جو عبرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت سنت ہے (جس کی ترغیب بھی دی گئی ہے) اس کے لئے جو اہل قبر کے لئے دعا کرنا چاہیے۔

محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ماننے والے زیارت قبور کے منکر نہیں، البتہ وہ ان بدعات کے سخت مخالف ہیں جو قبروں کے پاس روا رکھی جاتی ہیں وہ قبروں سے مرادیں مانگنے والوں، دعا کرنے والوں اور شفاعت چاہنے والوں کو روکتے ہیں اور آج کل قبروں کی زیارت نہیں ہوتی بلکہ بدعت فروشی کی دوکانیں گرم ہوتی ہیں۔ صاحب قبر سے دعا مانگنا اس کے واسطے سے دعا مانگنا یا قبر کے پاس بنیت تقرب الی اللہ کھڑے ہو کر اپنے لئے دعا مانگنا۔ ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں۔ اور موحدین انھیں چیزوں سے روکتے ہیں۔

”قبروں کے مسجد بنانے“ سے حدیثوں میں بار بار منع کیا گیا ہے، اس باب میں بے شمار صحیح مشہور حدیثیں ہیں، اور اسی بنا پر محمد بن عبدالوہاب کے ماننے والوں نے قبوں کے گرانے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا، ایک چیز ناروا ہے، فرمان شریعت کے خلاف قبروں کو اوشمان (بتوں) کی حیثیت دیدی گئی ہے۔

یہ ایک منکر ہے، اگر طاقت ہو تو اس منکر کے مٹانے میں دریغ نہیں ہونا چاہئے۔
 محمد بن عبد الوہاب کے جانشین پہلے فرماں روا انہیں، جنہوں نے قبوں کے
 انہدام پر توجہ کی ہو، بلکہ یہ امام شافعی ہی کے زمانہ (دوسری صدی ہجری کا
 آخر) سے چلا آتا ہے۔ ”امام شافعی نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے کہ حکام
 قبروں کو ہدم کرتے تھے، اور فقہاء ان پر اعتراض نہیں کرتے، نووی نے شرح
 مسلم میں بھی ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

[البدیۃ السنیۃ حاشیہ از علامہ سید رشید رضا: ص ۹۱]

اسی طرح ابن حجر عسقلانی کی الزواجر میں بھی منقول ہے، ابن حجر نے فقہاء کا قول
 بھی نقل کیا ہے:

وجب المبادرۃ لهدمها وهدم القباب

التي علی القبور اذ اھی اضر من مسجد الضر امر الخ

(ان قبروں کو اور ان قبوں کو جو قبروں پر (تعمیر کئے گئے) ہیں، فوراً
 پدم کر دینا چاہئے، اس لئے کہ یہ ”مسجد ضرر“ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں،

[الزواجر: ج ۱ ص ۱۶۳] مطبوعہ دہلی

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات آئینہ ہو گئی، کہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب
 کسی نئے دین کی دعوت نہیں دیتے، نہ انہوں نے کوئی نیا فقہی مذہب ہی ایجاد
 کیا ہے، وہ خود امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں، ان کی دعوت صرف کتاب
 وسنت کی دعوت ہے، وہ خفیوں سے صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ کچے خفی ہو جائیں
 یہی مطالبہ ان کا شافعیوں سے ہے، آج امام شافعی کی قبر پر مصر میں جو کچھ

کیا جاتا ہے، کیا اسے وہ کسی حالت میں روارکھ سکتے تھے؟ یہی حال دوسرے ائمہ کا ہے، ان میں سے کوئی بدعات کا روادار نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا، محمد بن عبدالوہاب کے پیرو مسلمانوں کو انھیں بدعتوں سے باز رہنے کی دعوت دیتے ہیں، اور جو بار بار فہائش کے بعد بھی نہیں مانتا، اس سے سختی کے ساتھ بھی پیش آتے ہیں۔ ان کے اسی ”شدت فی العمل“ کو نہ جانے کن کن ”فقہی کالیوں“ سے تعبیر کیا گیا ہے؟ اور اسی بنیاد پر محض قیاس آرائی سے کام لے کر بے بنیاد افترا پر دازیاں بھی کی گئی ہیں، اس مختصر سی کتاب میں سینکڑوں صفحات کی کالیوں اور بے شمار ”بہتانوں“ کی فہرست پیش کرنا بہت دشوار ہے پھر بھی آئندہ صفحات میں غلط بیانیوں کے کچھ نمونے دے جاتے ہیں۔

پانچواں باب

غلط بیانیوں اور افتراء پر ازیاں

وہابیت | سب سے بڑی غلط بیانی شیخ الاسلام کی دعوت کے متعلق یہ کہی گئی کہ اسے وہابیت کا نام دیا گیا، گویا یہ اسلام سے الگ کوئی دین ہے، انگریزوں، ترکوں اور مصریوں نے مل کر اسے ایسا ہوا بنایا کہ اسلامی دنیا میں پچھلی دو صدیوں میں جتنی تحریکیں پیدا ہوئیں اور یورپی طاقتوں نے ان سے کوئی خطرہ محسوس کیا، جھٹ اس کا ڈانٹا، اسجد کی وہابیت سے ملا دیا گیا، مغرب کی سنوسی تحریک، فقہ کی جزئیات میں نجدی دعوت سے بالکل الگ بلکہ متناقض ہے۔ تاہم اسے بھی شیخ الاسلام ہی کی دعوت کا شاخسانہ بتایا جاتا ہے۔ اور صرف اس لئے کہ سنوسی تحریک اپنی جہادی سرگرمیوں کے باعث اٹلی کے لئے ایک عرصہ تک خطرہ بنی رہی۔ ہندوستان کی تحریک ”تجدید و امامت“ تو نجد سے اس طرح وابستہ کی گئی ہے کہ غیر توغیر اپنے بھی دونوں کو ایک خیال کرنے لگے ہیں اصلی مآخذ (کتاب و سنت) کے ایک ہونے میں شبہ نہیں، لیکن طریق کار اور اصول دعوت میں نمایاں فرق ہے اور اصولی مماثلت کے باوجود اپنی جگہ پر یہ ایک ناقابل

تردید حقیقت ہے کہ حضرت سید احمد شہید (۱۲۴۶ھ) اور مولانا اسماعیل شہید (ش ۱۲۴۶ھ) کی تحریک تجدید و جہاد پر نجدی دعوت کا بالکل اثر نہیں پڑا۔

بہر حال جہاں تک ولایت کو ایک الگ مذہب اور گمراہ جماعت بتانے

کی کوشش کی گئی ہے، یہ نام حد درجہ قابل اعتراض ہے ورنہ اس عام غلط بیانی اور بہتان تراشی سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو اس نام میں کوئی مضائقہ

بھی نہیں معلوم ہوتا۔ تحریک اصلاح و تجدید کے داعی اور محمد بن عبد الوہاب کی

طرف اگر نسبت کی جاتی، تو ان کے پیروؤں کو 'محمدی' کہنا چاہئے تھا، اور ظاہر

ہے کہ مخالفین کی غرض محمدی کہنے سے نہیں پوری ہو سکتی تھی۔ اس لئے وہ

اس جماعت کی نسبت داعی تحریک کے والد ماجد شیخ عبد الوہاب کی طرف کرنے

لگے، اور اس طرح پر یہ نام (وہابی اور ولایت) مشہور ہوا۔ اور پھر یہ نسبت

ایسی چلی نکلی کہ کتنے یورپی مورخ اور تذکرہ نگاروں نے عبد الوہاب ہی کے

سر تجدید و اصلاح کا سہرا باندھ دیا۔ [ملاحظہ ہو: برائیس: ۱۳۴/۲]

۱۔ افسوس کہ یہاں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کا موقع نہیں۔ کتاب کی

دوسری جلد (تحریک تجدید و امامت کی تاریخ) میں اس پر سیر حاصل بحث ہو گئی

گی مختصر طور پر اتم نے اپنے مضمون [الحکمتہ الوہابیہ الفیاء

ولایت: ایک دینی و سیاسی تحریک: الہلال (پٹنہ) اپریل و

مئی ۱۹۳۷ء) میں اس کی مدلل تردید کر دی ہے۔ سیرت سید احمد شہید

دوسرا ایڈیشن: ۱۹۳۳ء) میں بھی فاضل مصنف نے اس بحث کا خلاصہ دے دیا ہے۔

تو اپنے زعمِ باطل میں یہاں تک

لکھ گئے کہ ”صاحب دعوت کے بیٹے محمد نابینا (حزیر) تھے“ (ص ۱۳۷) غلط و غلط

اسی کو کہتے ہیں حالانکہ شیخ الاسلام کے بڑے بیٹے حسین بن محمد بن عبد الوہاب

(م ۱۲۲۲ھ) ضریر تھے۔ ہندوستانی مجاہدین کے بڑے کرم فرما مٹر Hunter.

بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں، شیخ عید اللہ بن محمد بن عبد الوہاب کے ایک رسالے

کا ترجمہ کرتے ہوئے وہ مصنف کو بانی جماعت کا پوتا بتاتے ہیں (جسٹریل

ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، ۱۸۶۲ء، ص ۶۸)

بہر حال یہ دو مبصر اکیلے نہیں، ایک جماعت کی جماعت اسی غلط فہمی میں

بتلا ہے۔ بادیہ عرب میں گھومنے والے یورپنی سیاحوں کے پیش رو نی بُور

(۱۳۱-۱۳۲) نے بھی بانی جماعت کا نام عبد الوہاب ہی بتایا ہے اور کہتا ہے کہ

”آج کل اس کے لڑکے محمد ”جانشین“ ہیں“ (ص ۱۳۲، جلد دوم)؛ یہ واضح رہے کہ

نی بُور ۱۷۶۲ء میں (یعنی شیخ کی وفات سے ۲۸ برس پہلے) بلاد عرب میں موجود

تھا لیکن اس باب میں ’سب سے بچپ غلط فہمی عیسائی مبلغوں کے سرخیل

پادری زویر کو ہوئی ہے، عام شہرت کے مطابق وہ ولابی اور ولایت کو الگ

دین یا مذہب سمجھا، پھر اس نے امام ابن قیم (م ۷۵۰ھ) کے انکار و آرا بھی

ولابیوں سے ملتے جلتے دیکھے، جھٹ اس نے یہ اعتراض کر دیا کہ دیکھو ”یہ

لے برائیس کا ماخذ برک ہارٹ ہے اس نے بھی عبد الوہاب ہی کو جماعت کا بانی قرار دیا ہے

(ص ۶۹، ج ۲)؛ یہ تو یہاں تک بڑھ گیا کہ بنو تمیم کی ایک شاخ Wahabی جو اس نے وضع کرنی

دہائی ہیں، لیکن اپنے کو 'حنبلی' کہتے ہیں" (المقتطف: ۲۷: ۲۹۵؛ الزہراء: ۳: ۲)۔
اس غریب کو یہ خبر نہیں کہ وہابیت کی اصطلاح تو ابن قیم کے چار پانچ سو برس بعد
راج ہوئی۔

گو ہمارے پاس اس کا قطعی ثبوت نہیں کہ پہلے پہل یہ نام کس نے رکھا؛
لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام مخالفوں نے شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں
رکھ دیا تھا، مارگو لیو تھ کا بھی یہی خیال ہے (انس. اسلام)۔ گو وہ اس باب
میں سন্দ نہیں لیکن دوسرے قرینے بھی اس کی تائید میں ہیں: شیخ الاسلام کے
ایک معاصر (غالباً) ملا عمران بن رضوان (سہ ۹۰ھ) کے ایک قصیدے
(مجموعۃ الهدیۃ السنیۃ: ۱۱۱) میں یہ لفظ آیا ہے:

ان کان تابع احمد متوجہا فانما المقرب بانہی وہابی

ایک مصری معاصر کا بھی یہ خیال ہے کہ یہ نام مخالفوں نے ابتدائی لڑائیوں
کے زمانے ہی میں استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ (محمد حامد الفقی: ص ۶-۵)
شیخ الاسلام کے یورپی معاصر فی بوئر (Nibur) نے وہابیت کی

لے داؤد بغدادی (م ۱۲۹۹ھ) نے بھی صلح الانحوان میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

(بحوالہ Notes on Mohamadanism, ص ۲۱۹)

۲۔ افسوس کہ کوشش کے باوجود صحیح سنہ کا پتہ نہیں چل سکا، بعض قرینے
بتاتے ہیں کہ یہ شیخ کے معاصر نہیں تھے۔

۳۔ سب سے پہلا یورپی سیاح جو مالک عرب میں وارد ہوا (۱۶۹۲-۵۰ھ)؛ (ملاحظہ
ہو: سفرنامہ انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۹۲ھ؛ جو کار تھ: ص ۷۶-۷۷)

اصطلاح استعمال نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت (۱۷۶۲ء) تک ”وہابیت“ کی اصطلاح رائج نہیں ہو سکی تھی البتہ وہ شیخ کی دعوت کو کہتا ہے ”گو پھر آخر میں“ عبد الوہاب کے نئے New Religion

مذہب کو ”محمدیت کی اصلاح“ سے بھی تعبیر کرتا ہے (ص ۱۳۳ جلد دوم) شیخ الاسلام کے تھوڑے عرصہ بعد دوسرے دو سیاحوں (علی بیگ عباسی بادیا Badia، (۱۸۱۷ء) اور برک ہارٹ (۱۸۱۷ء) نے بھی نجدی تحریک

اور دعوت سے بحث کی ہے، ”بادیا مصریوں کے قبضہ سے پہلے حجاز آیا تھا افسوس کہ اس کا اصلی سفرنامہ دستیاب نہ ہو سکا“ جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا کہ اس نے ”وہابی“ کی اصطلاح استعمال کی ہے یا نہیں۔ ہو کار تھ (ص ۷۸-۷۹) نے جو اقتباسات دئے ہیں، ان سے صحیح اندازہ نہیں ہوتا، ”برک ہارٹ (۱۸۱۷ء) میں محمد علی مصری کے قبضے کے بعد حجاز آیا اور ۱۸۱۶ء میں اس نے ”وہابیوں“ سے متعلق یادداشت تیار کی (ج ۲ ص ۱۳۴) جو بعد کو دو جلدوں میں Notes on the Bedounins and the Wahabys, کے نام سے شائع ہوئی

(۱۸۳۱ء) اس نے وہابی کی اصطلاح بار بار استعمال کی ہے، کتاب مذکور کی دوسری جلد کے بہت کم صفحے اس لفظ (وہابی) سے خالی ہوں گے۔ اسی کے لگ بھگ عبدالرحمن جبرتی (د ۱۲۳۸ھ) نے اپنی تاریخ مرتب کی، ان کے ہاں بھی وہابی کی اصطلاح بہ کثرت استعمال ہوئی ہے، ۱۲۱۸ھ کے حوادث میں

لکھتے ہیں :-

”وَحَضْرَةُ الْحَاجِّ كَثِيرٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَرَوِ بَابِ الْوَحَابِيِّ

وَلَفْظُ النَّاسِ فِي خَبَرِ الْوَحَابِيِّ وَاخْتَلَفُوا فِيهِ ”عَجَبُ الْأَثَرِ ج ۳ ص ۲۵۵

اس سے پتہ ملتا ہے کہ مصریوں کے حلقہ حجاز کے وقت یہ اصطلاح

عام ہو چکی تھی۔ بعد کے لکھنے والوں نے اس جماعت کو ہمیشہ وہابی ہی کے نام

سے یاد کیا، ہم نے ابھی کہا ہے کہ صرف نام میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن یہ

نام (وہابی) اس طرح پر مشہور کیا گیا کہ یہ گویا اسلام سے الگ کوئی مذہب ہے

اور یہی وجہ شکایت ہے اور اسی لئے غلط بیانیوں کی فہرست میں ہم نے

اس نام کو سب سے اونچی جگہ دی ہے۔

سب سے پہلا مفتری | سب سے پہلے سلیمان بن محمد بن سحیم (م ۱۱۸۱ھ) نے

شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں غلط باتیں منسوب

کرنا شروع کر دی تھیں [روضۃ الافکار ج ۳] اس نے دنیائے اسلام

کے نام اپنی گشتی چٹھی میں حسب ذیل الزام لگائے ہیں :-

جبلہ میں زید بن خطاب کی قبر کا انہدام، قبر کے پاس ایک مسجد کا انہدام

دلائل الخیرات اور روض الریاحین کو نذر آتش کرنا: ابن فارض اور ابن عربی

۱۔ پورا نام سلیمان بن محمد بن احمد بن علی بن سحیم ہے، اس کا باپ محمد بن احمد بھی

دعوت کے مخالفوں میں تھا۔ (روضۃ : ۳۸۱، السحب : ص ۳۱۲)

۲۔ یہ چٹھی روضۃ الافکار (ج ۱ ص ۲۲-۲۳) میں پوری نقل کی گئی ہے۔

کی تکفیر۔

سوزیدہ اور ان کے ساتھیوں کی قبروں کا پتہ ہی نہیں (۱۵۸ھ) الاکثر
اور روضہ الریاضین کے جلانے کی خبر بہتان ہے (ص ۱۶) البتہ ان کتابوں کے
بڑھنے سے شیخ نے ضرور منع کیا تھا۔ ابن عربی، ابن فارض اور ان جیسے متصوفین
کی تکفیر شیخ سے منقول ہے۔۔۔

وقد كفر الشيخ ابن العربي وابن الفارض وأمثالهما
روضہ ۱۹۵

دوسرے معاصر اور ان کی گالیاں | شیخ الاسلام کے بعض دوسرے معاصر
نے بھی ابن حجر کا ہاتھ بٹایا، لیکن ان کی

کتابوں میں نکالیوں اور افتراء وازیوں کے سوا کچھ نہیں۔ ان مخالفوں میں
احمد بن علی بصری تبارانی (م ۱۱۵ھ) محمد بن عبد الرحمن بن عقیق احسانی حنبلی
(م ۱۴۵ھ) عبد اللہ بن عیسیٰ مؤیس (م ۱۱۵ھ) اور ابن فیروز (م ۱۲۱۶ھ)
(۱۴۵۶ھ)

۱۵۸ھ ان صاحبوں کے صحیح سال وفات نہ معلوم ہو سکے، یہ نہیں کتاب کی تالیف کے ہیں۔
یا یہ کہ ان میں سے کون کا موجود ہونا ثابت ہے۔

۱۵۸ھ السحب الوابلہ (ص ۲۶) میں ایک محمد بن عبد الرحمن بن حسین بن محمد بن عقیق
الاحاکانی (م ۱۱۶ھ) کا ذکر آتا ہے، پتہ نہیں، یہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں،
یا دونوں ایک ہی ہیں، بروگن (ذیل: ۲، ۵۰۷) نے ۱۱۶ھ کے ٹک بھگ ان کا
موجود ہونا بتایا ہے۔

۱۵۸ھ السحب الوابلہ: ص ۱۶۱۔

زیادہ نام آور ہیں۔ ان صاحبوں کے بعد دوسری صف میں عقیقت الدین
عبداللہ بن داؤد زبیری جنبلی (م ۲۲۵ھ) احمد عبداللہ الحداد باعلوی ترمذی
شافعی (تیرھویں صدی ہجری) صحیح سند نہیں معلوم) کے نام آتے ہیں،
ماخذ اور لٹریچر کے ضمن میں ان کتابوں کا ذکر کیا جائے گا، ابن عثمان نے بھی
ان میں سے اکثر کا ذکر کیا ہے (ج ۱ ص ۲۰۱) اور ابن فیروز کی ایک نظم کا
جواب بھی دیا ہے (ج ۲ ص ۲۱۲) اب رہی ان صاحبوں کی کتابیاں، سوان کے
نقل کی ہمت نہیں، پھر بھی ان کی غیرت اور متانت اخلاق کے اظہار کے لئے
ایک اقتباس کی اجازت چاہتا ہوں، امید کہ اہل علم معاف رکھیں گے۔

عبداللہ بن داؤد زبیری (م ۲۲۵ھ) کی کتاب البصاۃ والرعود
(مخطوطہ مشرقی کتاب خانہ پٹنہ ۱۲۳۸ھ) کے آغاز میں دو تقریظیں ہیں۔ پہلی
تقریظ محمد بن فیروز جنبلی (م ۲۱۶ھ) کی لکھی ہوئی ہے (مورخہ ۸ ص ۱۱۱)
اس تقریظ کے آغاز ہی میں حسب ذیل عبارت پر نظر پڑتی ہے جسے
دیکھ کر شاید شرم و حیا بھی پانی پانی ہو جائے، نقل کفر کفر نہ باشد ملاحظہ
ہو (ورق اب) :-

”بل لعل الشیخ [یعنی عبد الوہاب] عفل من مواقعة
امہ [یعنی محمد بن عبد الوہاب] فبقه الشیطان الیہا فکان اباهذا لما شرع
کیا لکھنؤ کی جھیا زین اس سے زیادہ بھٹی کر سکتی ہیں؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ تحریر ۱۲۱ھ کی ہے، ابن غنم (ج ۲ ص ۱۲۱) ۱۲۱ھ کے موادیث میں انھیں ابن فیروز کی ایک نظم کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

”وقد وصل النیامن ہاتیک الدیاء غطومتہ لابن فیروز“

..... متضمنہ لاجمع العار الخ“

جس سے پتہ چلتا ہے کہ فحش گوئی ان صاحب کی سرشت میں داخل تھی۔

(الف) ادعاء نبوت: شیخ کی دعوت کے غلط بیانیوں کے نمونے

مخالفوں کو جب حرف رکھنے کا موقع نہیں ملتا تو وہ کہتے۔

”کہ اصل میں یہ نبوت کا دعویٰ کرنا چاہتے تھے، لیکن انھارے کام لیا۔“

(مصابح الانام: ورق ۵/۶)

اسی الزام کو احمد زینی و حلان (۱۲۳۲ھ - ۱۳۰۴ھ) ان لفظوں میں دھرتے ہیں:-

والظاہر من حال محمد بن عبد الوہاب کے حالات سے

عبد الوہاب انہی دعویٰ یہ پتہ لگتا تھا کہ وہ نبوت کا دعویٰ

النبوة الا انہ ما قدر رکھتے ہیں، لیکن اس کے صاف

علی اظہار التصحیح بذلك صاف اعلان کی جرات نہ ہوئی۔

حیرت ہے کہ فی جوئے بھی سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر کے لکھ دیا کہ

عبد الوہاب (۹) رسولوں کو بڑا آدمی سمجھتا تھا لیکن وہ الہام یا فرشتوں کے

ذریعہ وحی کا قائل نہیں تھا“ (سفرنامہ: جلد ۲: ص ۱۳۱)

اس سلسلہ کا ایک اور شرمناک نمونہ ہمیں T. E. Ravenshaw کی

اس یادداشت میں ملتا ہے جو اس نے پٹنہ کے کلکٹر کی حیثیت سے مولانا احمد اللہ صادق پوری کے مقدمے میں لکھ کر دی تھی

”اس مصلح کا خیال تھا کہ کبھی کسی انسان کو براہ راست اللہ کی

طرف سے اہام نہیں ہوا اور کوئی مقدس کتاب ایسی وجود میں نہیں

آئی جسے الہامی Divine کہ سکیں۔ اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ عبد الوہاب (۷) کے خیال کے مطابق کوئی مذہب الہامی

ہو ہی نہیں اور اگر وہ ’محمدی‘ مذہب کو Divine

کہتا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے براہ راست

آیا تھا بلکہ صرف اس کی کاملیت کی وجہ سے۔“

پھر مزید ارشاد ہوتا ہے:-

”اصلاح یافتہ مسلمان (محدث) کی ان بدووں میں خوب پذیرائی

ہوئی جنہوں نے محمد (ص) کو کبھی ایک Divine

آدمی نہیں تسلیم کیا اور نہ وہ قرآن کو الہامی کتاب مانتے تھے۔“

لہ کلکتہ گزٹ: ۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء ضمیمہ (۴۷-۴۸)

مولانا احمد اللہ صادق پوری خاندان صادق پور پٹنہ کے ممتاز فرد اور حضرت سید احمد رضا

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں خلک تھے آپ پر ۱۸۶۵ء میں سازش کا مقدمہ چلائی گئی اور

سے جس دوام عبور دریا کے شور کی سزا ہوئی تقریباً سو برس انڈمان میں رہ کر وہیں وفات

پائی (ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ / نومبر ۱۸۸۱ء) تذکرہ صادقہ ص ۵۱-۴۲

۱۸۶۵ء میں ہمارے ضلع کے اس کلکٹر کی یہ یادداشت اسی قسم کی جہات کے نمونوں سے بھری پڑی ہے، مجاہدین ہند کے مشہور کرم فرما سر ولیم ولس ہنٹر W. W. Hunter، بھی اپنی کتاب (مسلمانان ہند: ملت ۵۵) میں ایک جگہ فرماتے ہیں:-

”بدوولی نے محمد (س) کو کبھی Divine نہیں تسلیم کیا تھا اور نہ قرآن کو الہامی کتاب“ الخ۔

غالباً ان کا ماخذ مسٹر راؤ نٹا کی یہی یادداشت ہے، اور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کا ماخذ فی بور کا سفر نامہ ہو، کہ یورپ کو اس جماعت کے متعلق پہلی اطلاع اسی کے ذریعہ ملی۔

(ب) انکارِ حدیث:- زمانہ کی بوالعجبی بھی دیدنی ہے، وہ شخص جس کا اوڑھنا بچھونا سنت رسول ہو، اس پر انکارِ حدیث

کا الزام رکھا جاتا ہے۔ اس بہتان تراشی کا سہرا بھی مصباح الانام کے مصنف احمد عبداللہ اسحاق بالعلوی کے سر ہے (ملاحظہ ہو کتاب مذکور؛ ورق ۶۵) اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ اس بے سرو پا بہتان کو ہمارے ملک کے ایک مشہور اہل قلم (عبداللہ یوسف علی) نے اس بیسویں صدی میں پھر دہرایا ہے:-

لے یہ کچھ ان صاحب ہی پر متوقف نہیں، ہمارے ملک کے عالم و تعلیم یافتہ سب ایسی ہی بے سرو پا باتیں اس جماعت کے متعلق لکھتے رہے ہیں، ان سب کے پیش رو ایک بزرگ مولوی فضل رسول بدایونی دم ۱۲۶۸ھ) نے ایک کتاب ’تصحیح المسائل در ترویذ فرقہ نجدیہ ارازل‘۔

۱۶۴
 اور (کرامت علی) احادیث پر یقین رکھتے ہیں، جنہیں
 وہابیوں نے مسترد کر دیا تھا۔“

”وہ قدیم اور صوفی عقائد کے حامی ہیں“ (انگریزی عہد میں
 ہندوستان کے تمدن کی تاریخ: ص ۱۹۲)

یہ ہے ہمارے مترجم قرآن کی واقفیت ایک اسلامی جماعت کے متعلق
 اب آئے ہم آپ کو عبرت اور تقابل کے لئے ایک منقصب پادری کا
 بیان سنائیں Thomas Petriok Hughes وہابی اور پروٹسٹنٹ
 جماعتوں کا باہمی مقابلہ کرتے ہوئے رقم طراز ہے:-

”وہابیت کو بس اوقات اسلام کا پروتست فرقہ بتایا جاتا ہے ...
 اگرچہ بڑا فرقہ یہ ہے کہ عیسائی پروتستانت مقدس الہامی
 کتابوں کی اعلیٰ حیثیت تسلیم کرتے ہوئے روایتی تعلیمات کو مسترد کرنا بھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:-

لکھی ہے جو خرافات کا مجموعہ ہے۔ ابھی ایک معاصر نے اپنی کتاب (انار جمال الدین)
 میں بھی اس جماعت کے متعلق بے سروپا باتیں لکھ دی ہیں (صفحہ ۳۳۱) یہ دو
 صفحوں کا پورا بیان غلطیوں اور غلط فہمیوں کا افسوس ناک مجموعہ ہے۔
 یہ ہے کہ ان کے ہاں ”سنوسیوں اور نجدی وہابیوں کے عقائد کچھ
 زیادہ مختلف نہیں ہیں (صفحہ ۳۳۹)

غلطیہائے مضامین مت پوچھ

ضروری خیال کرتی ہے، اس کے برعکس دہائیت قرآن کے
ساتھ ساتھ حدیثوں پر بھی زور دیتی ہے۔۔۔۔۔

(ڈکٹری آف اسلام، ص ۶۶، ملخص)

اج تکفیر و قتال مسلمین: شیخ الاسلام اور ان کے ملنے والوں پر ایک
الزام یہ بھی ہے کہ وہ تمام اہل قبلہ کی تکفیر
کرتے ہیں اور مسلمانوں سے قتال جائز سمجھتے ہیں، یہ الزام مختلف قوتوں
میں بار بار دہرایا گیا ہے، خود شیخ کی زندگی میں بھی یہ الزام کھایا تھا، اور انہوں
نے خود بھی اس کی صاف صاف تردید کی تھی، ملاحظہ ہو:

وَاذْكُنْ لَا تَكْفُرْ مِنْ عَبْدِ الصَّمِّ اور جب ہم ان لوگوں کی تکفیر نہیں کرتے، جو حالت
الذی علی قبة عبد القادر اور عدم تنبیہ کے سبب ان بتوں کی پرستش کرتے
والصنم الذی علی قبر احمد البدوی ہیں، جو (شیخ) عبد القادر اور (شیخ) احمد بدوی
وامثالہما لاجل حلمهم وغنم اور ان جیسے بزرگوں کی قبروں پر بنے ہوئے ہیں
من ینبہہم فیکف نکفور من تو پھر ہم ان لوگوں کی تکفیر کس طرح کر سکتے ہیں
لم یشرک بالله اولم جنھوں نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا یا ہجرت کر کے
یہاں آئے اور کسی کفر کے مرتکب نہیں ہوئے
..... سبحانک هذا سبحانک هذا

بُھتان عظیمہ [تذریۃ الشیخین الامامین ص ۱۲]

لیکن ان تردیدوں کے باوجود یہ الزام مختلف رنگ آمیزیوں کے ساتھ
بار بار دہرایا گیا ہے، دو تین مثالیں پیش ہیں:

ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۸ھ یا ۱۸۴۲ء) اپنے مشہور حاشیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں۔
 "كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب (۱) الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكافوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا ذل قتل اهل السنة وقتل علماءهم الخ

جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب (۱) کے پیروں کے ساتھ پیش آیا یہ نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے، ظاہر طور پر یہ ہے کہ جنہوں نے کہتے تھے، لیکن ان کا اعتقاد تھا کہ صرف یہی مسلمان ہیں اور ان کے اعتقاد کے مخالف سب مشرک ہیں اور اسی بنیاد پر انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل روا رکھا۔

(ج ۳، باب البغاة: ص ۳۰۹)

احمد زینی وعلان (م ۱۳۸۶ھ یا ۱۹۶۶ء) کو تو اس جماعت سے اللہ واسطے کا بیر ہے اس نے بار بار اس الزام کو دہرایا ہے۔ (الدر السنية ص ۶۰۵؛ خلاصہ الکلام ص ۲۳۹-۲۴۰)

ہمارے ملک کے نامور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خاں صاحب (م ۱۳۹۰ھ یا ۱۹۷۰ء) بھی اس جماعت کے بارے میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے تھے، ان کی مختلف کتابوں (ترجمان و ہادیہ ہدایتہ السائل مؤانہ العوائد النجاشی الکمل وغیرہ) میں اس جماعت کے متعلق کچھ ہوئے بیانات ہیں، البتہ اتحاد النبلاء میں ان کا بیان ایک حد تک اچھا اور حقیقت سے قریب ہے، پھر بھی غیر مشروطاً کفر کا الزام اس

۱ (۱۲۵۸ھ یا ۱۸۴۲ء) بروکمن ذیل: ۲: ۷۷۳ (۷۷۳)

۲ نیز ملاحظہ ہو: رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۶ ص ۷۷: ص ۲۶۱

۱۷۲ موجود ہے مسلک اور تو اور محمد بن علی شہوکانی (م ۱۲۵ھ) کو بھی اس باب میں اہل نجد کے مسلک کی صحیح صحیح اطلاع نہیں مل سکی تھی جس کے وہ خود بھی شاکی ہیں :-

ولکنہم یرون انہن لم یکن
واخلا تحت دولة صاحبہ
وعمتلا ادارہ خارج الاسلام
وتبلغ عنہم اشیاء
اللہ اعلم بصحتها

لیکن ان کا خیال ہے کہ جو اہل نجد کے
دارہ اطاعت سے باہر ہے وہ اسلام
خارج ہے۔

ان کے بارے میں اور بھی طرح طرح کی باتیں
معلوم ہوئی ہیں اللہ جانے کہاں تک صحیح ہیں؟

(البدرا الطالع ج ۲ ص ۵)

پھر آگے چل کر ”مازاج جماعت ترک کرنے والوں سے قتال“ کی مخالفت کرتے
ہیں لیکن تارک الصلوٰۃ کی تکفیر جائز رکھتے ہیں (البدرا الطالع ج ۲ ص ۵)
اہل نجد پر تکفیر اہل قبلہ کا الزام اگر مخالفوں نے رکھا تو اس کی ایک طرح
پر صلیت بھی ہے اور اس میں تمہولی لکھے پڑھے لوگوں کے لئے التباس کی گئی رہی ہے۔
ہم یہاں پر اہل نجد کی زبان میں ان کا مسلک بیان کر دیتے ہیں جو کوئی
نیا مسلک نہیں بلکہ حنا بلہ اور ظواہر کا مشہور مسلک ہے۔

شیخ الاسلام کے شاگرد احمد بن ناصر بن عثمان معمری نجدی از م ۱۲۲۵ھ
نے ۱۲۱۵ھ میں علمائے حرم شریف کے سامنے جو تین مسئلے پیش کئے تھے
ان میں سے دوسرے کا خلاصہ ان کی زبان میں یہ ہے :-

اما من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جولا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے بھی

۱۷۳
 وهو مقیم علی شرک یدعو المونی
 ویسألهم قضا الحاجات و
 تقریم الکربات فہذا کافر
 مشرک حلال الدم والمال
 وان قال لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ وصل وصام
 وصرع انما مسلم
 شرک پر قائم ہے مردوں سے دعائیں مانگتا
 ان کمزوروں کے پورا کرنے اور مصیبتوں کے
 دور کر مکی درخواست کرتا ہے تو وہ کافر
 اور مشرک ہے اس کا خون اور مال حلال ہے
 وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے نماز
 پڑھتا اور روزے رکھتا ہے اور اپنے کو مسلماً
 بھی سمجھتا ہے (المہدیتہ السنۃ ص ۱۷۱)

اسی رسالے میں ابن معمر بخدی نے سمنی سے نماز ترک کرنے والوں سے
 بھی قتال کو جائز رکھا ہے اور زہری اور امام ابو حنیفہ کے علاوہ تمام ائمہ کا اجماع
 نقل کیا ہے (الاجماع علی تادیب الصلوۃ کسلاً بخلاف ابی حنیفۃ الزہری ص ۱۷۱)
 تفصیل میں پڑنے کی گنجائش نہیں، حالانکہ یہ مشہور مسلک ہے اور اسی پر اہل نجد
 عامل ہیں تارک الصلوۃ کا کفر، ان کے نزدیک متحقق ہے:

ومن لا یصل فهو لا شک کافر
 اور جو نماز نہیں پڑھتا وہ بیشک کافر ہے
 کما قالہ المصوم اکمل سید
 جیسا کہ ہر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کا اثر ہے

[سلمان بن سحان: المہدیتہ السنۃ ص ۱۷۱]

تارک الصلوۃ کے بعد قبر پر ستون (عجا و قبور) کا مسئلہ آتا ہے شیخ
 کے پیش رو اور ہم مشرب معاصر محمد بن اسماعیل الامیر بخدی (رحمہ اللہ) بت پرستوں

(عباد اصنام) اور قبر پرستوں کے درمیان بالکل فرق نہیں کرتے (تعلیم الاہل
 ص ۱۸) شوکانی نے ان کا ”رجوع“ نقل کیا ہے اور عباد و قبر پر اس تشدد کی
 سخت مخالفت کی ہے (الانصیف ص ۲۵) سلیمان بن سحمان نے اس
 ”رجوع“ کی پر زور تردید کی ہے (تبرئۃ الشیخ الامامین ص ۸۲-۸۳) اور یہی
 قرن قیاس ہے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب بھی محمد بن اسماعیل الامیر
 کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں البتہ اتنا فرق ہے کہ شیخ الاسلام اتمام حجت
 شرط قرار دیتے ہیں اور اسی لئے تمام مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے۔

ومن جملۃ ہذہ الاکاذیب ما ذکرہ انہیں افتراء و دازیوں میں ایک یہ بھی ہے
 ان شیعۃ الاسلام محمد کہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب خون
 بن عبد الوہاب رحمہ اللہ بیسفا بہاتے ہیں اور مال لوٹتے ہیں اور لوگوں
 الدماء و نہیہا لہوال و تجارتی کے قتل کی جسارت کرتے ہیں اور تمام دنیا
 علی قیل النفس و کثیر الا متہ کے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ سبب
 المحمدینہ فی جمیع الاقطار و ہذا کاذب سراسر جھوٹ ہے (تبرئۃ الشیخ ص ۸۵)
 اس عمومی تکفیر کی ال بخبر زور تردید کرتے ہیں لیکن اتمام حجت اور
 تبلیغ کے بعد تکفیر اور قتال کے قابل نظر آتے ہیں:

فلم یکفر رحمہ اللہ الا عباد الا تو شیخ رحمۃ اللہ نے عرفان منہم پرستوں
 و ثنان من دعاة اولیاء کی تکفیر کی جو اولیاء اور نیکو کار بندوں سے
 والصالحین و غیرہم ممن اشرك مراد میں ملکتے ہیں جنہوں نے حجت کے
 باللہ و حصل لہا انداد بعد قیام اور طریق حجت کی وضاحت کے بعد بھی

اقامة الحجّة ووضوح المحجة شرک کا ارتکاب اور اللہ کا شرک ٹھہرایا
 وبعد ان بدء وجاه بالقتال پھر انہوں نے قتال میں بھی پیش قدمی
 فخذ عند قاتلہم وسفك دماءہم کئی تب شیخ نے ان سے قتال کیا اور
 وذهب اموالہم ومعدن الکتاب ان کا خون بہایا اور ان کا مال لوٹا
 والسنة واجماع سلف الامة اور کتاب اور سلف کا اجماع سب ان
 (تبرئۃ الشیخ: ص ۷۷) کی تائید میں ہیں:-

یہاں اتمام حجت کے علاوہ ایک دوسرا عذر بھی ہے اور وہ یہ کہ مخالفوں
 نے قتال کی ابتدا کی۔ ایک دوسری جگہ شیخ کا یہ قول منقول ہے:
 فجنس هؤلاء المشركين تو یہ اور ان جیسے مشرک جو ولیوں اور نیکو کا
 واقف الہم من بعد الاولیاء بندوں کی پرستش کرتے ہیں ان کے بارے
 والصالحين تحکم بانہم مشرکوں میں ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ تبلیغی حجت قائم
 وسری کفرہم اذا قامت علیہم ہو جانے کے بعد ہم ان پر شرک کا حکم لگا
 الحجۃ السالیۃ (الہدیینہ ص ۷۲) ہیں اور ان کو کافر سمجھتے ہیں۔

ان اقتباسات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیخ اور ان کے پیرو
 'نکفر' اور قتال کے لئے تبلیغ اور اقامت حجت شرط قرار دیتے ہیں اسی لئے
 عمومی تکفیر کے الزام کی یہ پرزور تردید کرتے ہیں البتہ قریبی اور غامبی
 مشرکانہ اعمال کو یہ صرف 'کفر علمی' نہیں سمجھتے جیسا کہ عام طور پر علمائے اسلام
 'کفر عمل' اور کفر اعتقاد کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

لہ رسالۃ شاعت السنۃ (جلد ۶، ۱۳۳۵ھ) نے ہندستان کے اہل حدیث حضرات کا

یہ توحید ربوبیت کو کافی نہیں سمجھتے، بلکہ توحید الوہیت کو بھی اسلام کے لئے ضروری اور بنیادی شرط قرار دیتے ہیں اللہ کو صرف 'خالق' اور مدبر کائنات سمجھنے سے نجات نہیں ہو سکتی۔ توحید ربوبیت کے تو اہل جاہلیت بھی قائل تھے البتہ وہ الوہیت میں شریک کرتے تھے اور اسی لئے وہ ہر شجر حجر کو جس کی وہ پرستش کرتے، الہ ہی کے نام سے موسوم کرتے۔ اس زمانے کے جاہلوں اور مشرکوں نے غیر اللہ کو الہ کہنے سے تو پرہیز کیا، لیکن الوہیت کے تمام لوازم (نذر دعا، طواف، قربانی وغیرہ) غیر اللہ کے لئے بھی عام کر دیے۔ اور اس کا نام توسل یا استشفاع رکھ دیا تو نام رکھنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :-

اختلاف اس مسلک سے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے :-

”اہل حدیث ہند و ہابہ نجد سے کفر و قتل اہل مخالفین میں مخالف ہیں“ ۲۱۷
 نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھی ہوائیہ العوائد میں اس پر بہت زور دیا، لیکن ان کا طرز بیان الجھا ہوا ہے اور کرکل قبذیک امریکی کی کتا بالمرأة الوصیۃ فی الکرة الارضیۃ پر اعتماد کے باعث بہت سی غلط باتیں بھی لکھ گئے ہیں جن سے اہل نجد کا دامن پاک رہا ہے، رسالہ اشاعت السنۃ بھی اس باب میں نفاہ صاحب کا شکی ہے، (ص ۱۶۷، جلد ۶ ص ۷)

۱۷۶ ”تبریتہ الشیخین الامامین“ کے حاشیہ میں ایک جگہ پر (ص ۱۲۴) علامہ رشید رضا مرحوم نے ایک دلچسپ بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں اہل جاہلیت صحیح

یہ ہے خلاصہ شیخ کے مسلک کا۔ جماعت کی کتابوں میں اس مسئلے کی پوری پوری وضاحت کی گئی ہے۔ سلیمان بن سحمان کی تفسیر الشیخین الامین (۸۲-۲۱۵) تو اسی کے لئے وقف ہے۔ 'ماخذ' کے ضمن میں دوسری کتابوں کا ذکر آتا ہے، تفصیل کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا مناسب ہو گا۔ یہاں پر صرف ایک بات ذہن نشین کر لینا چاہئے، اگر اہل نجد، مسلمانانِ عالم کی عمومی تکفیر نہیں کرتے، بلکہ صرف ان لوگوں کی جو مشرکانہ اعمال میں گرفتار ہیں۔ اور تبلیغ و دعوت کے بعد بھی اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے اور ایسے لوگوں سے قتال بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

شیخ نے اپنی مختلف کتابوں میں اس حقیقت کو بار بار دہرایا ہے [ملاحظہ ہو اربع قواعد (باب تصنیفات) اور حضرت ابو بکرؓ کے قتالِ مالِ عین بن کواۃ سے بار بار استدلال کیا ہے (روضۃ الافکار ج ۱: ۱۳۷، ۱۸۵، ۲۱۱: ۳۶]

مندرجہ بالا اقوال و اقتباسات میں جہاں تردید ہے وہ اسی عمومی تکفیر کی تردید ہے۔ اور جہاں اس کا اعتراف ہے وہاں اتمامِ حجت اور تبلیغ کے بعد بھی مشرکانہ اعمال پر اصرار کرنے والوں سے متعلق ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸) لغت کی واقعیت کی بناء پر اپنی موجود (شجرہ یوحنا) کو اللہ ہی کہتے تھے، اس لئے کہ لفظ کے صحیح معنی یہی ہیں، اس کے برعکس ہمارے زمانے کے مشرک لغت اور زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھے کہ سلام غیر اللہ کو اللہ کہنے سے روکتا ہے، ورنہ عبادت کی تمام باتیں (دعا، موتی، کنز، قربانی، طواف، بقیہ الامام) ان کے نزدیک توحید کے منافی نہیں۔ تو اس طرح پر مشرکین جاہلیت نے صرف دین پر

اگر الزام عائد کیا جائے اور اس کا منشا بھی بتا دیا جائے تو انسان غور کر سکتا ہے اور ممکن ہو تو غلط فہمی کے ازالہ کی بھی کوشش کی جاسکتی ہے لیکن خواہ مخواہ کی بدگمانی اور بے بنیاد غلط بیانی پر قیصرانہ اظہارِ فسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ یہیں یہ دیکھ کر انتہائی دکھ ہوا کہ اس دور میں بھی ہمارے ملک کے بعض مشہور علماء شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق عجیب و غریب خیال رکھتے تھے، مولانا سید انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء) جیسے عالم کا شیخ کے متعلق یہ لکھا:۔

أما محمد بن عبد الوہاب النجدی اور محمد بن عبدالوہاب نجدی تو
فانہ کان رجلاً بليدا قليل ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا
العلم فكان يتسارع الى الحكم اور اسی لئے کفر کا حکم لگانے میں
بالکفر۔ (غیر البادوی علی صحیح البخاری اُسے کوئی باک نہیں تھا۔

تو حد درجہ افسوس ناک اور تکلیف دہ ہے حیرت ہے کہ کتاب التوحید کے مصنف کو مولوی سید انور شاہ صاحب نے "بليد" اور "قليل العلم" کہنے کی جرات کیسے کی؟

(۵) عام غلط بیانی | شیخ اور ان کے ماننے والوں کے متعلق طرح طرح کی بے بنیادی باتیں شروع ہی سے کہی جانے لگی تھیں، شیخ الاسلام کے مہاجر اور شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے اس رسلے میں بھی جو انھوں نے

(تقریباً) ظلم کیا اور اس زمانے کے مسلمان مشرکوں نے دین اور زبان دونوں پر ظلم کیا۔
(وَلِذَاكَ قُلْتُ إِنَّ مِنْكُمْ مَنِ الْمُشْرِكِينَ قَدْ جَنُوا عَلَى الدِّينِ وَاللُّغَةِ الْاَعْرَابِيَّةِ وَ
مِنْكُمْ الْجَاهِلِيَّةُ حَافِظُوا عَلَى اخْتِلَافِهِمْ فَهُمْ مَوْحِلٌ شَيْ بِاسْمِهِ)

۱۷۹
۱۲۱۸ھ میں اہل مکہ کے لئے لکھا تھا اس قسم کی غلط بیانیوں کی ترویج کی گئی ہے

واما ما یکذب علینا
سنتہ الحق.... بانا نفسہ
القرآن براینا وناخذ
من الحدیث ما وافق
فہمنا.... وانا نضع من
رتبۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
بقولنا: النیرۃ فی قبرہ
وعصا احدا انفع منہ
ولیس لہ شفاعۃ وان
زیارۃ غیر مندوبۃ
.... وانا محسمۃ وانا
نکفر الناس علی الاطلاق
.... فجميع هذه الخرافات
واشباہا... کان
جوابنا فی کل مسالۃ من
ذالک بسحانک هذا

اور یہ جو حق پوشی کی راہ سے
ہمارے مغلق جھوٹ جھوٹ کہا جاتا
ہے کہ ہم قرآن مجید کی تفسیر اپنی
رائے سے کرتے ہیں اور حدیث
نبوی سے اسی قدر لیتے ہیں جو ہمارے
فہم (اور ذوق) کے مناسب ہو
اور یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان گھٹانے کے لئے اپنی
سرمۃ فی قبرہ (نبی کریم قبر میں ایک
بوسیدہ ہڈی سے زیادہ نہیں) اور
عصا احدا انفع منہ (ہم میں سے
کسی ایک کی چیرٹی ان سے زیادہ
نفع بخش ہے) جیسے (گستاخانہ)
فقرے کہا کرتے ہیں، اور یہ کہ
رسول کریم (ص) کو شفاعت کا
حق نہیں ہوگا، اور یہ کہ قبر اظہر کی زیار

لے آؤسی نے تاجِ بخیر میں (۵-۴) اور نواب صدیق حسن خاں صاحب نے
اتحاد النبلا (ط ۱۲۱) میں رسالے کا یہ حصہ پورا پورا نقل کیا ہے۔

بھتان عظیمہ ۵
(الہدیۃ السینہ ص ۷۷)

نستحب نہیں ہے؛ اور
یہ کہ ہم تجسیم کے قائل ہیں؛ اور یہ کہ
ہم تمام لوگوں کی علی الاطلاق تکفیر
کرتے ہیں؛ تو ان سب اور ان جیسی
دوسری بے سرو پا باتوں میں سے
ہر ایک کے متعلق ہمارا جواب سُبْحَانک
اِذَا بَهْتَانَ عَظِیْمَ کے سوا کچھ نہیں ہے۔“

(۵) اہندام قبۃ نبوی | مخالفوں نے ایک بے بنیاد الزام یہ بھی تراشا کہ سعود بن

عبد العزیز بن محمد بن سعود (۱۲۱۸ھ - ۱۲۲۹ھ) نے قبۃ نبوی کو بھی ہندم کرا دیا تھا،
یہ عجیب بات ہے کہ یورپی مورخوں نے خواہ مخواہ اس بے سرو پا افسانے کو

مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ سٹارڈ (حاضر: ۱، ۲۶۴)، Hughes

(ڈکشنری آف اسلام: ص ۶۶)، زویمر (ص ۱۹۵)، بلنٹ (فیوجیر آف اسلام،

ص ۴۵)، مارگولیوٹھ (انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ تھکس: ۱۲، ۶۶۱)

اور ان کے علاوہ ایک جماعت ہے؛ جس نے اس بے بنیاد الزام کو موقع بے
موقع دہرانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد اور سرتاپا افتراء ہے اس کی تعمیل

Encyclopedie of Religion

Wahhabis and Ethics: Vol. XII

۵۲ اس قبۃ کی تعمیر ملک منصور قلاوون صاحبی کے اہتمام سے ۱۶۶۸ھ میں ہوئی۔

(تطہیر الاعتقاد، ص ۱۶۰ بحوالہ تحقیق النصرة تلخیص معالم دار الهجرة)

کے متعلق ان کا جو کچھ بھی خیال ہو لیکن قبۃ الرسولؐ کی طرف بری نگاہ سے دیکھنے کی بھی انھوں نے کبھی جرأت نہ کی عام قیوں کے اہدام اور زرو جوابہ کی تقسیم کا وہ خود خوشی خوشی ذکر کرتے ہیں (ملاحظہ ہو دو سر باب) یہاں ان کے متعلق ازراہ الزام جو کچھ کہا جاتا ہے، وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن یہ الزام واقعی بہتان ہے اور قبۃ الرسولؐ کے ساتھ سو، اوب کی روایت یکسر بے بنیاد اور افترا ہے۔

برائجس (Brydges) (جواہل نجد کے دور عروج میں بصرہ اور بغداد میں رہ چکا ہے) اس افترا کی تائید تو نہ کر سکا، لیکن اہل نجد کی نیت پر حملہ کرنے سے بھی باز نہیں رہا، وہ لکھتا ہے :-

”اس نے (سعود بن عبدالعزیز) قبۃ شریفہ کے اہدام کا بھی ارادہ کیا لیکن غالباً قبۃ کے احکام یا منہدم کرنے والے آلات کی کمی کے باعث ایسا نہ کر سکا، اور قبۃ محفوظ رہ گیا“ (ص ۳۱)

ان برائجس صاحب کی شخصیت اور ان کے بیان کی اہمیت تو اگلے باب سے معلوم ہوگی یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ یہ بصرہ ۱۷۸۲ء ہی میں آچکا تھا، یعنی شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں عرب علاقوں سے اس کا تعلق پیدا ہو گیا تھا، جو مختلف حیثیتوں میں ایک عرصہ تک قائم رہا۔

اب برائجس صاحب کے پیش رو اور پیروں میں ہارٹ (جس کی کتاب سے وہ تقریباً حرف بہ حرف نقل کرتا ہے) نے صرف اس قدر لکھا تھا۔

”اس نے مقبرے کے بڑے گنبد کو بھی گرانے (Destroy) کی بھی کوشش کی“

ایک واقف کار انگریز کی شہادت غلط بیانیوں اور افترا پر دازیوں کا ایک انبار

کہاں تک انھیں کھنگالا جائے اب ہم اس گفتگو کو Brydges کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں، جہاں اس نے بعض غلط بیانیوں کی تردید کی ہے :-

”باب عالمی نے شہور کیا کہ اس نے (سعود بن عبد العزیز مدینہ منورہ

کی زیارت سے لوگوں کو روک دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں اس نے

صرف روضہ (مظہرہ) کے سامنے مشرکانہ اعمال کے ارتکاب سے منع کیا

ہے جیسا کہ پہلے اولیاء کی قبروں پر بندش کر چکا ہے۔ (ص ۳۲)

”بعض جاہل انھیں کافر سمجھتے ہیں، افواہوں پر ترکوں نے اعتماد کیا، اشراف

نے اسے ہوا دی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر پورے عالمانہ

برک ہارٹ نے صحیح لکھا ہے یہ سب غلط فہمیوں کا نتیجہ تھا، اصل میں اسلام

کے اندر خالص تطہیر (Puritanism) کی تحریک تھی۔

”ایک بے وقوف فریچ نے ۱۸۵۰ء میں لکھا کہ یہ کوئی نیا مذہب ایجاد

کر رہے ہیں، نیز وہ سعود کے ”خاص آدمی“ کی زبانی حج کی منسوخی کا بھی ذکر کرتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸۱) برائچ نے غالباً اسے حاشیہ آرائی کی کوشش کی ہے، لیکن برک ہارٹ

کی یہ اطلاع یقینی غلط ہے۔ آگے چل کر وہ خود لکھتا ہے کہ ”مقبرے کو گزند نہیں پہنچا“

The Tomb Was (برک ہارٹ: ۲۰۰) نیز ملاحظہ ہو: ۱۱۹

left uninjured

یہ سب جھوٹ ہے، وہابی قرآن کی طرح حدیث کو بھی اصولی چیز

(Fundamental) مانتے ہیں۔ العینۃ اولیا، اور انبیاء،

کو یہ انسان مانتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد سعود نے جو اعلان کیا تھا وہ آج بالکل کتاب و سنت کے مطابق تسلیم کیا جاتا ہے۔ بمطابق کو نوشی مالکیہ کے ہاں ممنوع ہے، انھوں نے بھی ممنوع کیا۔

”البتہ قہوہ کے امتناع کی خبر بالکل غلط ہے، اسے ترکوں نے پروپیگنڈا کے طور پر شہور کیا۔ جس بے وقوف فریج نے حج کے تغفل کا ذکر کیا ہے، اسے جاننا چاہئے تھا کہ سعود نے صرف حج کے برے مراسم کو روکا تھا مکہ میں اظہ کے بعد اس نے جو پہلا کام کیا وہ طواف و عمرہ کی ادائیگی تھی۔۔۔۔۔۔“
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو براؤن کی کتاب : ص ۱۱۲-۱۰۶)

ایک عجیب افتراء | سلیل بن رازق کی *Imams and Syeds*

OF Oman (ص ۲۵۱-۲۵۰) میں ایک بدوی شیخ کی زبانی

یہ افسانہ نقل کیا گیا ہے کہ ”وہابیوں کے پاس قرآن مجید کا وہ حصہ بھی ہے جسے حضرت عثمان رضی نے اپنے مصحف سے حذف کر دیا تھا۔“ الخ الخ خیریت یہ ہے کہ مترجم نے خود اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

Rousseau نے ۱۷۵۷ء میں مندرجہ ذیل دو کتابیں لکھیں جن

میں اس نے وہابیوں پر حج کے روکنے کا بے بنیاد الزام رکھا ہے۔

Pashalik de Baghdad (۱)

AMemoirs in The Mines de la Orient (۲) (برک ہارٹ: ص ۲۰)

(حاشیہ ص ۳۵۲-۳۵۳) دیکھا چہ ص ۱۱-۱۷۱) اور شاید اسی لئے کسی نے اسے
 دہرایا نہیں۔ ہم نے یہاں صرف محالوں کی اونچپی حرکتوں اور احمقانہ
 افترا پردانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے اس کا ذکر کر دیا، جو لوگ
 ”تلفیق اکاذیب“ نہیں اس حد تک جاسکتے ہیں، ان سے کیا توقع
 کی جاسکتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸۴) ۵۲ براہِ بخ کا سارا بیان برک ہارٹ سے ماخوذ ہے
 (ملاحظہ ہو: جلد ۲ ص ۱۱۵-۱۱۶ نیز ص ۲۰۵-۲۰۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چھٹا باب

مآخذ اور طریقہ
(۱) تاریخی

(۱) روضۃ الافکار و الافہام ملکہ تا و حال الامام و غزوات ذوی لاسلام

(الف) مُصَنَّف حَسین بن عَظَام احسانی (م ۱۲۲۵ھ)

یہ کتاب شیخ کی سیرت پر سب سے زیادہ مُستند کتاب ہے، مُصَنَّف

شیخ کے شاگرد اور واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ کتاب دو جلدوں میں ہے

پہلی جلد میں ذاتی حالات، دعوت اور تبلیغی رسالوں کا ذکر ہے، بعض طویل

رسائل پورے پورے اس میں نقل کر دئے گئے ہیں۔ دوسری جلد جنگوں

اور مختلف واقعات کی تاریخ پر مشتمل ہے، ترتیب سنہ وار ہے ۱۱۶۰ھ

سے شروع ہو کر ۱۲۱۲ھ پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

مُطَبَّع مُصْطَفٰوِیہ بیٹنی میں چھپی تھی (۱۳۳۷ھ)، لیکن اس وقت گویا ناپید ہے

بروکلن کو بھی اس مطبوعہ نسخے کا پتہ نہیں تھا، اُس کا ایک نہایت اچھا قلمی نسخہ ندوۃ العلماء کے کتاب خانے میں ہے۔ یہیں مطبوعہ نسخہ شرف الدین داؤد مدظلہ محمد علی روڈ بمبئی کی عنایت سے مستعار ملا جس کے لئے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

(۲) عنوان المجد فی تاریخ نجد: مُصنّف عثمان بن بشر نجدی (۱۲۸۸ھ)۔

مُصنّف نے شیخ کے فرزندوں اور سعود بن عبدالعزیز (۱۲۱۸ھ - ۱۲۲۹ھ) کا زمانہ پایا ہے۔ کتاب کا آغاز شیخ کی سیرت اور ۱۱۵۰ھ کے واقعات سے ہوتا ہے پہلی جلد ۱۲۳۲ھ کے واقعات پر ختم ہوتی ہے، دوسری جلد ۱۲۶۴ھ کے واقعات پر ختم ہو جاتی ہے، مُصنّف نے شعبان ۱۲۷۰ھ میں کتاب کی تہیض سے فراغت حاصل کی۔

تفصیل اور واقعات کی تہقیق کے لحاظ سے اسے ابن غنام کی کتاب پر ترجیح حاصل ہے، پہلے بغداد میں ناقص چھپی تھی (۱۳۲۸ھ) ہمارے سامنے مطبوعہ سلفیہ مکہ مکرمہ کا طبع شدہ مکمل نسخہ ہے (۱۳۴۹ھ)۔

واقعات کی تدوین میں ہم نے زیادہ تر عنما و انھیں دونوں کتابوں پر کیا ہے، شیخ کی دعوت اور آل سعود کی تاریخ پر یہ دونوں کتابیں اصل اور اُم کا حکم رکھتی ہیں۔

(۳) ان دو کتابوں کے علاوہ ایک تیسری کتاب شیر الوجد فی معرفۃ انساب

بروکلن (ذیل: ۲، ۵۳۱) نے ابن بشر (م ۱۲۸۸ھ) اور عثمان بن قائد النجدی

النجدی (م ۱۲۹۰ھ) السحب الوابلہ ورق ۸۸ ب، بعنوان المجد فی تاریخ نجد (م ۱۲۸۸ھ) ص ۱۶۵ الخلف باعقاد السلف کے درمیان خلا کر دیا ہے۔

کا ذکر بھی آتا ہے جو شاید ملوک نجد کی تاریخ میں 'اصل' *Original* اور ماخذ کا کام دے سکے اردتھان (انس اسلام، مقالہ ابن سعود)، اور خیر الدین زرنگی (الاعلام: ۳۶۸، ۵۵۸، ۱۰۲۰، المجلد ۱) نے اس کا حوالہ دیا ہے، اُس کے مُصنّف رشید بن علی حبشی غالباً ابن بشر کے معاصر ہوں گے، فہم کہ ہمیں یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔

(۴) عجائب الآثار فی التراجم والاخبار مصنف عبدالرحمن بن حسن جبرتی مصری (۱۱۶۵ھ - ۱۲۳۷ھ؛ بروکلن: ذیل: ۲، ۳۰، ۷)۔ اس کی ترتیب بھی سنہ وار ہے، سنہ ۱۱۶۵ھ کے حوادث سے شروع ہو کر ۱۲۳۷ھ کے حوادث پر ختم ہوتی ہے۔ محمد علی پاشا کے حملوں اور مصر و حجاز کی ویرانہ پر اس کی شہادت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مصر اور اس کے متعلقات میں ہم نے جبرتی کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ (مطبوعہ مصر: ۱۲۹۷ھ؛ چار جلدوں میں)

(۵) خلاصۃ الکلام فی امراء البلد المحرم: مصنف احمد بن زینی وعلان مکی شافعی (۱۲۳۲ھ - ۱۳۰۲ھ)۔ اس کتاب میں اشرف مکہ کی مکمل تاریخ ہے، مکہ مکرمہ کے آخری دور کے حکام کی اتنی تفصیلی تاریخ مجھے اور کوئی نہیں ملی اس لئے وعلان پر عدم اعتماد کے باوجود، اشرف مکہ سے متعلق اس کے بیانات کو اہمیت دینا پڑی۔ یہ کتاب سنہ ۱۳۰۲ھ میں تالیف ہوئی (۳۱۳)۔ علامہ سید رشید رضا مرحوم نے الہدیۃ السنیۃ کے حاشیہ (۷۱) میں لکھا ہے کہ

لے کوشش کے باوجود صحیح زمانہ متعین نہ ہو سکا، ۱۲۵۲ کی دوسری تصنیفات کے لئے ملاحظہ ہو: (بروکلن: ۱۲، ۲۹۹، ذیل: ۲، ۸۱۰)۔

یہ دعوت کے ظہور کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں مفتی تھے اور اپنے آقا یان ولی نعمت کے چشم و ابرو کے اشارے پر اس جماعت کے متعلق غلط باتیں مشہور کیا کرتے تھے۔ انھوں نے غلط بیانی اپنے یقین و اعتقاد کی بنا پر کی ہو یا کسی کے اشارے پر؛ اس سے ہمیں بحث نہیں۔ البتہ یہ کہنا غلط ہے کہ یہ دعوت کے ظہور کے زمانہ میں مفتی تھے۔ ۱۲۳۳ھ میں درعیہ برباد ہوا، اور دعوت کا ظہور ”مردست ختم ہو گیا تھا۔ مفتی احمد زبیری و حلان کے شباب میں مکہ مکرمہ میں شاید کسی نجدی کا گزر بھی نہ ہوتا ہو۔

(۶) فتاویٰ و افادات عبد الوہاب (مخطوطہ فارسی)۔ یہ ایک

مختصر ساقلمی رسالہ ہے، جس میں امیر عبدالعزیز بن سعود (۱۱۷۹ھ - ۱۲۱۰ھ) کی طرف سے فتح علی شاہ قاجار (۱۲۱۲ھ - ۱۲۵۰ھ) کے نام ایک مکتوب

اور بلاغ عام ہے، اور آخر میں فتح علی شاہ کا جواب اور دھکی ہے (موزنہ ۱۲۱۹ھ)۔

مخطوطہ مشرقی کتاب خانہ: فارسی دستی فہرست ۱۳۳۲؛ فہرست انگریزی مکتوب

(۷) ابدرالطالع محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی (۱۱۷۳ھ - ۱۲۵۰ھ)

بروکسن: ذیل: ۲؛ ۸۱۸) کی ابدرالطالع (ج ۱ ص ۲۶۳؛ ج ۲ ص ۵) میں

گو آں سعود کے متعلق صرف مختصر ”تراجم“ ہیں، پھر بھی ان کی ایک قیمت ہے۔

کہ محدث شوکانی نے بڑی عمر پائی اور شیخ سے لے کر آل سعود کا عروج و زوال

دونوں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (ب)

(۸) تاریخ نجد: مصنفہ محمود شکری آلوسی (۱۲۷۳ھ - ۱۳۴۲ھ)۔

نجد کی مختصر تاریخ ہے، جس میں شیخ کی دعوت اور آل سعود کی تاریخ کا بھی تذکرہ

ہے، معلومات عام طور پر صحیح ہیں، ابنِ غنّام اور ابنِ بستران کے مآخذ ہیں شیخ اور ابن کے شاگردوں کی تصنیفات بھی ان کے پیشِ نظر تھیں۔ مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۳۳ھ

(۹) الرحلة الحجازية مصنفہ محمد حبیب بنتونی اس میں اشرافِ مکہ کی حکومت کا بیان مختصر اور مرتب ہے۔ غالباً ان کا زیادہ تر عتقاد و حلالان کی خلافتِ الکلام پر رہا ہے۔ محمد بن عبد الوہابؒ اور ان کی دعوت کا بھی ذکر ہے لیکن صحتِ روایت کا التزام نہیں (ص ۴۳-۹۴)۔ مطبوعہ مصر (طبع دوم) ۱۳۲۹ھ

(۱۰) حاضر العالم الاسلامی (ص ۱۴۲-۱۶۱) تیانج نجد الحدیث کے عنوان سے امیرِ فلسطین نے شیخ اور آلِ سعود کے متعلق ایک الکِ فصل اپنی کتاب میں دی ہے، ان کا مآخذ زیادہ تر غیروں کی کتابیں ہیں، اس لئے غلطیوں سے خالی نہیں، پھر بھی غنیمت ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے ایک اجمالی خاکہ ذہن میں آجاتا ہے۔

(۱۱) الزہراء (جب ۱۲۵۵ھ : ۱۲۶۰ھ)۔ محب الدین خطیب کا شیخ کی زندگی پر ایک مختصر اور جامع مقالہ۔ خطیب نے زیادہ تر ابنِ بستران اور ابنِ غنّام سے اخذ کیا ہے، اس لئے بیانات مستند ہیں، ایک آدھ جگہ مشیرِ لوجہ کا بھی حوالہ ہے۔ راقم نے کتاب کے پہلے باب میں اس مضمون سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ گو ان کے اصلی مآخذ بھی میرے سامنے تھے۔

(۱۲) اثر الدعوة الوهابية في جزيرة العرب : محمد حاد فقی کا ایک مختصر

سالہ ہے، جس میں شیخ کی دعوت پر ہمدردانہ انداز میں بحث کی گئی ہے مصنف کے تعلقات علمائے نجد سے بھی گہرے ہیں، اس لئے ان کی معلومات مستند اور اور ایک حد تک official بھی کہی جاسکتی ہیں، مگر افسوس کہ انھوں نے کہیں حوالہ نہیں دیا عرب معاصروں نے اور بھی کتابیں لکھی ہیں، لیکن کسی نے تحقیق و تاریخ نگاری کا فرض ادا نہیں کیا (مطبوعہ مصر: ۱۳۵۴ھ) طوالت کے خوف سے ہر ایک پر الگ الگ تبصرہ نہیں کیا جاسکا۔

(۱۲ الف) جزیرۃ العرب فی القرن العشرین لحاظ وہبہ۔ یہ ایک جامع

کتاب ہے اور اس کے مصنف سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود

موجودہ فرمانروائے نجد و حجاز کے معتمد علیہ ہیں۔ کتاب اچھی اور پر معلومات ہے، دعوت (۳۴۱-۳۴۲) آل سعود (۲۴۳-۲۴۴) اور اخوان (۳۳۱-۳۳۲)

پر بھی تین الگ فصلیں ہیں غلطیاں بہت کم اور زیادہ تر سنین کی تطبیق کی ہیں محمد بن سعود کی وفات کی تاریخ ۱۲۶۵ھ کی جگہ ۱۲۶۶ھ دی ہے (۲۴۲) اسی طرح شیخ کی وفات ۱۲۹۱ھ میں درج کی ہے (۳۳۸) حالانکہ صحیح ۱۲۹۲ھ ہے، اور بھی

۱۲ معاصروں میں ابن ریحانی مشہور شامی عیسائی ادیب کی کتابوں کا بڑا غلام ہے ان کے

انگریزی اور عربی ادیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں، ان کی لوک العرب ہماری نظر سے گزری ہو

ہو کہ ایک اخبار نویس سے زیادہ ان کے معلومات کو وقعت نہیں دی جاسکتی، موجودہ جدید طرز

کی انشاء ہے دیکھی ہے، مگر ہوا و نہیں تحقیق تو سرے سے مفقود ہے۔ دوسری کتاب سے منقول

بے دیکھے ہوئے کچھ کہنا دشوار ہے۔ اسی طرح ہمارے دور سے پہلے کے ایک مشہور مفسر مصنف

الخط الجدیدۃ التوفیقۃ (۸۳-۱۲ ج ۱) میں ایسی ہی بے سرو پا باتیں لکھ گئے ہیں دیکھ کر حیر

ہوتی ہے غور کے طور پر فقہ حنفی کی تحصیل مفسر کا فرض ہے میں وطن کی دہائی کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

معمولی فروگزاشتیں ہیں، لیکن مجموعی حیثیت سے کتاب غنیمت ہے۔

(۱۳) اتحاف النبلاء (فارسی) (۴۱۳-۴۱۶) - نواب صدیق حسن خاں صاحب
(م ۱۳۰۵ھ) نے اس کتاب میں بھی شیخ کا ترجمہ دیا ہے۔ اور ایک حد تک منصفاً
ہے۔ (مطبع نظامی ۱۳۸۵ھ) (اس کے علاوہ النجاح المکمل، مواد العوائد
وغیرہ میں بھی شیخ اور ان کی دعوت کا ذکر ہے)

(۱۴) نزهان دہا بیه (اردو) اس رسالہ میں نواب صدیق حسن خاں صاحب
نے جماعت کے متعلق عجب متضاد اور بے جوڑ باتیں کہی ہیں غالباً وہ اپنے وقت
کے مخصوص حالات سے گھبرا گئے تھے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔

(مطبع عد امرتسر: ۱۹۳۰ء)

(۱۵) سلاطین نجد کا مذہب (معارف: نومبر ۱۳۲۶ء)۔ اس مختصر مقالے
میں استاد محترم مولانا سید سلیمان ندوی مظلّم نے شیخ کی دعوت اور آل سعود کا
مختصر اور دلنشین خاکہ پیش کیا ہے۔ اس کا تمہیدی حصہ خاص طور پر دل آویز ہے
(جس کا ابتدائی ٹکڑا اس کتاب کا سرنامہ ہے)۔

(۱۶) تاریخ نجد، مصنفہ حافظ اسلم صاحب جیراج پوری۔ شیخ کی سیرت
دعوت اور آل سعود کی تاریخ پر ایک مختصر اور سیدھی سادی کتاب ہے، زیادہ تر
ابن عثام اور ابن بشر کی کتابیں ان کا ماخذ رہی ہیں سادہ اور ہلکی چٹکلی تاریخ کی
لے مولوی اسماعیل صغریٰ نے الہدایۃ السنیہ کا اردو ترجمہ کیا ہے (جس کا ذکر آگے آتا ہے) ترجمہ نو
خیر بیابا بھی ہے۔ اس سے بحث نہیں لیکن انھوں نے غصت کیا، کہ حضرت سید صاحب مظلّم کی
پوری تمہید بچے دیباچہ میں اس طرح نقل کر دی گویا انھیں کی لکھی ہوئی ہو اللہ ان کی اس لغزش کو معاف کرے۔

حیثیت سے غنیمت ہے، گو غلطیوں سے خالی نہیں۔

(۱۷) سلطان ابن سعود، سلطان ابن سعود کے سوانح سردار محمد صاحب بنی۔ اے نے لکھے ہیں، اس میں ایک باب شیخ کی دعوت (۴۵-۳۹) پر بھی ہے آل سعود اور آل رشید کی تاریخ بھی دی گئی ہے (۴۵-۴۵) ان کا سارا مدار انگریزی کتابوں پر معلوم ہوتا ہے، عربی اور اسلامیات سے شاید ادنیٰ لگاؤ بھی نہیں۔ ان کی واقفیت کا عالم یہ ہے کہ مقرن کو مکرن اور مکرن مشاری کو مشمری، ثنیان کو طوہیان لکھتے ہیں (ص ۴۵) اسی طرح غنیہ کو غنیوہ، الحسا کو الحصاص (ص ۴۲) لکھا گیا ہے، تاریخی استناد کا عالم یہ ہے کہ محمد بن سعود کا سال وفات ۱۲۶۲ھ (؟ ۱۷۶۵ء) اور عبدالعزیز بن سعود کی شہادت کی تاریخ ۱۸۰۲ھ (؟ ۱۸۰۳ء) بتاتے ہیں۔ (ص ۴۳-۴۴) سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ مصنف کے بیان کے مطابق امام احمد رضا نے موطا امام احمد رضا مرتب کی تھی (ص ۴۵) — کوئی تبادوہ تمنا کین؟ جس شخص کے علم کا یہ عالم ہو، اُسے سلطان ابن سعود کی سیرت لکھنے کی کیا ضرورت آپڑی تھی؟ ہم نے یہاں تاریخی لٹریچر کے ضمن میں اس کتنا کا ذکر صرف عبرت کے لئے کیا ہے — ”وہابیوں“ کے متعلق ان صاحب نے جو غلط بیابیاں کی ہیں (ص ۲۶۲-۳)۔ ان کے ذکر کی شاید اب ضرورت بھی نہیں۔

(ج)

(۱۸) M. Neibuhr فی بور کا سفر نامہ

Travels through Arabia and other Countries in the East.

یہ سب سے پہلا یورپی سیاح ہے جس نے نجد اور شیخ الاسلام کی دعوت پر اپنے سفر نامہ میں بحث کی گو اس کا بیان بہت مختصر ہے (جلد دوم ۱۳۶-۱۳۱) پھر بھی اس لحاظ سے کہ یہ سب سے قدیم یورپی مآخذ ہے قابلِ قدر ہے۔

فی یور اور اس کے رفقاء ۱۶۶۱ء میں ڈنمارک سے روانہ ہوئے اور ۱۶۶۲ء میں یمن پہنچے، لیکن چند جہینوں کے اندر اس کے رفقاء سے سبب فوت ہو گئے، صرف فی یور زندہ واپس ہوا (۱۶۶۵ء) اس کا سفر نامہ عرب اور خاص کر یمن کے جغرافی، معاشری اور اقتصادی حالات کے متعلق ایک اہم وثیقہ ہے، اکثر مورخوں نے اس کے وقت نظر اور صحت بیان کی تعریف کی ہے۔

فی یور خود نجد نہیں جاسکا تھا، اس لئے سنی سنائی باتوں پر اعتماد کی وجہ سے اس کا بیان فاش غلطیوں سے پاک نہیں رہ سکا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہوگارتھ: ۶۴-۶۵) اس کے بیان کی قیمت اس لئے بھی ہے

۱۷۰۰ء بلاد عرب کے یورپی سیاحوں پر ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب (لاہور) کا بھی ایک مختصر لیکن فاضلانہ مقالہ اور ٹیل کالج میگزین لاہور میں نکلا تھا (اور ٹیل کالج میگزین مئی ۱۹۳۷ء، اگست ۱۹۳۷ء؛ دیار عرب کے مغربی سیاح) اور حقیقت میں سب سے پہلے اسی مقالے نے مغربی سیاحوں کے سفر ناموں کی طرف میری توجہ مبذول کرائی اس کے بعد پروفیسر ہوگارتھ کی کتاب *Penetration of Arabia* سے مزید روشنی ملی جس کا ذکر

کہ یہ شیخ کی زندگی میں بلا و عرب پہنچا اور ایسے وقت کہ ابھی دعوتِ خوب پھیل بھی نہ سکی تھی، ریاض کی فتح ۱۱۳۵ھ میں ہوئی اور اس سے پہلے شیخ کا حلقہ اثر محدود تھا، ہمارے پیش نظر فی بصر کے سفرنامہ کا انگریزی ترجمہ ہے، مترجم کا نام Robert Hexon ہے (مطبوعہ ایڈنبرا: ۱۹۲۷ء)

(۱۹) بادیا (Badia)، جو علی بیگ عباسی کے نام سے ۱۸۰۷ء میں جدہ اترا، اور مکہ کی زیارت کی۔ مدینہ منورہ جانے سے اسے نجدی حکام نے روک دیا تھا۔ (ہوکار تھ: ص ۷۷) یہ پہلا یورپی سیاح ہے جس نے وہابی نجد اور اس کے پایہ تخت درعیہ کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچائیں (ص ۸۲) اس کے سفرنامے کا تاریخی حصہ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ اس نے حجاز میں مصریوں کی مداخلت سے پہلے وہابیوں کی حکومت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ ایک عینی شاہد کی معاشرہ شہادت کا درجہ رکھتا ہے (عنایت اللہ) برٹن (۳۱۹:۲) نے اس کی بڑی برائی کی ہے، بہر حال عینی شہادت کی حیثیت سے اس کا سفرنامہ واقعی اہمیت رکھتا ہے، افسوس کہ اس کا سفرنامہ ہمیں دستیاب نہ ہو سکا، ہم نے جہاں کہیں بھی اس کی شہادت نقل کی ہے، ہوکار تھ کے واسطے سے: (تفصیل کے لئے: ہوکار تھ کی کتاب ص ۸۲-۷۸)۔

(۲۰) برک ہارٹ L. Burckhardt کی کتاب
Notes on the Bedouins and the Wahabies
 جلد ۲ ص ۳۲۹-۹۵

(بقیہ جاتیہ ص ۹) آگے آتا ہے جلد ۳۷-۳۶ نے بھی فی بصر کی اولیت اور اہمیت کا ذکر کیا ہے۔
 ص ۷ ملاحظہ ہو بیچر کی کتاب کا دیباچہ برلنٹ (شیخ چراغ اسلام ص ۱۶)۔

یہ مغربی سیاح ۱۸۱۴ء میں حجاز پہنچا، جب محمد علی پاشا نجدیوں کو حجاز

سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اور ۱۸۱۶ء میں مصر واپس ہوا جہاں وہ تھوڑے عرصے کے بعد فوت ہو گیا۔ اس نے نجد، درعیہ اور بلادِ عارض کا مفصل

اور محققانہ جغرافیہ دیا ہے، اس نے اپنے سفر نامے کی پہلی جلدوں

Travels in Arabia میں مکہ منظمہ اور حج وغیرہ

کی جو تفصیل کی ہے، وہ اپنی جگہ پر نہایت مستند ہے، مگر مکرہ کے نظام حکومت

پر بھی اس کی بحث عالمانہ ہے (*Travels* ۱۸۲۱ء - ۲۰۵ء)

سرچرڈ برٹن جس نے ۱۸۵۰ء کے بعد مکہ و مدینہ کا سفر کیا، برک ہارٹ کا شاگرد

ہے اور انتہائی ادعائے تحقیق کے باوجود برک ہارٹ کے بیانات پر کوئی

قابل ذکر اضافہ نہ کر سکا (ہوکار تخذ : ۹ - ۸۹)۔

اس کے سفر نامے کی پہلی دو جلدیں ۱۸۲۹ء میں چھپیں، آخری دو جلدیں

(*Notes*) ۱۸۳۱ء میں شائع ہوئیں۔ یہ چاروں جلدیں عرب اور

اس کے جغرافیہ و متعلقات پر معلومات کا گنجینہ ہیں، ہمیں اس کتاب میں صرف

(*Notes on etc.*) کی دوسری جلد سے بحث تھی۔ محمد علی مصری

کے حملہ حجاز اور مصر و نجد کی لڑائیوں پر اس کے بیانات حد درجہ مستند اور عینی

لے کیپٹن سرچرڈ برٹن (*R.F. Burton*) جس نے برک ہارٹ کے تقریباً

چالیس برس بعد حجاز کا سفر کیا، لیکن اہل نجد کے متعلق کوئی اہم بات نہیں لکھی اس سفر نامہ کا اثر

ایڈیشن دو جلدوں میں برک آف تائب چھپا۔ (لندن : ۱۸۹۳ء) *Personal*

Narrative of a Pilgrimage to Almadina and Mecca. دو جلدوں میں

شہادت کا درجہ رکھتے ہیں (تفصیل کے لئے ہوگا رتھ: ۹۸-۸۸ یا پھر اصل سفر نامہ)

(۲۱) برائٹس (Harford J. Brydges) کی کتاب

A Brief History of the Wahabys

یہ شخص ایک برطانوی افسر کی حیثیت سے ۱۸۱۲ء میں بصرہ پہنچا اور ۱۸۱۷ء تک وہیں رہا، درمیان میں کچھ وقفہ کے بعد پھر بغداد میں اس کی تعیناتی ہوئی جہاں ۱۸۱۹ء سے ۱۸۲۶ء تک اس کا قیام رہا (۱۷-۹) دونوں جگہوں میں یہ پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے تھا اور سعود بن عبدالعزیز کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے (۱۵) یعنی یہ شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں بلاؤڈ آگیا تھا، اور سعود بن عبدالعزیز کے اہم فتوحات کے زمانہ میں وہاں موجود تھا اس لحاظ سے اس کی کتاب کی اہمیت اور تاریخی قیمت ہونا چاہئے، مگر افسوس کہ اس میں دقت نظر نہیں۔ جابجا برک ہارٹ کی نقالی کرتا ہے (جو اس کے بعد حجاز آیا اور پہلے مرا)

یہ کتاب ۱۸۳۷ء میں لندن سے شائع ہوئی، اور برک ہارٹ کی کتابیں

۱۸۲۹ء اور ۱۸۳۳ء میں نکل چکی تھیں خود بھی اسے برک ہارٹ کی خوشہ چینی کا

اعتراف ہے کہیں کہیں اس نے اضافہ بھی کیا ہے، لیکن اہم واقعات

۱۸۱۷ء برک ہارٹ کا مرقع ۱۸۱۷ء کے وسط پر ختم ہو جاتا ہے، برائٹس نے ایک اہم اضافہ

یہ کیا ہے کہ اس نے محاصرہ درعیہ (۱۸۱۷ء) کی پوری تفصیل فریسیسی مؤرخ

History de l'Egypt Sous le M. Mengin
gouvernement de Mokammed Aly.

حرف بہ حرف ہارٹ ہی سے لئے ہیں۔

(۲۲) پالگریو (W. Gifford Palgrave) کا سفرنامہ

Narrative of a year's journey through Central and Eastern Arabia.

یہ ایک کیتھولک عیسائی اور شہرکی زندگی کا عادی اور طبعاً ایک آرام پسند شخص تھا، ۱۸۶۲-۳ء میں اس نے عرب کی سیاحت کی اُس نے حضری عربوں (حسا، قطیف وغیرہ کے باشندے) کی خوب تعریفیں کی ہیں لیکن اہل بادیدہ کی ہمدردی کے لئے اس کے پاس ایک لفظ نہیں، اس نے اہل نجد شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ماننے والوں کی بڑی برائیاں کی ہیں، زوئیر (حاشیہ ۱۹۸) اور میوجس (صفحہ ۵۷) کے مطابق وہاں بیت کی برائی میں اس کی کیتھولکیت کو بھی دخل تھا۔ زوئیر کی رائے میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۶۰-۳ء کے واقعات میں اس کے بیان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، لیکن ہمارے خیال میں کسی مسئلہ کے متعلق صرف اس کے بیان پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا شیخ پر اس نے جو کچھ لکھا ہے خرافات کا مجموعہ ہے (صفحہ ۳۶۳-۳۶۴) آل سعود کی تاریخ بھی (صفحہ ۸۷-۳۸) اسماء اور تارنجوں کی فاش غلطیوں سے پُر ہے۔ میوجس (نوٹس: ۲۲۱) نے خوب لکھا ہے کہ اس کے بیانات وچسپ لیکن ناقابل اعتماد ہیں، زوئیر کہتا ہے:-

مصر کی تاریخ محمد علی کے عہد میں سے حرف بہ حرف

نقل کر دی ہے۔ (۱۶۱-۱۳۵)

”ایک کیتھولک سے یہ امید نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ تجدید اور سلیفیت

کی دعوت کا ذکر اچھے انداز میں کرے گا؟ (حاشیہ ۹۸) نفس اسلام کے متعلق اس نے جو ہرزہ سرائیاں کی ہیں وہ انتہائی رکیک اور یکسر ناقابل اعتنا ہیں (۳۴۳) ————— حد تو یہ ہے کہ وہ اپنے معاصروں کی نشان دہی

بھی صحیح نہیں کر سکا۔ شیخ عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب کو عبد الرحمن بن عبد الوہاب اور ان کے بیٹے عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن کو عبد الرحمن بن عبد اللہ کا بیٹا بتانا ہے (۳۴۹) اور مزید یہ کہ ”عبد اللہ بن عبد الوہاب

(۹) درعیہ میں ابراہیم پاشا کے حکم سے قتل کر دے گئے تھے؟ ”طرہ یہ ہے کہ وہ ریاض میں شیخ عبد الرحمن سے ملا بھی تھا، اس کا سفر نامہ دو جلدوں میں چھاپا Lewis Pelly کی (۲۳) لیوس پلی)

(A. Political Mission to Nejd) یہ شخص بوشر میں برطانی ریزیڈنٹ تھا،

۱۸۶۵ء میں فیصل بن ترکی (م ۱۸۶۵ء) سے حلب فارس کے سامی مقامات کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے ریاض آیا۔ ہمیں اس کی کتاب نہ مل سکی، ممکن ہے اس میں کچھ

مواد ہو، ہیو جس نے اپنے مآخذ میں اس کی کتاب کا بھی ذکر کیا ہے، ہوگا رتھ

(۳۱-۳۸) نے لیوس پلی کے مشن پر کافی بحث کی ہے اور اس کے سفر کی جزئی

قیمت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے لیکن اس کی تاریخی تحقیقات کا بالکل ذکر

نہیں کیا۔

(۲۴) ہجر (G. Percy Badger) کی (Imams and

Syeds of Oman) یہ کتاب اصل میں ایک عربی مخطوطہ (مصنف

سلیل بن رزبِق) کا ترجمہ ہے جس میں عمان کے امراء کی پوری تاریخِ مفضل بیان کی گئی ہے (۱۸۵۸ء سے ۱۸۷۸ء تک)۔ ہجرت نے انگریزی ترجمہ میں حواشی اور ایک مبسوط مقدمہ کا اضافہ کیا ہے، جس میں کتاب کے پورے مواد پر بحث ہے اور عمان کی تاریخ بھی نہایت تکمیل کر دی گئی ہے۔

چونکہ آلِ سعود کی دعوت اور سیاسی عروج دونوں کا خلیج فارس اور

جزیرہ نمائے عرب کے تمام ساحلی علاقوں سے گہرا تعلق رہا ہے اس لئے ان کی تاریخ بھی جا بجا زیر بحث آئی ہے، حیر کے حاشے عام طور پر معلومات اور اچھے ہیں، البتہ نجد کے متعلق وہ پالنگریو پر زیادہ اعتماد کرتا ہے۔ آلِ سعود کے متعلق چونکہ زیادہ تر معلومات سیاسی نزاعوں اور حلوں کی تفصیل سے متعلق ہیں اس لئے زیر نظر تالیف میں زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا۔ (مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء)

(۲۵) ڈاؤنی (Downy) پالنگریو کے تیرہ برس بعد ۱۸۷۵ء میں نجد آیا بدوؤں کی معاشرت کی تفصیل، جغرافی اور لسانی تحقیقات کے لحاظ سے اس سفر نامے کی جو بھی قیمت ہو اہل نجد کی تاریخ پر اس نے کوئی خاص سالہ نہیں چھوڑا، سو اس پیش گوئی کے ”وہابی حکومت موت کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور اب دوبارہ اس میں جان

نہیں آسکتی..... عام طور پر نجد میں یہی خیال ہے (جلد ۲ صفحہ ۴۲۵)

واقعات و مشاہدات نے اس غلامِ خیالی کی تلمذ کر دی۔ اس کا سفر نامہ *Travel in Arabia Deserta* دو جلدوں میں (۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۱ء)

(۲۶) لیڈی اینی بلنٹ (Anne Blunt) کا سفر نامہ

A Pilgrimage to Nejd مشہور سیاسی مدبر اور شاعر و لفظ سگوار

(Wilfrid Scawen Blunt) اور ان کی بیگم بیڈی

(جو مشہور شاعر بارن کی پوتی تھیں) نے غالباً اچھے کھوڑوں کی تلاش میں عرب اور نجد کی سیاحت کی تھی (۱۸۷۹ء) بیڈی بلنٹ کے سفر نامے سے ہمارے موضوع کا تعلق نہیں دیا ہے اور ضمیمہ جو خود ولفرڈ بلنٹ نے لکھا ہے ان میں نجد کے جغرافیہ (دیباچہ ۷۱۱ x ۱-۱) اور وہابیت کے عروج و زوال کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ (۲۵۱-۲۷۱:۲) گو غلطیاں کافی ہیں، پھر بھی ایک خاکہ کی حد تک قیمت ہے۔ کتاب میں جہاں کہیں بلنٹ کا حوالہ آیا ہے یہی ضمیمہ مراد ہے اصل سفر نامہ دو جلدوں میں چھپا ہے (لندن ۱۸۸۱ء)

ولفرڈ بلنٹ کی فیوجراف اسلام (۱۸۷۲-۱۸۷۳ء) میں بھی شیخ کی دعوت کا ذکر آیا ہے۔ اس مختصر سے بیان میں بھی متعدد غلطیوں اور غلط فہمیوں کے نمونے ملتے ہیں جن کی طرف غلط بیانیوں کے ضمن میں اشارہ نہیں کیا جاسکا اس کا اگر کہیں حوالہ آیا تو کتاب کی تیسری کے ساتھ - ۱۸۸۲ء کا چھپا ہوا نسخہ ہمارے سامنے رہا ہے۔ (۲۷۱) پیو جس (Thomas P. Hughes) کی ڈکشنری

آف اسلام (Dictionary of Islam) (مقالہ وہابی: ۶۶۲-۶۵۹ء) اس پر دستنت مشنری کا یہ مقالہ کتنے مسلمانوں کی تحریروں سے بہتر ہے۔ تک دعوت کے منشاء کا تعلق ہر اس سمجھنے میں غلطی نہیں کی اور اس شیخ کی تعلیم کا بہت اچھا خلاصہ دیا، تاریخی فروگزاشتیں ہیں سو وہ قصہ میں برٹش اور بلنٹ کا بیڈی (Pelly) کی کتاب کے سوا اس کے تمام مآخذ ہمارے پیش نظر ہیں۔ اس کتاب میں جہاں کہیں پیو جس (Hughes) کا حوالہ ہے یہی مقالہ مراد ہے (نسخہ مطبوعہ لندن ۱۸۸۵ء)

(۲۸) اس مہیوض کا دوسرا مقالہ (The WAHHABI.)

اس کی مختصر کتاب (NOTES ON MOHAMMADANISM)

میں (۲۲۶-۲۱۹) — اس میں عام عقائد وغیرہ کے علاوہ سلاطین آل سعود کی بھی ایک مکمل فہرست دی گئی ہے۔ (۱۸۷۷ء تک) اس مختصر مقالے میں ڈکشنری آف اسلام والے مقالے (WAHHABIA) پر کچھ مفید اضافے بھی ہیں، خاص کر ہنز و ستانی مجاہدین کے متعلق جن پر گفتگو کا یہ موقع نہیں۔ اس مقالے کا جہاں حوالہ آیا ہے نوٹس کی تصریح کے ساتھ — (نسخہ مطبوعہ: لندن ۱۸۷۷ء)

(۲۹) زویمر (ZWEMER) کی (ARABIA THE CRA-

DL E OF ISLAM. ۱۹۱-۲۰۱ء)

زویمر نے اپنے تعصب کے باوجود شیخ کی دعوت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اس تحریک سے قبل عرب کی حالت کا بھی صحیح جائزہ لیا ہے (۱۹۲۳ء) اپنی کتاب کے اس باب میں اُس نے صرف تین تاریخی غلطیاں کی ہیں، (۱) سنہ ولادت: ۱۶۹۱ء؛ سفر بغداد: ۱۷۰۰ء (۲) قبہ رسول (۳) لیکن استنتاج میں اس کا تعصب غالب رہا، ارشاد ہوتا ہے:

”یہ تحریک اسلام کی تجدید تھی، گو بالکل ناکامی (DISASTER)

پر ختم ہوئی۔ اور سیاسی طور پر ایک شائد اردھونگ ثابت ہوئی ۱۹۱-۲۰۱ء

(دوسرا ادیشن ۱۹۰۰ء)

(۳۰) ہوگارتھ (DAVID GEORGE HOGARTH) کی

ہوگا رتھ نے اس کتاب میں ان تمام یورپی سیاحوں کی کوششوں کا مفصل اور گہرا جائزہ لیا ہے، جنہوں نے گذشتہ تین صدیوں میں بلاوغز کی سیاحت کی اور وہاں کے جغرافیہ، تاریخ، اثریات، معاشرت، آداب و رسوم وغیرہ کے متعلق کوئی تحریری دستاویز یادگار چھوڑی۔ اس سلسلے میں ان سیاحوں کے کارناموں پر بھی پورا پورا تبصرہ ہوا ہے، جنہوں نے شیخ اور ان کے جانشینوں کے ایام حکومت میں بلا و نجد و حجاز کی سیاحت کی۔ ہم نے ہوگا رتھ کے مختلف بیانات کا اصل سفرناموں سے بارہا مقابلہ کیا لیکن اس کے نقل اور تبصرے میں کہیں ادنیٰ فروگزاشت نہیں پائی، اور اس لئے اصل سفرناموں کی عدم موجودگی میں اس کے خلاصہ اور تبصرے سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(مطبوعہ: لندن ۱۹۰۷ء)

اس کتاب میں جہاں کہیں ہوگا رتھ کا حوالہ ہے، یہی زیر نظر کتاب

مراد ہے۔

ہوگا رتھ کی ایک دوسری مختصر کتاب (A HISTORY OF

ARABIA) میں بھی اشراف مکہ (۹۳-۸۲) اور وہابی اور مصری (۱۱۳-۹۹) پر دو باب ہیں، مگر حیرت ہوتی ہے کہ یہاں وہ محمد بن سعود، عبدالعزیز بن محمد بن سعود اور سعود بن عبدالعزیز کے درمیان ٹھیک ٹھیک فرق نہ کر سکا۔

(آکسفورڈ: ۱۹۲۱ء)

(۳۱) فلیبی (H. ST. J. B. PHILBY) کی کتاب

(ARABIA .) (لندن ۱۹۳۰ء)

فلبی نے اس کتاب میں شیخ کی دعوت سے لے کر موجودہ سلطان نجد عبد العزیز بن عبد الرحمن بن فیصل بن ترکی بن عبد اللہ بن محمد بن سعود (۱۲۹۸ھ) تک، نجد کی پوری تاریخ لکھی ہے، شیخ کی سیرت اور دعوت کا حصہ یکسر ابن غنام اور ابن بشر سے ماخوذ ہے۔ کتاب ہر لحاظ سے مفید اور قیمتی معلومات کی حامل ہے۔ اور ہم نے اس سے کافی فائدہ اٹھایا ہے، لیکن اصل ماخذ کو سامنے رکھ کر۔۔۔ اس کتاب کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے، مصنف کا مقصد یہ ہے کہ بلاد عرب میں حکومت برطانیہ کے ایک "عصاے پیری" کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے موجودہ فرماں روا نجد زیادہ موزوں ہیں۔ شریف حسین کی امداد اور ابن سعود سے بے اعتنائی پر اس نے وہائٹ ہال حکومت ہند اور حکومت بصرہ و بغداد پر سخت سے سخت تنقیدیں کی ہیں، خلاصہ یہ کہ جزیرۃ العرب میں برطانی ڈپلومیسی پر یہ کتاب کافی روشنی ڈالتی ہے لیکن اس وقت میں اس رخ سے سر دست کوئی تعلق نہیں۔

(۳۲) مادرتمان (MORDTMAN) کے مقالے

ابن سعود اور ابن الرشید (مندرجہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) —
مادرتمان کے یہ مقالے اختصار کے باوجود جامع اور بڑی حد تک صحیح ہیں، سین اور تاریخوں کی تعیین کی کوشش قابل تحسین ہے۔ اس سے پہلے

فلبی نے خود بھی دیباچہ (حصہ) میں لکھا ہے کہ پہلی کتاب جو آل فخذ کی بنیاد پر انگریزی میں مرتب ہوئی، اور اس کا لکھنا صحیح ہے شیخ کے متعلق غالباً کسی مغربی میں اتنی صحیح معلوم کیا نہیں گیا

کسی نے التزام نہیں کیا، ہمیں کہیں کہیں اس سے اختلاف کرنا پڑا ہے۔
لیکن ابن سعود والے مقالے سے مدد بھی بہت ملی۔

(۷)

(۳۳) مارگولیوٹھ (D.S. MARGOLIOUTH) کے دو مقالے؛

(i) وہابیہ WAHHABIYAH (انسائیکلو پیڈیا آف

اسلام)

(ii) وہابی (WAHHABIES) انسائیکلو پیڈیا

آف ریلیجنز اینڈ اتھکس)

دونوں مقالے غلطیوں سے بھرے ہوئے ہیں، غلطیاں تو ہر کسی سے
ہوتی ہیں، لیکن ان صاحب کی ادائزالی ہے جہل مرکب اور غلطیوں کا
انبار اتنا اور کہیں نہیں ملے گا۔ اس کتاب میں جہاں صرف
مارگولیوٹھ کا حوالہ آیا ہے، پہلے مقالے کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۴) راونشا (T.E. RAVENSHAW) کی یادداشت

MEMORANDUM _____ گو اس یادداشت کا تعلق

مولانا احمد اللہ صادق پوری کے مقدمے اور ہندوستانی مجاہدین کی تحریک تجدید
جہاد سے ہے، بایں ہمہ اس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوے منطبق
بھی خوب غلط بیانیوں کی گئی ہیں۔ جس کا ایک نمونہ گزر چکا (ملاحظہ ہو)۔

پانچواں باب: _____ یہ یادداشت پوری کی پوری

کلمتہ گزٹ ۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء کے ضمیمہ کی حیثیت سے چھپی ہے۔

(۳۵) ولیم ولسن ہنٹر (W.W. HUNTER) کی (OUR

INDIAN MUSALMANS) (مسلمانان ہند) (مطبوعہ ۱۸۷۱ء)

اس کتاب کا تعلق بھی ہندوستانی مجاہدوں کی سرگرمیوں سے ہے چونکہ یہ حضرات ہندوستان کی تحریک تجدید امامت کو شیخ الاسلامؒ کی دعوت کا شاخسانہ بتاتے ہیں۔ اس لئے خواہ مخواہ انھیں شیخ کی دعوت پر بھی گفتگو کرنا پڑتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہنٹر صاحب نے بھی اپنی ناقصیت کا خوب خوب ثبوت دیا ہے۔ کچھ نمونے اوپر گزر چکے ہیں۔

ISLAM AND PSYCHO- (۳۶) ANDRÉ SERVIER کی

(LOGY OF THE MUSLMANS) (اصل فریچ کا ترجمہ: لندن ۱۹۲۷ء)

ان صاحب نے محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کو جی بھر کر گالیاں دی ہیں، اور یوں تو نفس اسلامؐ ہی ان کے نزدیک ”انسانیت کی ہر ترقی کا دشمن“ ہے (ص ۲۶)۔ پاگل رویہ ان کا مآخذ معلوم ہوتا ہے۔

(۳۷) (THE WILSON CASH کی)

(EXPANSION OF ISLAM) (مطبوعہ لندن ۱۹۲۸ء)

اس سلسلہ میں ہم نے جن کتابوں اور مقالوں کا ذکر کیا ہے، ان سب میں نجد اور ہندوستان کی تحریکوں کو ایک بتایا گیا ہے بعض صرف ”اصول“ کی حد تک ایک بتاتے ہیں، اور اکثر حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد و تجدید کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی شاخ بتاتے ہیں جو یکسر غلط ہے، افسوس کہ ہم اس حصے میں اس پر مفصل بحث نہیں کر سکتے۔

ان صاحب کا خیال ہے کہ محمد بن عبد الوہاب عربی اسلام چاہتے تھے (ص ۱۹۱)۔ اس قسم کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی کمی نہیں۔ ان دونوں کتابوں میں بھی شیخ کی دعوت کا ذکر ضمنی طور پر آیا ہے۔ (۳۸) رچرڈ کوک (RICHARD COKE) کی

THE ARAB'S PLACE IN THE SUN. (ص ۱۴۱-۱۴۰)۔

دعوت پر ایک اچھا مختصر تبصرہ ہے۔ غلطیاں بعض عام قسم کی ہیں اور بعض ناموں کے الٹ پھیر سے ہوئی ہے۔ سعود بن عبد العزیز کے کارناموں کو یہ عبد العزیز کی طرف منسوب کرتا ہے (ص ۱۶۳) اور عبد اللہ بن سعود اور سعود بن عبد العزیز کے درمیان بھی ٹھیک ٹھیک فرق نہیں کر پاتا۔ (ص ۱۶۳)۔

(ص ۳۳ سے ۳۴) تک جن کتابوں کا ذکر کیا گیا، ان کی حیثیت مآخذ کی نہیں، بلکہ عام لٹریچر کی ہے، یہ فہرست اور طویل ہو سکتی تھی لیکن اختصار کے خیال سے اتنے ہی پر اکتفا کرنا پڑا، بعض کتابوں کے ضمنی حوالے اصل کتاب میں آگئے ہیں جیسے (STODDARD) (اسٹاڈرڈ) کی 'جدید دنیا اسلام' (THE NEW WORLD OF ISLAM) مطبوعہ ۱۹۲۱ء وغیرہ

(۲) مذہبی (الف)

توحید اور انکار بدعات پر سینکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہو

اور ان کا استقصا مشکل بھی ہے۔ خاص طور پر امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) اور ان کے شاگرد رشید امام ابن قیم (م ۷۵۱ھ) کی کتابیں ان مباحث سے بھری پڑی ہیں، ہم یہاں صرف ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں، جن کے مطالعہ کا اس دوران میں ہر موقع ملا اور شیخ کی دعوت کے سمجھنے میں ان سے مدد ملی :-

(۱) الباعث علی انکار البدع والحوادث لابن محمد عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم ابی شامۃ المغربي (م ۶۶۵ھ) ————— (مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ)

(۲) تجرید التوحید المفید للشیخ تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م ۸۵۴ھ)

(مصر: ۱۳۴۳ھ)

(۳) تطہیر الاعتقاد عن الانحاد لمحمد بن اسماعیل الایمری المنی الصنعائی

(م ۸۲۱ھ) ————— (مصر: ۱۳۱۱ھ)

(۴) کتاب التوحید لمحمد بن عبدالوہاب (م ۱۲۰۶ھ)

(مطبوعہ ۱۳۴۴ھ مع تعلیقاً شافعیاً لشیخ تقی الدین)

اور شیخ کی دوسری تصنیفیں اور رسالے -

(۵) الدر النضید فی خلاص کلمۃ التوحید لمحمد بن علی الشوکانی (م ۱۲۵۰ھ)

(مصر: ۱۳۴۳ھ)

اس کا اردو ترجمہ بھی مولوی محمد علی صاحب قصوری ام - اے کے قلم

سے چھپ کیا ہے - (۱۹۳۴ھ)

(۶) التحف فی مذاہب السلف الشوکانی (مصر: ۱۳۱۰ھ)

(۷) مجموعۃ الہدیۃ الشیعیۃ والتحفة الوہابیۃ النجدیۃ، مرتبۃ سلیمان بن

سحمان نجدی

مصر: ۱۳۴۲ھ

اس مجموعہ کے مرتب نجد کے مشہور علماء میں شمار کئے جاتے تھے، شیخ
عبدالرحمن بن حسن آل الشیخ (م ۱۲۸۵ھ) اور شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن
بن حسن (م ۱۳۰۴ھ) دونوں سے استفادہ کیا، چھیالیس سال کی عمر میں وفات
پائی (۱۳۵۸ھ)؛ بروایت شیخ عمران نجدی۔

اس مجموعے میں حسب ذیل رسالے ہیں :-

(الف) الرسالة الدینیۃ فی معنی الالہیۃ (۲۸-۳) للامیر عبدالعزیز
بن محمد بن سعود (م ۱۲۱۸ھ)

(ب) شئی من سیرۃ الشیخ ولقاہیہ (۲۸-۴) للشیخ عبد اللطیف
بن عبدالرحمن آل الشیخ (م ۱۳۰۴ھ)

(ج) الرسالة الثالثة (۵۵-۶۱) للشیخ عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب
یہ رسالہ ۱۲۱۸ھ میں اہل مکہ مکرمہ کی تعلیم کے لئے لکھا گیا جب
سعود بن عبدالعزیز پہلی مرتبہ حرم میں فاتحانہ داخل ہوا۔

(د) الفوائد العذاب فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب (۵۵-۹)
للشیخ احمد بن ناصر بن عثمان المعمری النجدی (م ۱۲۲۵ھ)۔

لے اس کا انگریزی ترجمہ اوکنلی (J. O'KINELY) کے قلم سے جزل

ایشیاٹک سوسائٹی (۱۸۶۴ء : ۶۸-۸۲) میں شائع ہوا ہے۔ ترجمہ میں بعض

مضحکہ نیکر غلطیاں بھی ہیں جیسے علیک بسنتی (UPON YOU BE) (ص ۶۹)

الاجہادۃ السنۃ (SIX MOTHERS.) (ص ۴) وغیرہ وغیرہ۔

یہ رسالہ ۱۲۰۰ھ میں تالیف ہوا، جب شیخ احمد بن ناصر امیر عبدالعزیز کی طرف سے حجاز بھیجے گئے اور رجب ۱۲۰۰ھ میں علمائے حرم سے مناظرہ ہوا۔
(۵۵) الرسالة الخامسة (۹۹-۹۱) للشيخ محمد بن عبد اللطيف بن عبد الرحمن آل الشيخ۔

یہ رسالہ ۱۳۳۹ھ میں تالیف ہوا، مصنف یقید جیات ہیں مگر اسی کے لگ بھگ ہوگی۔ (بہ روایت شیخ عثمان بخدی)
ان رسالوں کا ترجمہ اردو میں ہو گیا ہے (از مولوی اسماعیل حسابد غزنوی) (۲۷۰-۲۷۱)۔

آخر میں کچھ قصیدے ہیں (۱۱۲-۱۰۱)
(۸) فتح المجید شرح کتاب التوحید تالیف الشيخ عبد الرحمن بن حسن آل الشيخ (طبع سوم: قاہرہ ۱۳۵۷ھ)
(۹) جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین للشيخ نعمان خير الدين الالوسي (دم ۱۳۱۷ھ) (بولاق: ۱۳۹۷ھ)

یہ کتاب مجھے بہت مفید اور جامع معلوم ہوئی، اور اس لئے میں نے اسے بار بار پڑھا، علامہ سید رشید رضا مرحوم نے بھی اپنی خود نوشت سوانح جیات میں اس کی بہت تعریف کی ہے (ملاحظہ ہو: معارف: نومبر۔ دسمبر ۱۹۳۷ء)۔

(۱۰) الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصبیح للنواب صدیق حسن خان (بولاق: ۱۳۹۷ھ، علی ہاشم جلاء العینین)

(۱۱) تنبیہ ذوی الالباب السلیمة عن الوقوع فی الالفاظ المغنعة الخیمة
 سلیمان بن سحمان الجندی (ص ۸۰-۱)
 (۱۲) تبرئة الشیخین الامین من تزویر اهل الکذب المبین سلیمان بن
 سحمان (ص ۸۲-۱۱۵)

یہ دونوں رسالے ایک ساتھ چھپے ہیں (مصر: ۱۳۷۲ھ)

(ب)

(۱۳) کتاب التوضیح عن توجید الخلاق فی جواب اهل العراق للشیخ
 سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب (قتل شہید ۱۲۳۳ھ)
 (مصر: ۱۳۱۹ھ)

(۱۴) منہاج التقیین التالیس فی کشف شہتا داؤد بن جریس للشیخ
 عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن آل الشیخ (م ۱۳۰۴ھ)
 (ممبئی: ۱۹۰۶ء)

یہ صلح الاخوان کا جواب ہے،

(۱۵) صیانة الانسان عن وسوسة الشیخ و حلان للشیخ محمد بشیر السہسوانی
 (م ۱۳۲۶ھ)

یہ کتاب عام طور پر مولانا محمد بشیر سہسوانی ہی کی طرف منسوب کی جا رہی ہے
 ہمارے پاس جو نسخہ ہے، اس پر مصنف کا نام عبد اللہ بن عبد الرحمن
 بن عبد الرحیم السندی درج ہے، غالباً کسی مصلحت سے کیا گیا تھا،

۱۵ ملاحظہ ہو: تراجم علمائے حدیث ہند، جلد اول ص ۲۵۵۔

(یہ وہی نسخہ ہے جو شیخ اسحق بن عبد الرحمن بن جن کے استعمال میں رہا ہے) (مطبع فاروقی دہلی ۱۹۸۹ء)

اس کا دوسرا ایڈیشن نہایت تصحیح و اہتمام سے المنار پریس مصر میں چھپا ہے (۱۳۵۷ھ) اور اصل مُصَنَّف کی طرح نسبت کی گئی ہے۔ آغاز میں علامہ سید رشید رضا (م ۱۳۵۳ھ) کا مقدمہ اور تعارف ہے۔

(۱۶) البیان المبدی لشاعة القول المجدی سلیمان بن سحان النجدی

صيانة الانسان، وعلان کے الدرر السنية کا جواب ہے
جواب الجواب القول المجدی فی الرد علی عبد اللہ بن عبد الرحمن النجدی
کے نام سے شائع ہوا، البیان المبدی القول المجدی کی تردید
میں ہے (امر قسز: ۱۹۷۰ء)

(ج)

(۱۷) الصواعق الالهية فی الرد علی الوهابية سلیمان بن عبد الوہاب

النجدی الحنبلی (م ۱۲۰۸ھ)

یہ رسالہ شیخ الاسلام کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب کا لکھا ہوا ہے، اوپر گزر چکا ہے، کہ یہ بعد کو تائب ہو گئے تھے (۱۱۹۷ھ)

ابن غنم (۲، ۱۰۸) — مخالف اس رسالے کا تو خوب
ڈھول پیٹتے ہیں، لیکن ”رجوع“ کا ذکر نہیں کرتے۔ کتاب کا
یہ نام غالباً بعد کو رکھا گیا ہے، اس لئے کہ سلیمان بن عبد الوہاب

نے یہ رسالہ ۱۶۷ھ کے لگ بھگ ایک خط کی صورت میں لکھ
اہل حریمہ کے پاس بھیجا تھا جس کا جواب بھی شیخ نے دیا تھا،
(روضۃ الافکار، ۲، ص ۲۳-۵۲) اور ۱۶۷ھ میں یہ نام (دہانتہ)
قطعی طور پر رائج نہیں ہوا تھا (مطبوعہ مصر: سندارت)
اصل رسالہ تو مختصر ہے، لیکن اس میں کچھ ضمیمے بھی لگا دئے گئے
ہیں، اور یوسف دجوی وغیرہ کے لکھے ہوئے ہیں۔ ”یہ ضمیمے“
اکثر و بیشتر ابن سعود کے عروج اور شریف حسین کے اولاد کی روایتی
کے بعد تالیف ہوئے ہیں۔

(۱۸) تہکم المقلدین فی مدعی تجدید الدین محمد بن عبدالرحمن بن عفات النبی
(حوالی ۱۱۷۷ھ) (بروکلمن: ذیل، ۲، ۵۰۷)

(۱۹) الفضل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب لاجل القباہی
البصری (حوالی ۱۱۷۷ھ) (بروکلمن: ۲، ۵۳۲)

(اس کا ایک نسخہ آصفیہ میں بھی ہے۔ جلد ۳ نمبر ۱۳۳۸)

(۲۰) الصواعق والرمود لعفیف الدین عبداللہ بن داؤد الزبیری الجنبلی
(م ۱۲۲۵ھ) مخطوطہ مشرقی کتاب خانہ، ۱۳۳۸

(۲۱) مصباح الانام وجلاء الظلام للسید احمد عبداللہ الحمد ابا علوی
(من رجال القرن الثالث عشر) مخطوطہ مشرقی کتاب خانہ، ۱۲۵۸

۱۷۷۷ھ کے بچھپی ہے۔ اتنا قطعی ہے۔ ۲۷ مولف مصباح الانام نے دیباچہ میں
ایسی متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے جو شیخ کی تردید میں لکھی گئی تھیں، لیکن ان کا ذکر کسی فہرست
۴۴ جن کتابوں پر یہ علامت ہے، وہ مجھے دستیاب نہ ہو سکیں۔

(یہ کتاب طبع ہو چکی ہے: (بروکلس: ۲: ۸۱۳)

(۲۲) صلح الاخوان من اہل الایمان و بیان الدین الیقیم فی تہرئة ابن تیمیہ و ابن قیم لدأود بن سلیمان بن جرجیس البغدادی (م ۱۲۹۹ھ) اسی کی تردید میں شیخ عبد اللطیف کی منہاج التقدیس لکھی گئی تھی۔ (مبمعی ۳۰۵ھ)

آلوسی (م ۱۳۱۷ھ) نے بھی جلاء العینین (۳۱۵ھ) مُصنّف

صلح الاخوان کی غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۳۳۴ھ)

(۲۳) الدرر السنیة فی الرد علی الوہابیة السید احمد زینی دحلان (م ۱۳۳۴ھ)

یہ چھوٹا رسالہ ہے، جو دحلان کی خلاصۃ الکلام میں بھی پورا پورا آگیا ہے

(۲۶۱-۲۲۸) اس کے جواب میں مولانا محمد بشیر سہروردی

نے صیانتہ الانسان لکھی، اور پھر اس پر حضرمی نے القول المجوی

تصنیف کی، آخر میں سلیمان بن سحمان نے البیان المبدی لکھی۔

آخر دور میں یعنی گذشتہ ساٹھ ستر سالوں میں مفتی دحلان ہی کی کتابوں

نے غلط بیانیوں کی زیادہ اشاعت کی ہے۔

(د)

(۲۴) فتح المنان فی ترجیح الرائج و تزییف الزائف من صلح الاخوان

لمحمد بن ناصر السحمانی النجدی (م ۱۲۸۳ھ)

حوالہ: استخاف النبلاء (۴۱۳)

(بقیہ حاشیہ سابق) میں ہمیں جیسے: (i) اصنام الہندی فی عنق النجدی للشیخ عطاء المکی (ii) رسالۃ للشیخ احمد المصری الاحسانی

یہ آخری کتاب بطور محاکمہ کے لکھی گئی ہے، جیسا کہ کتاب کے نام اور احواف کے اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے۔

چونکہ ان میں سے اکثر کتابوں کا ذکر پہلے آچکا ہے، اس لئے مآخذ کے سلسلے میں مزید تبصرے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یوں کافی چھان بین کیجا تو یہ فہرست طویل ہو سکتی ہے، لیکن یہاں پورب کے اس خطے میں (پٹنہ عظیم آباد) عربی مطبوعات کا کوئی اچھا کتاب خانہ میسر نہیں جس سے عربی لکھنے پڑھنے والوں کو وقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

هَذَا الْاَخِرُ مَا ارَدْنَا جَمْعَهُ فِي هَذَا الْكِتَابِ
وَالْاَخِرُ دَعَوَانَا اَرِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۱۔ ان کتابوں کے علاوہ ضمنی طور پر مندرجہ ذیل تذکروں نے بھی سین و فات اور دوسری تفصیلات کی تعیین میں بڑی مدد دی:-

- (i) سلك الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر للمردی
- (ii) السحب الوابلة علی ضرائح الخنابلة (مخطوطہ مشرقی کتابخانہ)۔ اس کا مصنف بھی شیخ کی اور ان کی دعوت کی مذمت میں حد اعتدال سے بڑھا ہوا ہے
- (iii) بحم المطبوعات (سرکیس)
- (iv) الاعلام للزکلی (تین جلدیں)

- (v) جرمن مستشرق (C. BROCKELMANN) کی مشہور تاریخ ادبی (دو جلدیں) ۱۸۹۵ء ذیل کی دو جلدیں: (GESCHICHTE DER ARABISCHEN LITERATURE) خاص ذیل کی دوسری جلد تو اس سلسلے میں اور ضابطہ پھوناری (۸) تقویم بحری و عیوی (انجمن ترقی اردو)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۶	گھنگال	گھنگال	۸	۱۹	تعیین	تعیین
"	۸	ندوی	ندوی	۱۰	۱۰	نخیرہ	نخیرہ نہ
ج	۷	برسوں	برسوں	"	۱۴	خانجاء	خانقاہ
"	۱۱	ندوی	ندوی	۱۱	۶	قروین	قروین
س	۴	محمد بن مسعود	محمد بن مسعود	"	۱۲	زرع	زرع
س	۳	انتاج حج	انتاج حج	۱۲	۵	اعرار	اعرار
ص	۷	انخیر اللہ	انخیر اللہ	"	۸	رَحْمَةُ	رَحْمَةُ
"	۱۱	الحلف غیر اللہ	الحلف غیر اللہ	"	۱۵	صدی	صدی
"	۱۳	سنۃ	سنۃ	"	۱۷	لامران	ادران
"	۱۷	سورۃ القرآن	سورۃ القرآن	"	۱۸-۱۷	الامیس	۱
۴	۱۱	الضیا	الضیاء	"	۱۸	اعرار	غرار
"	۱۲	السیاسۃ	السیاسیۃ	۱۵	۳	صدی	صدی
"	۱۵	بکت	بکت	"	۱۰	جیلہ	جیلہ
۵	۱۶	ماخذ	ماخذ	"	۱۱	قبریں نسب	نسب قبریں
"	۱۹	مجاز	حجاز	"	۱۷	Hogavrik	Hogavrik
۶	۱۴	نجدادی لآخری	نجدادی لآخری	۱۶	۵	غیبیہ	نجدادی
۸	۱۲	تعیین	تعیین	"	۶	غفرہ	غفرہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۱۱	اُم	اُم	۲۳	۱۶	wahhab	wahhab
۱۷	۱۲	التحقہ	التحقہ	۱۸	۱۸	the Expan-	sion of
۱۸	۱۳	النجدیہ	النجدیہ	۱۹	۱۹	Islam	
۱۹	۱۴	نیر بتریتہ	نیر بتریتہ	۲۰	۲۰	اصلاح	اصلاح
۲۰	۱۵	الامامین	الامامین	۲۱	۲۱	قصہ ہے	قصہ ہے
۲۱	۱۶	عُیْنِیَہ	عُیْنِیَہ	۲۲	۲۲	حامد نقی	حامد نقی
۲۲	۱۷	سیمان علی	سیمان علی	۲۳	۲۳	جامدار	جامدار
۲۳	۱۸	الوالیہ	الوالیہ	۲۴	۲۴	لکھا	لکھا
۲۴	۱۹	عُیْنِیَہ	عُیْنِیَہ	۲۵	۲۵	امرا سلیمان	امرا سلیمان
۲۵	۲۰	Nejd	Nejd	۲۶	۲۶	تمسکت بہ	تمسکت بہ
۲۶	۲۱	پگڑی مچ	پگڑی مچ	۲۷	۲۷	ثنیان	ثنیان
۲۷	۲۲	Arabia	Arabia	۲۸	۲۸	ثنیان	ثنیان
۲۸	۲۳	غلط	غلط	۲۹	۲۹	جواب میں	جواب میں
۲۹	۲۴	ماخذوں	ماخذوں	۳۰	۳۰	عن المنکر	عن المنکر
۳۰	۲۵	فقیہہ	فقیہہ	۳۱	۳۱	اور جہاد	اور جہاد
۳۱	۲۶	حامد نقی	حامد نقی	۳۲	۳۲	صلعم	صلعم
۳۲	۲۷	عُیْنِیَہ	عُیْنِیَہ	۳۳	۳۳	منیٰ لفین	منیٰ لفین
۳۳	۲۸	مارگو بیوتہ	مارگو بیوتہ	۳۴	۳۴	چشم	چشم
۳۴	۲۹	افس اسلام	افس اسلام	۳۵	۳۵	ثنیان	ثنیان
۳۵	۳۰	Arabia	Arabia	۳۶	۳۶		

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵	۱۶	کانت هذا	کانت هذه	۴۲	۹	دوروس	دوروس
"	۱۸	شیخ ترک	شیخ کے ترک	"	۱۱	بھی	بھی !
"	"	عینہ	عینہ	"	۱۹	الدار	الدار
۳۶	۵	بن معمر	ابن معمر	۴۳	۶	مستقید	مستقید
"	۱۸	ثنیان	ثنیان	"	۷	خوشہ چینوں	خوشہ چینوں
"	"	"	(م ۱۸۹ الف)	۴۴	۶	سیت	سب
"	۱۹	امداد	آیدار	۴۵	۸	کے مٹہ	کے داخلہ کہ
۳۷	۱۵	کرتے	کرتے	۴۵	۱۰	اس رسالہ	اس رسالہ اور
۳۸	۸	قصبے	قصبے	"	۱۵	انتداب	انتداب
"	۱۰	قضاۃ	قضاۃ	۴۶	۷	ابن بشیر	ابن بشر
"	۱۳	صنعا	صنعا	"	۱۰	پاشا	پاشا
"	۱۶	العبد	العبد	۴۷	۳	ع ۲۱۰	ع ۲۱۰ (ص ۲۱۰)
۳۹	۱۲	الدار	الرد	"	"	وخلان	وخلان
۴۰	۶	عبدالعزیز محمد	عبدالعزیز محمد	"	۵	والد شیخ	والد شیخ
"	۱۲	احسا	احساء	"	۷	دوسرا باب	دوسرا باب
"	۱۸	صلعم	صلی اللہ علیہ وسلم	"	"	(ص)	(ص ۱۱۱)
۴۱	۵	نفرع	نفرع	"	۸	عن التوحید	عن التوحید
"	"	مفرع	مفرع	"	۱۵	پاگرو	پاگرو
"	۱۲	مطالقت	مطابقت	۴۸	۲	گزری	گزریں
"	۱۶	(ع ۲۰)	(ع ۲۰)	"	۳	رسالہ بعض	رسالہ بعض

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸	۱۰	فتوے مشرقی	فتوے مشرقی	۵۳	۱۰	الحبیبی	الحبیبی
		کتاب خانہ	کتاب خانہ	۵۶	۴	وحلال	وحلال
	۱۳	اقضا	قصا	=	۳	خلاصہ	خلاصہ
	۱۴	دیباچہ	دیباچہ	=	۵	البد	البد
	۱۵	بروکلن	بروکلن	۵۷	۳	۱۵۷ھ	۱۵۷ھ
		(قیل: ۲)	(ذیل: ۲)	۵۸	۳	پہنچ چکے تھے	پہنچ چکے تھے
		(۵۳۳)	(۵۳۳)	=	۴	مسعود	مسعود
۴۹	۴	قضاء	قضاء	=	=	شیخ	شیخ
	۱۵	۲۳۳ھ	۲۳۳ھ	۵۹	۱۴	خلاصہ	خلاصہ
۵۰	۱۷	(۱۳۶۲)	(۱۲۶۲)	۵۹	۱۶	الرحلۃ	الرحلۃ
۵۱	۲	(۱۸۶۲)	(۱۸۶۲)	۶۰	۲	روضۃ	روضۃ
	۸	عبداللہ	عبداللہ	=	۱۸	۱۲۰۲ھ	۱۲۰۲ھ
		ابن الشیخ	ابن الشیخ	۶۱	۴	روضۃ	روضۃ
۵۲	۱	رسالہ	رسالہ	۶۱	۱۷	علماء سو	علماء سو
		عنوان المجد	x x x	۶۲	۱۰	الخمس	الخمس
۵۲	۳	الجمہیۃ	الجمہیۃ	=	۱۳	روضۃ	روضۃ
	۵	المجہۃ	المجہۃ	۶۴	۳	ڈالنی	ڈالنی
	۱۸	فی رد	فی الرد	=	۱۷	الرحلۃ	الرحلۃ
	۱۹	الہدیۃ	الہدیۃ			الحجازیۃ	الحجازیۃ
۵۳	۶	ستہ شوال	شوال	۶۶	۱	اسلاف	اسلاف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۷	۵	من لم یحکم	من لم یحکم	۷۳	۷	(النصبة) النصبۃ	النصبۃ
		السنية	السنية			التي	التي
۶۷	۶	مجموعته	مجموعته			وضعوها	وضعوها
		الهدیۃ	الهدیۃ			على القبر	على القبر
		السنة	السنية		۱۵	لکھی ہے	لکھا ہے
	۱۶	انهم اعترفوا	انهم اعترفوا		۷۴	شعیوں	شعیوں
		استقامة	باستقامة		۱۱	تصدیق	تصدیق
		حججه	حججه		۷۵	نہیں قبل	نہیں قبل
		حجدوا	حجدوا		۱۵	زیادتی	زیادتی
۶۹	۱۶	وقعتہ	وقعتہ		۱۸	مبارزت	مبارزت
		الخرمة	الخرمة		۹	واپس	واپس
	۱۸	خلاصتہ	خلاصتہ		۷۷	قبول	قبول
۷۰	۱	جمادی الاول	جمادی الاول		۷۸	فوجیوں نے	فوجیوں نے
	۲	خلاصتہ	خلاصتہ			(ضرورت کی	ضرورت کی
	۱۲	تعارض	تعارض		۷۹	برگ ہارٹ	برگ ہارٹ
۷۱	۳	الاحساء	الاحساء		۱۲	خلاصتہ	خلاصتہ
	۶	واللہ الحمد	واللہ الحمد		۱۳	الہدیۃ	الہدیۃ
		والمنۃ	والمنۃ		۱۶	خلاصتہ	خلاصتہ
					۱۷	شبیہات	شبیہات
					۱	ہوگئی	ہوگئی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۹	۱۵	عل	غل	۸۳	۱۴	احمد زبیں	احمد زبئی
۸۰	۲	(۵۱۲۰۶) ۶۱۷۹۲	(۵۱۲۰۶) ۶۱۷۹۲	=	۱۸	سین	سینین
۸۱	۱۷	واپس	واپس	۸۴	۹	(ملاحظہ ہو)	(ملاحظہ ہو)
=	=	مارچ و اپریل	مارچ - اپریل	=	۳	آمر بالمعروف	آمر بالمعروف
۸۲	۳	تہیہ	تہیہ	۸۵	۱۳	برکتیں	برکتیں
=	۶	گرا دئے	گرا دئے	=	۱	برگشتہ پاؤگے	برگشتہ پاؤگے
=	۱۵	قحط سالی	قحط سالی	۸۶	۸	مسالحت	مسالحت
=	۱۶	(حاضر: ج)	(حاضر: ج)	=	۱۰	اس طرح	اسی طرح
=	=	(۲۶۴)	(۲۶۴)	=	۱۹	بسا اوقات	بسا اوقات
=	=	دکشنری	دکشنری	=	=	پیدا کر لی	پیدا کر لی
=	=	آفت اسلام	آفت اسلام	=	=	ہیں	ہیں
۸۳	۲	فتح ہوا	فتح ہوا	=	=	(قرصان)	(قرصان)
=	۳	سپرد کرنے	سپرد کرنے	=	=	Pirates	Pirates
=	=	سے پہلے	سے پہلے	۸۹	۵	قرضی	قرضی
=	=	قبہ شریف	قبہ شریف	=	۶	بمباری	بمباری
=	۴	تقسیم کر دیا	تقسیم کر دیا	=	۱۴	عراق	عراق
=	۵	قبہ کھول کر	قبہ کھول کر	=	=	لے کر	لے کر
=	۷	دو حج پہلے	دو حج پہلے	=	=	نرک	نرک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۹	۱۹	شاید اسی	شاید ایسے	۹۴	۹	لیکن اسی	لیکن اسی
۹۰	۱	کہا گیا ہے	کہا گیا ہو	۹۵	۴	جمادی الاول	جمادی الاول
۹۱	۲	پس	پس	۹۶	۱۳	مرتب ہوئی	مرتب ہوئی
۹۲	۹	خلاصتہ	خلاصتہ	۹۷	۱	شیخ	شیخ
۹۳	۱	الرحلتہ	الرحلتہ	۹۸	۳	گھبرا	گھبرا
۹۴	۲	۸۹ برک	۸۹؛ برک	۹۹	۷	ندمت	ندمت
۹۵	۸	الرحلتہ	الرحلتہ	۱۰۰	۹	محمد علی	محمد علی
۹۶	۹	خلاصتہ	خلاصتہ	۱۰۱	۱۲	بنا پر	بنا پر
۹۷	۲	تشکایت کی	تشکایت کی	۱۰۲	۱۵	لگا۔ بڑھ کر	لگا۔ بڑھ کر
۹۸	۱	ہے	ہے	۱۰۳	۱۶	تعبین	تعبین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰	۱	جثقوں	جثقوں	۱۰۶	۹	شہر	شہر
۵	۵	سعود	سعود نے	۱۲	۱۲	غینرہ	غینرہ
۱۱	۱۱	سبھوں	سبھوں نے	۱۷	۱۷	حجاز بھیجا	حجاز بھیجا
۱۱	۱۱	سبجل	سبجل	۱۸	۱۸	تعیین	تعیین
۱۸	۱۸	زدیمر	زدیمر	۱۰۸	۱	یدگویا	یدگویا
۱۰۱	۱	سامنے اے	سامنے اے	۱۰۹	۲	جلسیوں	جلسوں
۱۶	۱۶	معاصر	معاصر	۹	۹	خلاصتہ	خلاصتہ
۱۱	۱۱	بن بشر	بن بشر	۱۲	۱۲	ایا صوفیا	ایا صوفیا
۷	۷	ذکر نہیں	ذکر نہیں	۱۸	۱۸	تعیین	تعیین
۱۱	۱۱	کرتے	کرتے	۱۷	۱۷	مدینتہ	مدینتہ
۱۱	۱۱	نلبی	نلبی	۱۹	۱۹	الرسالہ	الرسالہ
۱۰۳	۱	(ص ۱۱۱)	(ص ۱۱۱)	۱۸	۱۸	الوالبتہ	الوالبتہ
۲	۲	جبراتی	جبرتی	۱۸	۱۸	خلاصتہ	خلاصتہ
۱۸	۱۸	ماردتمان	ماردتمان	۱۰	۱۰	George	George
۱۰۵	۲	Rank	Rank	۱۵	۱۵	Forester	Forester
۵	۵	Armistice	Armistice	۱۷	۱۷	Sadlier	Sadlier
۱۸	۱۸	خلاصہ	خلاصہ	۱۷	۱۷	پائدار	پائدار
۱۰۶	۲	عتیتہ	عتیتہ	۱۳	۱۳	His	His
۷	۷	جمادی الآخر	جمادی الآخر			اٹھانا	اٹھانا
						چاہے	چاہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۱۴	”ترکوں“ کو	”اور ترکوں“ کو	۱۲۰	۱۶	سکنڈ و مانی	سکنڈ و مانی
۱۷	۱۶	نہیں ہونے	نہیں ہونے	۱۲۱	۱۲	(یعنی نجدی)	(یعنی نجدی)
۱۸	۱	وسری جگہ	کی	—	—	عربی تعبیر	عربی تعبیر
—	—	دوسری جگہ	کی	—	—	والقوم	والقوم
—	—	بحوالہ	بحوالہ	—	—	(ہے)	(ہے)
—	—	۱۰۲	۱۰۲	—	—	الرشید	الرشید
—	—	درعیہ کے	درعیہ کے	۱۲۲	۷	ان کی	ان کی
—	—	(۱۹۱۲ء)	(۱۹۱۲ء)	—	—	برائیوں	برائیوں
۱۱۹	۱	سعدی کا	سعدی کے	—	۱۲	آفسر	آفسر
—	—	نوحہ	نوحہ	—	۱۳	ملاحظہ ہو	ملاحظہ ہو
—	۴	دبئی	دبئی	۱۲۳	۱۳	(جملہ چھوٹ	کیا اس پر
—	—	یستمعا	لشتمعا	—	—	گیا ہے)	کسی اظہار
—	۶	ساجدین	ساجدین	—	—	رائے کی	رائے کی
—	—	—	—	—	—	ضرورت ہے	ضرورت ہے
—	—	الانیسہ	الانیسہ	۱۲۳	۱۳	کھینچا	کھینچا ہے
—	—	بلقعا	بلقعا	۱۲۴	۲	عذر	عذر
—	۸	مصنوا	مضوا	۱۲۵	۶	دقت نظری	دقت نظر
—	—	طیبہ	طیبہ	۱۲۶	۱	مبصر نے	مبصر نے
—	۱۲	شیخ کی	شیخ کے	—	—	کیمیا	کیمیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۶	۶	امم و مصنف	امم و مصنف	۱۳۶	۵	افسد تہ	افسد تہ
		ممالک	ممالک	۱۴۰	۹	نکیر	نکیر
۱۲۸	۳	جس	جس	"	۱۳	انشائی	انشائی
"	۱۲	استفادہ	استفادہ	"	۱۴	او	او سنہ
۱۲۹	۲	بروکلن	بروکلن	"	۱۵	امام خلیل	امام احمد
۱۳۰	۹	السنة	السنة			بن خلیل	بن خلیل
۱۳۱	۱	یہ کتاب	یہ کتاب	۱۴۱	۳	تعارض	تعارض
		گزری	نہیں گزری	"	۱۱	عقائد	عقائد
۱۳۲	۲	ہو گئی ہے	کی گئی ہے	"	۱۳	یہی	یہی
۱۳۳	۵	مجموعہ	مجموعہ	۱۴۲	۴	جمیہ	جمیہ
"	۹	"	"	"	۶	استیلاء	استیلاء
"	۱۲	"	"	۱۴۳	۱۲	جمیہ	جمیہ
"	۱۵	نصیحتہ	نصیحتہ	"	۱۳	بے چوں	بے چوں
"	۱۷	مجموعہ	مجموعہ	"	۱۴	لاتا ہے	لاتا ہے
۱۳۴	۱۰	الجبلیتہ	الجبلیتہ	"	۱۶	استواء	استواء
"	۱۵	جن میں	جن میں	"	۱۸	والسؤل	والسؤل
"	۱۹	استنباط	استنباط	۱۴۴	۶	سعد بن	سعد بن
۱۳۵	۹	روضہ	روضہ			معاذ	معاذ
"	۱۰	"	"			مروزی	مروزی
۱۳۶	۵	السیاسیۃ	السیاسیۃ	"	۸	الشعر	الشعر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۵	۶	غریبھا	نمریجا	۱۵۶	۱۳	پدم	ہم
"	۸	تکسیف	تکسیف	۱۵۹	۳	بتانے	بنانے
"	۱۰	تکسیف	"	"	۶	داعی اور	داعی
۱۴۶	۴	ابن تیسہ	ابن تیسہ	"	۱۴	ہوسکے	ہوسکے
۱۴۷	۱۷	پیر پھوڑ	پیر پھوڑ	"	۱۵	الحرکتہ	الحرکتہ
۱۴۸	۱۷	یکفرون	یکفرون			الوالبیہ	الوالبیہ
۱۵۱	۱۲	روایت بہ	روایت میں			الضیاء	السیاسیہ
		مکروہ	مکروہ			(الضیاء:	
۱۵۲	۵	بجا صمک	بجاہ صغیک			(۸۴	
"	۱۴	موقع نہیں	موقع نہیں	۱۶۰	۲	حتیہ	ضریر
"	"	الوسیلتہ	الوسیلتہ	"	۸	قصیدے	قصیدے
"	۱۷	جلالین جلاء	جلالین جلاء	۱۶۳	۳	لفظ	لفظ
"	۱۸	الدر النضید	الدر النضید	۱۶۳	۱۰	احسائی	احسائی
۱۵۳	۴	ور	اور	"	۱۴	عقالت	عقالت
"	۱۵	باکرم	یا اکرم	"	۱۵	الاحائی	الاحسائی
"	"	الوذیہ	الوذیہ	"	۱۸	الوالبیہ	الوالبیہ
"	۱۶	الوذیہ	"	۱۶۵	۱۶	هذا المار	هذا المار
"	۱۹	الدر النضید	الدر النضید	"	۱۸	الوالبیہ	الوالبیہ
۱۵۴	۱۰	اوو بحق	أو بحق	۱۶۶	۴	متضمنہ	متضمنہ
"	۱۸	رکعتی ہے	رکعتی ہے	۱۶۷	۱۶	رحمۃ اللہ	رحمۃ اللہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۹	۱۵	علطیوں	غلطیوں	۱۷۵	۴	سال لوٹا	مال لوٹا
۱۷۱	۱	مرد المختار	بد المختار	=	۶	بترئیة	بترئة
=	۸	واستیلاج واستیلاج	واستیلاج واستیلاج	=	۱۴	الشیخین	الشیخین
=	۱۱	الدر السنیة	الدر السنیة	=	۱	تکفر	تکفیر
=	۱۸	اشاعت	اشاعت	۱۷۶	۱	یہ توجید	یہ توجید
=		السنة	السنة	=	۶	الوہب	الوہب
۱۷۲	۶	لا دارة	لا وامرة	=	۸	استنقاع	استنقاع
=	۱۲	اہل قبلہ	اہل قبلہ	=	۱۳	الوصیة	الوصیة
۱۷۳	۱	مانکتا	مانکتا	۱۷۷	۱۰	مانعین	مانعین
=	۲	قضا	قضاء	۱۷۸	۲۰	قسموا	قسموا
=	۱۰	علی	علی			کل شیء	کل شیء
=	=	ابی حنیفتہ	ابی حنیفتہ	۱۷۹	۳	ستر	ستر
=	۱۳	المصوم	المصوم			الحق	الحق
۱۷۴	۳	الدر النضید	الدر النضید	=	۶	وانا	وانا
=	۴	الشیخین	الشیخین			نضع	نضع
=	۱۶-۱۷	الاوثان	الاوثان	۱۸۰	۲	الہدیة	الہدیة
=	۱۶	رحمۃ اللہ	رحمۃ اللہ			السینۃ	السینۃ
=	۱۷	اولیاء	اولیاء	=	۷	سوائے	سوا
=	۱۹	انداد	انداد	=	۱۸	قلاوون	قلاوون
۱۷۵	۲	بدءوہ	بدءوہ	۱۸۱	۱۱	اسحکام	اسحکام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۱	۱۹	کی بھی	کی کوشش	۱۹۱	۴	تاج	التاج
		کوشش کی	کی			المکمل	المکمل
۱۸۳	۸	جاننے	جاننا	۱۹۲	۷	عنینہ	عینہ
۱۸۵	۵	لا سلام	الاسلام	۱۹۳	۱۶	اور نیل	اور نیل
"	۶	مصنف	مصنفہ	۱۹۷	۱۰	بیو جس	بیو جس
۱۸۶	۱	اُس	اِس	"	۱۲	یہ آل سعود	آل سعود
"	۵	مصنف	مصنفہ	۲۰۱	۱۷	شاندار	شاندار
"	۹	ختم	ختم	۲۰۳	۱۴	Mordt-	Mordt-
"	۱۰	تبیین	تبیین			man	man
۱۸۷	۶	مصنف	مصنفہ	"	۱۷	تعیین	تعیین
"	۱۲	"	"	۲۰۴	۱۸	پانچواں	پانچواں
"	۱۵	وحلاں	دحلاں			باب :	باب : (۱۶۷)
"	۱۷	لکھا	لکھا	۲۰۶	۷	ہوئی ہے	ہوئی ہیں
۱۸۸	۱۳	البدر	البدر	۲۰۸	۱۰	لقالیمہ	لقالیمہ
		الطالع	الطالع :	۲۱۲	۷	شریف حسین	شریف حسین
"	۱۵	آں سعود	آں سعود			کے	کی
۱۸۹	۱۵	مشیر	مشیر	"	۱۱	الفضل	الفضل
		الوجد	الوجد	۲۱۳	۶	مصنف	میں مصنف
۱۹۰	۱۸	مضیف	مصنف	۲۱۴	۸	ہذا	ہذا
۱۹۱	۱	فروگذاشتیں	فروگذاشتیں	"	۱۳	شیخ	شیخ

